پڑھ کر دوسروں کو دیدیجیے

مساوات ہیں سے یہ کیسی بھری ہے　　کہ شرمندہ شیشے کی جس سر پری ہے

خیالاتِ مقبول

جلد دوم

ہندو مسلم مساوات

از

قاضی مقبول حسین
(مدیر اعزازی اخبار مشرق گورکھپور)

جسکو

جناب خانصاحب محمد مقصود علیخان صاحب رئیس ریاست کیلاسپور ضلع سہارنپور

و

جناب شیخ محمد عسکری صاحب رئیس اعظم سہارنپور

نے

اتحاد پریس سہارنپور میں باہتمام داروغہ عبد الرزاق پرو پرائٹر چھپوا کر شائع کیا
یکم نومبر ۱۹۲۹ء

فہرست مضامین

خیالاتِ مقبول

اتحاد بین المسلمین ہند و مسلم مساوات

ناظرین کرام!

ہدیۂ شکر گذاری

احباب گرامی کا اصرار تھا کہ میں اپنے انگریزی رسالہ "ایکوالٹی" کا ترجمہ پبلک اور اہل الرائے اصحاب کے غور و خوض کے لیے پیش کروں۔ میری بھی یہ دلی آرزو تھی مگر میں اپنی معذوریوں کیوجہ سے مجبور تھا اور خاموش۔ اللہ پاک نے میری آرزو پوری کی اور فخر قوم جناب خانصاحب محمد مقصود علیخان صاحب رئیس ریاست کیلا بسولہ (سہارنپور) و ہمدرد ملک و ملت جناب شیخ محمد عسکری صاحب رئیس سہارنپور اور دیگر مقتدر اصحاب نے اس رسالہ کو خود شائع فرمانیکی آمادگی ظاہر فرمائی چنانچہ اللہ پاک کے فضل و کرم اور جناب خانصاحب اور شیخ صاحب کی توجہ سے آج یہ رسالہ پبلک کے سامنے پیش ہو رہا ہے۔

جناب خانصاحب ممدوح کے ملکی اور قومی درد سے ملک اور قوم واقف ہے اکثر موقر اخبارات نے جنکا میں تہ دل سے شکر گذار ہوں اس مایۂ ناز ہستی کے ان خدمات کا مناسب الفاظ میں اعتراف کیا کہ ممدوح دنیا کی آزمائشوں میں جو شاید ایسے ہی مخلص مسلمانوں کے لیے مخصوص ہیں مبتلا ہیں مگر باینہمہ آپ اپنے ملک اور قوم کو کسی حال میں نہیں بھولتے۔ دنیا میں ان خدمات کا کوئی معاوضہ نہو عقبیٰ میں اس خلوص درد اور ایثار کا انعام یقینی ہے انشاء اللہ۔

جناب شیخ صاحب بھی ہماری دلی شکر گذاریوں کے مستحق ہیں اور میں ایک غریب قومی خدمتگذار کی حیثیت سے اپنے ملک اور اپنی قوم کی طرف سے شیخ صاحب کی خدمت میں ہدیۂ شکر گذاری پیش کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ ہمارے وہ وطن پرست اخبارات جو ایک حقیر خدمتگذار کے بے لوث اور خاموش خدمات کو محبت کی نظر سے دیکھتے رہے ہیں میری احسانمند شکر گذاری میں میرے ساتھ ہونگے۔

حکیم برہم کی یاد

جناب حکیم برہم صاحب مرحوم [illegible] سابق ایڈیٹر اخبار مشرق گورکھپور کی دلی آرزو تھی کہ میں ہندو مسلم مساوات سے متعلق اپنے تمام خیالات ملک کے سامنے اردو زبان میں پیش کروں۔ یہ تھوڑے بہت

مضامین تو اللہ پاک کے فضل سے آج پیش کیے جا رہے ہیں مگر افسوس ہم آج ہم میں موجود نہیں جو اپنی درد بھری مؤثر آواز میں اپنے بصیرت افروز تبصروں کیساتھ ملک اور قوم کو انکے مطالعہ کیطرف متوجہ فرماتے۔ فنا سب کیلئے ہے۔ اللہ پاک کی ذات ہی باقی رہیگی۔ خوش قسمت ہیں وہ بزرگ جو اپنی ہستی کی اصلیت اور مفہوم کو سمجھتے ہیں اور چار دن کی زندگی کیلئے اس دنیا ہے فانی میں اپنی ذاتی اغراض و مقاصد کی خاطر ادھر اُدھر جھوٹی سچی ہاں میں ہاں نہیں ملاتے پھرتے، جو چندے کے نعروں اور نمود کے ڈنکوں میں جھوٹی اور عارضی عزت سے نہیں پھول جاتے اور جو دائمی اور سچی عزت حق گوئی اور صداقت باطنی ہی میں دیکھتے ہیں اور جو ملکی اور قومی خدمات کو معاش اور نمود کا ذریعہ نہیں بناتے۔

خداوندا! ان مخلص بزرگان ملت پر جنکے خلوص سے ہماری قوم کا وجود آج باقی ہے، اپنی رحمت نازل فرما اور ہمارے لیڈروں کو توفیق عطا فرما کہ وہ ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں اور لیڈری کے نام سے شہرت اور روپیہ کمانے کے خیال کو حرام سمجھیں۔ تو ہی ہمارے ملک اور ہماری کمزور اور منتشر قوم کے حال پر رحم فرما۔

مضامین رسالہ کے متعلق

رسالہ کے یہ ابتدائی آٹھ صفحے جناب خانصاحب اور شیخ صاحب کے بلند پایہ مضامین کیلئے چھوڑ دیئے گئے تھے مگر افسوس کہ ایک صاحب دوسرے صاحب کے خیال سے تاخیر فرماتے رہے یہاں تک کہ رسالہ چھپ کر تیار ہو گیا اور ان صفحات کے سیاہ کرنیکی خدمت بھی میرے ہی ذمہ رہی۔ مجھکو مضامین رسالہ کے متعلق زیادہ کچھ عرض کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ مضامین رسالہ جو گذشتہ سات آٹھ سال سے اخبارات میں اور اکثر رسالوں کی شکل میں برابر شائع ہوتے رہے ہیں اور جنپر موقر اخبارات اور محترم اکابر نے بالاخر اظہار اطمینان فرمالیا ہے، خود میرے خیالات اور جذبات کا اعتراف کریں گے۔

ہاں اتنی تمنا ضرور ہے

کہ میرے وہ محترم بھائی جو اپنے کو قومی لیڈر سمجھتے ہیں کاش میرے اتحاد بین المسلمین اور ہندو مسلم مساوات کے مسائل پر میرے خیالات زیر نظر رکھتے ہوئے ایکمرتبہ غور فرمالیں۔ اور میں نہایت ادب کے ساتھ

رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانی، مسٹر محمد علی جناح، حضرت خواجہ حسن نظامی

مولانا محمد علی، مہاتما گاندھی، پنڈت موتی لال نہرو، ڈاکٹر مونجے وغیرہم جیسے اکابر

کی توجہ اپنے رسالوں، اتحاد بین المسلمین، اور ہندو مسلم مساوات کی طرف مبذول کرتا ہوا۔ مجھے امید ہے کہ یہ مقتدر اکابر ایک غریب خدمتگذار کی اس آخری تمنا کو ضرور پورا کریں گے اور اپنے خیالات سے احقر کو بذریعہ اخبار مشرق گورکھپور، ہمت لکھنؤ یا آئی۔ ڈی۔ پی لکھنؤ مطلع فرمائینگے۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

اتحاد بین المسلمین اور ہندو مسلم مساوات کے متعلق میں ان صفحات میں نہایت اختصار کیساتھ کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

ملک کا پہلا رزولیوشن

ہندو سنگٹھن و اتحاد بین المسلمین

اتحاد بین المسلمین

کسی کی یاد میں جب ہو اتنا بچھو کہ کل نہ آئے خدا کرے
جو نصیب ہو کبھی بیٹھنا تو جگر میں درد اٹھا کرے

ہندو بھائیوں نے اس پہلے رزولیوشن کی اہمیت کو محسوس فرما کر اپنا سنگھٹن قائم کر لیا اور اوسکو ہر طرح مستحکم کرتے چلے جا رہے ہیں۔ کسی پلیٹ فارم، کسی اخبار میں جب کا تعلق ملکی اور قومی معاملات سے ہو ان میں نہ سماجی رنگ ہے نہ سناتنی نہ بدھ مت کا پرچار ہے نہ جین مت کا۔ مسلمانوں نے جو اپنے لیڈروں کے ہاتھوں تباہ ہوتے ہوئے آج اس حالت کو پہونچ چکے ہیں، اس رزولیوشن کی اہمیت کو اب تک محسوس نہیں کیا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کو اپنی اختلافات خیال سے پریشان کرنے کے لئے ہمارے لیڈر ترکی، حجازی، ایرانی، مصری، افغانی معاملات میں، اپنی شہرت کی خاطر پیش پیش نظر آتے ہیں مگر اپنے گھر کے اصلاح کی انکو فکر تک نہیں۔

کہنے کو تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم بجز خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے مگر بعض فرقہ پرستوں کے فرقہ پرست کہہ دینے پر سب گھبرا جاتے ہیں۔ اللہ پاک ان کے دلوں سے خوف کو دور فرما دے اور بجز اپنے خوف کے حقیقتاً کوئی اور خوف انکے دلوں میں نہ آنے دے۔ بجز اپنے سہارے کے کوئی اور سہارا انکو نہ تکنے دے۔

مسلمانو! آج ہم دیکھتے ہیں کہ شاردا بل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے آپکو مختلف العقائد اور مختلف الخیال سنی، شیعہ، وہابی، قادیانی، حکومت پرست، کانگریس پرست، مسلم انجمنوں اور اکابر کو ایک جگہ جمع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے مگر افسوس صد افسوس آپ اپنا وجود برقرار رکھنے کے لئے ایک آل انڈیا مسلم انجمن مختلف العقائد اور مختلف الخیال علماء اور اکابر کی آٹھ کروڑ مسلمانوں کی اصلاح اور تحفظ مقصد کے لئے قائم نہیں کرتے حالانکہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ انکا وجود خطرے میں ہے۔ پوری طرح پڑ جانے کے بعد یاد دلاتے ہیں جو آج آپ کو فرقہ پرست کہہ کر غفلت میں ڈال رہے ہیں کل اپنی قومی اصلاح کے لئے ہر کام قانون کے ذریعہ سے کرائیں گے۔ اور آپ کی شریعت جو ہر قانون

سے ہر زمانے کے لئے بہتر مفید اور سودمند ہے بالائے طاق رکھدی جائیگی اور اسوقت ہماری نسلیں ہمارے خود غرضانہ اور مفسدانہ بناء کردہ روایات پر ہمارا نوحہ پڑھیں گی یا ہمیں برا کہیں گی جسپر رونے والا کوئی نہ ہوگا۔ مسلمانو! دیکھو ملکی آئین اساسی ایسا ہے تمہارے جیسے چوڑوں کی اصلاح قوم پر بنی ہے مگر کس در مسلمانوں کی اصلاح فرقہ پرستی کیا اچھا ملکی قانون ہے اسپر ہمارا ناجی جتنا ناز کریں کم ہے تمہارے قوم پرست اور سرمایہ پرست لیڈر جتنی حمایت کریں تھوڑی ہے
مسلمانو دیکھو اور سمجھو۔

آج کروڑ مسلمانوں کی جماعتیں یہ نصیبی ہے کہ عقائد ہی کی گروہ بندی ہی خدمت کے نام کو کھڑا ہونا اور ہر گروہ کے ضروریات اور حیات کا یکساں احترام نہ کرنا مسلم قوم کی خدمت نہیں ہے۔

اسلامی انجمن کے نام سے کوئی انجمن ملکی معاملات میں مداخلت کیلئے قائم کرنا اور اوس انجمن میں ہر گروہ کی نمائندگی نہ رکھنا حقیقتاً اوس انجمن کو بیکار اور بسا اوقات سخت مضر بنانا ہے۔

اپنی قومی اتحاد کا خیال نہ کرنا اور مسلم و غیر مسلم اتحاد کیلئے جان لڑانا اسلام کے ساتھ سرکشی اور غیر مسلموں کے ساتھ دھوکہ بازی ہے۔

غیر کے سہارے پر تکیہ کرنا اور اسکی تقلید ہی میں اپنی نجات دیکھنا اللہ پاک کے قادر مطلق اور تعلیم اسلام کے مکمل ہونے میں شک کرنا ہے۔

کسی غیر کو خواہ وہ غیر کوئی غیر مسلم رعایا ہو یا غیر مسلم حکومت رجحان رکھنا اسلام کی تعلیم ہرگز نہیں ہے۔ اسلام کی تعلیم خدا کی تعلیم ہے اسمیں ٹوپیوں سی شامل کرنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

سوچو سمجھو اٹھو اور سب دنیوی خرافات کو چھوڑ کر سب سے اول اپنی اتحاد کی فکر کرو اور جلد سے جلد ایک انجمن ایسی بنالو جسمیں تمام مختلف العقائد اور مختلف الخیال علماء اکابر شامل ہوں۔ یہی تمہاری نمائندہ قومی انجمن ہوگی اور اسی کا حکم تمہارے سب بھائی (بلا تشبیہ) مہاسبھا کے حکم کی طرح شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک یکساں طور پر واجب احترام سمجھ کر دل و جان سے تسلیم کریں گے۔ مسلمانو باہمی تعصب اور تنفر کو چھوڑ دو۔ کوئی کسی کے عقائد کا خدا کے سامنے جوابدہ نہ ہوگا۔ نہ ہم میں کوئی پیغمبر بنکر آیا ہے جو اپنے عقیدہ ہی کے حق بجانب ہونے کی ضمانت پیش کر سکے۔ ہر ایک اپنے کو حق پر سمجھ سکتا ہے اور ایک کو ایسا سمجھنے دو۔ اپنی اپنی حقانیت روادارانہ طریقہ پر ایکدوسرے کے سامنے پیش کرتے رہو یہ تمہارے عقائدی معاملات میں جنکا قومیت اور ملکی سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔

لسان الملک حضرت ریاض نے سچ فرمایا ہے ؎

نہیں ممکن اس طرح ہرگز پنپنا
الگ اپنی ڈفلی الگ راگ اپنا

ملک کا دوسرا ریزولیوشن

ہندو مسلم مساوات

مساوات کی مے یہ ہر سو بہے گی
تعصب کی آگ اس سے بجھکر رہیگی

بعض ناسمجھ لوگ جو خود غرض کئے بغیر دوسروں کی دیکھا دیکھی آزادیٔ وطن سے لئے جھنڈا اور بیکار شور و غل مچاتے پھرتے ہیں، اپنی مخصوص دھن میں مساوات کا نام سنکر ایک اسکو مضحکہ انگیز سمجھتے ہیں۔ مساوات کو مضحکہ انگیز سمجھنے سے پہلے یہ حضرات خود شرم کریں کہ ان کی دیہاں یوں ہو وہاں یوں ہو، کی پالیسی اور تناسب نشستوں پر بحث میں ان بچوں کی احمقانہ باتیں ہیں جو سچی سیاست سے تعلق رکھتے ہیں نہ جن سے متحدہ قومیت اور رواداری ذہنیت پیدا کرنے کی کوئی توقع ہو سکتی ہے ان خرافات کا یہی نتیجہ ہو سکتا ہے کہ ملک میں اقلیت اکثریت کی جنگ ہمیشہ قائم رہے اور مادر وطن کبھی آزاد نہ ہو۔

آؤ بھائیو ہمارے ہند و مسلم مساوات کے مسئلہ پر سچے قوم پرست بن کر غور کرو حکومت میں کونسلیں اور ملازمتیں کہاں کی اکتیلا نہیں ہیں جن میں اپنی اپنی آبادی کا حساب لگا کر ہم اپنی اپنی نشستیں قائم کریں۔ حکومت نظام ملک کا تعلق ہر اور ہر قوم کے فنا و بقا اس پر منحصر ہے۔ آج ہم میں باہمی رواداری نہ ہونے کی وجہ سے ہمکو جداگانہ نیابت کی ضرورت محسوس ہو رہی ہر کل باہمی رواداری قائم ہو جانے پر یہ ضرورت خود بخود جاتی رہیگی اور اس باہمی رواداری کی تعلیم دینے والا مساوات سے بہتر کوئی اصول نہیں ہو سکتا۔

دیکھئے

ہندو مسلمان آئے دن پیکٹ بناتے رہتے ہیں مگر ہم کو یاد نہیں پڑتا کہ کسی ایک پیکیٹ پر بھی وہ قائم رہے ہوں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ہر پیکٹ کی بنیاد تناسب آبادی کے لغو معیار پر قائم کیجاتی ہر کبھی مقامی آبادیوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے کبھی مجموعی آبادیوں پر نظر دوڑائی جاتی ہر۔ کبھی (چشم بددور) اکثریت کے تفوق اور کبھی (واہ ری ہمت) اقلیت کے ساتھ مراعات کے سلوک برتے جاتے ہیں۔ یہ سب لغویت ہر اور اسی لغویت کیوجہ سے نہ کبھی کوئی پیکٹ قائم رہ سکا نہ کبھی قائم رہ سکے گا۔ خیال تو فرمائیے یہ کہاں کی اور کیسی جمہوریت ہر کہ ایک قوم کے افراد کو ایک صوبہ کے اندر ایک حال میں اور اسی قوم کے افراد کو دوسرے صوبہ

اندر دوسرے حال میں محض اس جرم پر (جسکے وہ ہرگز مرتکب نہیں) کہ وہ ایک جگہ اکثریت میں ہیں اور دوسری جگہ اقلیت میں مختلف حالتوں میں رکھا جائے۔ گویا انکے قومی حقوق اور اُن حقوق کا تحفظ محض اون کے افراد کے شمار پر منحصر ہوگا۔ کیا معقول سیاست اور وطن پرستی ہے۔

ناظرین کرام! ان بزرگواروں سے آپ یہ تو دریافت کریں کہ آپ صاحبان کی نیت پیکٹ بناتے وقت کیا یہ ہی ہوتی ہے کہ آپ کا پیکٹ مستقل طور پر قائم رہے۔ اگر حقیقتاً یہ نیت ہوتی ہے تو کیا آپ یہ بھی غور نہیں کرتے کہ تناسب آبادی میں لوگوں کے ادہر اُدہر منتقل ہوجانے اور شدھی و تبلیغ کے فروغ پانے سے آبادیوں میں کمی بیشی بھی ہوتی رہیگی۔ اگر اتنا آپ سمجھتے ہیں تو کیا پھر بھی آپ اپنے مخصوص نقطۂ نظر ہی کے موافق اس پیکٹ کو مستقل رہنے والی شے سمجھ سکتے ہیں؟

تقسیم اقوام کو پھر دیکھیے

اصلاحات کے اندر نیابت جداگانہ کے لئے جو نہایت ضروری تسلیم کیا جاچکی ہے ہندوستانی دو گروہوں یعنی مسلم اور غیر مسلم میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ مسلم میں فقط مسلمان رکھے گئے ہیں اور غیر مسلم میں تمام دیگر اقوام شامل ہیں۔ یہ تقسیم نہایت نامناسب اور غیر منصفانہ ہے۔ کیونکہ غیر مسلم میں گو بظاہر دیگر اقوام بھی شامل ہیں مگر حقیقتاً اس گروہ سے ہندو ہی مراد ہیں۔ دیگر اقوام کے افراد ہندوؤں کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہیں اور یہ کم لوگ "ہرکہ در کان نمک رفت نمک شد" کے اصول پر ہندوؤں کی کثرت میں جذب ہوجاتے ہیں اور ہوجاسکتے ہیں۔ اس لئے مسلم کا مقابلہ جس کو ⅓ حصہ تناسب آبادی کے لحاظ سے دیا جاسکتا ہے غیر مسلم کے بجائے، جس کو ⅔ حصہ ملے گا ہندوؤں ہی سے رہیگا اور غیر ہندو اقوام غیر مسلم میں شامل رہکر اپنی کوئی اہمیت ہی نہ رکھ سکیں گی۔ جب اس تقسیم سے یہ بیہودہ نتائج ظاہر ہوتے ہوں تو یہ تقسیم کہاں تک حق بجانب کہی جاسکیگی اور کیونکر مسلمان اپنے حقوق کے، جن کا تحفظ ہندوؤں سے زیادہ اُن کے لئے لازمی ہوگیا ہو، محافظت کریں گے اور کس طرح دیگر اقوام جو غیر مسلم میں شامل ہیں اس سے فائدہ اٹھا سکیں گی؟ یہ کہدینا کہ ملک ہندوؤں کا ہے اور ہندو ہی ہوکر یہاں لوگ رہ سکیں گے، ان امور کا معقول جواب نہیں ہوسکتا۔

پھر کیا ہو؟

میرے خیال میں یہ تقسیم تین گروہوں میں کی جائے (۱) مسلم (۲) ہندو (۳) دیگر اقوام۔ ہندو مسلمانوں کو مساوی حقوق دیئے جائیں۔ دیگر اقوام کو جو حصہ بھی تجویز کیا جائے یہ خیال رہے کہ اُس کا اثر ہندو مسلم مساوات پر نہ پڑتا ہو۔ اس صورت میں کوئی گروہ اپنی اکثریت کی وجہ سے ناجائز فائدہ یا اپنی اقلیت کیوجہ کر بیجا نقصان نہ اٹھائیگا اور ہر گروہ مطمئن ہوکر ایکدوسرے کا پورا احترام کریگا اور رفتہ

رفتہ سب ملکر سچے اور پکے سوراج کی یکساں نعمتوں کے ساتھ بنیاد ڈالنے کے لئے کھڑے ہوجائیں گے۔
ملک ہندی قوم کا ہے اور ہر قوم اپنی پوری استواری قائم رکھتے ہوئے اس میں شاد اور آباد رہیگی۔

مسلمان بھائیوں کی خدمت میں ضروری گذارش

اردو انگریزی اخبارات کے ذریعہ سے میں برابر آپ کو مطلع کر رہا ہوں کہ کثیر التعداد قوم آپ کی آواز کو کونسلوں اور لوکل بورڈوں میں اپنی اکثریت کیوجہ کر سے پست رکھتی ہے اور ملازمتوں میں آپ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتی۔ اگر کسی دفتر میں ہیڈ کلرک ہندو ہوتا ہے تو اس دفتر میں مسلمان کلرک بہت کم نظر پڑتے ہیں۔ اور اکثر بالکل نہیں ہوتے۔ دفاتر میں تقریباً ۹۵ فیصدی ہندو ہی ہیڈ کلرک آفس سپرنٹنڈنٹ ہیں اسسے آپ مسلمان کلرکوں کا دفاتر میں شمار خود قیاس فرماسکتے ہیں۔ دیگر ملازمتوں میں بھی یہی حالت ہورہی ہے۔ میں نے بطور مثیل اخبارات کے ذریعہ سے آپ کے روبرو محکموں اور دفاتر وغیرہم کا خاکہ پیش کردیا ہے آپ خود اپنے اپنے مقامات پر ڈاکخانوں ریلوے اسٹیشنوں ڈسٹرکٹ ومیونسپل بورڈوں اور تمام دیگر محکمہ جات میں ہندو مسلم تناسب ملاحظہ فرمالیں آپ یہ بھی غور فرمالیں کہ دفتر والوں اور دیگر ملازمتوں کا بار دفتری حکومت کو آپ کے ساتھ انصاف نہیں کرنے دیتا یہی وجہ تو ہے کہ مسلمان ہر شعبہ زندگی میں روز بروز کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں اور ہندو بھائی حکومت سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں اگر آپ اب بھی خواب غفلت سے بیدار نہ ہونگے تو آپ کی آئندہ نسلیں آپ کو برے الفاظ میں یاد کرینگی آپ کے ہندو بھائی کونسلوں اور ملازمتیں بھر دینے کے فوائد کو خوب سمجھتے ہیں وہ آپ کو ایک یک بلا کر آپ سے نیابت میں "تناسب آبادی" کا اصول منوا لیتے ہیں اور جب اس بحر اصول کی بنا پر اپنی اکثریت قائم کر لیتے ہیں تو دوسرا ایک آپکی خدمت میں پیش کرکے آپ کے سامنے دوسرا اصول "معیار قابلیت" پیش کردیتے ہیں اور جب مسلمان امیدوار ہندوؤں کے مقابلہ میں بہترین آجاتے ہیں تو وہ امتحان مقابلہ اور صدور حکم کے عین وقت پر تیسرا اصول " امتحان مقابلہ میں چال چلن اور خاندان کے نمبر بھی شامل ہونگے" پیش کردیتے ہیں مسلمان قابل ترین امیدواروں کو اتنا موقعہ بھی نہیں دیا جاتا کہ وہ اپنے چال چلن اور خاندان کی تصدیق کرسکیں۔ یہ اصول چھوٹے چھوٹے عہدوں کے لئے ضرورت کے وقت قائم کرلیا جاتا ہے
بھائیو! گورنمنٹ تمہاری مدد نہ کریگی۔ گورنمنٹ انکی مدد نہیں کیا کرتی جو خود اپنی مدد نہیں کرتے۔
میں نے اخبارات اور پمفلٹوں کے ذریعہ آپ کو بہت کچھ سمجھا دیا مگر آپ ہیں کہ سنتے تک نہیں اللہ اکبر۔ جینے کیلئے توجہ مرضی مبارک ہو آپ کریں مگر برائے خدا اپنی غفلت میں یہ نہ بھولئے کہ آپ کی

نسلیں کبھی یہاں آنے اور رہنے والی ہیں۔ آپ اپنے گزشتہ جاہ و جلال کا خیال کر کے خوش ہو لیتے ہیں۔ آپ کی نسلیں آپ کے کارنامے سن کر کیونکر خوش ہو سکیں گی۔ کاش اپنی آئندہ نسلوں کو اپنی کوششوں سے آپ اپنے گزشتہ جاہ جلال کا مالک بنا دیں۔ تقریباً تمام موقر اخبارات نے بالآخر تناسب آبادی کی لغویت کو محسوس کر کے میرے مساوات کے مسئلہ کو حق بجانب تسلیم کر لیا ہے اور سوائے فرقہ پرست اخباروں کے کوئی قومی اخبار ایسا نہیں ہو سکتا جو اس مسئلہ پر غور کرنے کے بعد اس کے خلاف ایک لفظ انصافاً کہہ سکے۔

ہندوستان کو بچاؤ

بھائیو! آپ کھڑے ہو جائیے۔ آپ نے ہندوستان کو پہلے بھی بہت سی خرافاتوں سے نجات دلائی ہے۔ اب پھر آپ کے ملک کی نازک حالت ہے۔ آپ مادر وطن کو خرافات سے پھر نجات دلائیے۔ آپ نے جن لوگوں کے ساتھ ہمیشہ انصاف اور رواداری کا سلوک کیا ہے وہ آپ کے ساتھ انصاف نہیں کرتے۔ اس سے دل برداشتہ نہ ہو جیے۔ آپ کا حق آپ کے ساتھ ہے۔ مگر کسی کے دلدل پر نہ بیٹھیے خود کھڑے ہو جیے اور

اپنے اپنے مقامات پر

جلسہ کر کے "نیابت میں مساوات" کا پُر زور مطالبہ کیجیے اور اپنی متحدہ آواز کی قوت سے آہنی دروازوں کو توڑ دیجیے۔

مقبول حسین

ضمیمہ خیالاتِ مقبول جلد دوم

اتحاد بین المسلمین و ہندو مسلم مسائل

خیالاتِ مقبول

پر

چند تبصرے

حوالہ جات

اخبار	صفحہ	اخبار	صفحہ
مسلم کرانیکل	۱۲	چوکیدار	۱۸
مسلم آؤٹ لک	۱۲	نجم عالم	۱۹
ینگ مسلم ۱	۱۳	العدل	۱۹
۲	۱۴	مشرق	۲۰
علی گڑھ میل	۱۴	نظماً اظہار خیال	
آئی - ڈی - ٹی	۱۵	لسان الہند مولانا صفی	۲۲
مدینہ	۱۶	لسان الملک مولانا ریاض	۲۳
پیکر	۱۶	مصور عشق حضرت صفدر	۲۴
خاور	۱۶	لسان الہند مولانا عزیز	۲۵
الخلیل	۱۷	لسان القوم مولانا محشر	۲۵
[illegible]	۱۷	مصور درد مولانا خورشید	۲۶

"مسلم کرانیکل" کلکتہ - مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۲۶ء

ہمارے پاس ایک کاپی رسالہ "دی ٹولونٹی" کی پہونچی ہے یہ رسالہ بہت سے مضامین کا ایک مجموعہ ہے جو قاضی مقبول حسین صاحب نے مسلم پالیسی کے اظہار اور ان حملوں کے جواب میں جو پولیس اور دیگر اقوام کے افراد کی جانب سے ہوتے رہتے ہیں لکھے ہیں۔ مباحث پر مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے خوب روشنی ڈالی گئی ہے اور رسالہ موجودہ ہندو مسلم معاملات طے کرنے میں نہایت مفید ہے۔ مختلف مباحث کے سیاق وسباق سے قاضی صاحب کی اعلیٰ معلومات کا خوب پتہ لگتا ہے۔ مضامین رسالہ اہم اور دلچسپ ہیں اور موجودہ تنازعات طے کرنے کے لئے بہت مفید ہیں۔ ہم اپنے ناظرین کے لئے چند سرخیوں کا حوالہ اس موقع پر دیتے ہیں۔

ہم قاضی صاحب سے ایک عرصے سے واقف ہیں۔ آپ کے مفید اردو انگریزی مضامین جو شمالی ہند کے اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں نہایت ہی دلچسپ ہوتے ہیں۔ قاضی صاحب کی گرفت اور استقلال ان اصحاب کے متوجہ کرنے میں جو مقتدر ہیں اور سیاسی ومعاشرتی معاملات میں خصوصیت کے ساتھ حصہ لیتے ہیں، خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان عجیب وغریب ہیں۔ آپ اسوقت تک نہیں مانتے جب تک کہ وہ آپ کو سن نہ لیں۔

"مسلم آؤٹ لک" لاہور - مورخہ ۵ مارچ ۱۹۲۷ء

ہمارے پاس رسالہ "دی ٹولونٹی" بغرض ریویو پہونچا ہے۔ یہ رسالہ قاضی مقبول حسین صاحب نے لکھا ہے اور راؤ بہادر منشی عبدالرحمٰن خانصاحب نے سہارنپور سے شائع فرمایا ہے۔ رسالہ کے شروع میں دو نظمیں ہیں۔ پہلی نظم میں جناب مولانا محمد تقی صاحب صفی نے رسالہ کا ماحصل ان اشعار میں ظاہر فرمایا ہے۔

حکومت کے بازو ہیں ہندو مسلمان — ضرورت ہے دونوں میں ہو زور یکساں
جب اک پاؤں چھوٹا ہو اور اک بڑا ہو — تو ملک اپنے پیروں پہ کیونکر کھڑا ہو

مصنف رسالہ نے انتظامی محکمہ جات سے ایسی مثالیں دکھائی ہیں جن سے ہندوؤں کا قبضہ نمایاں ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی برتری ہمیشہ کے لئے قائم رکھنے کا ہر ممکنی طریقہ پر مسلمانوں کو علیحدہ کر رہے ہیں۔ آپ اس بین امر کی تائید کرتے ہیں کہ ہندوؤں کی افرادی کثرت

ایک زمانہ میں مسلمانوں کو غلامی کی زنجیر میں اور زیادہ جکڑ دیگی اور ان فقروں میں پر زور اپیل کرتے ہیں

برادران محترم - آپ نے بیشتر بھی ہندوستان کو بہت سے خطرات سے نجات دلائی ہے - اب پھر آپ کے ملک کی نازک حالت ہے - آپ مادر وطن کو خطرات سے پھر نجات دلائیے - آپ نے جن لوگوں کے ساتھ ہمیشہ انصاف و رواداری کا سلوک کیا ہے وہ آپ کے ساتھ انصاف نہیں کرتے - آپ دوسروں کے سہارے پر نہ بیٹھئے - خود کھڑے ہو جائیے ' مہر سکوت کو توڑ دیجئے ' اپنے گورکھپور اور لکھنؤ کے بھائیوں کی تقلید کیجئے - اپنے اپنے مطالبات پیش کرکے نیابت میں مساوات کا پرزور مطالبہ کیجئے۔

مصنف رسالہ نے مسئلہ جداگانہ نیابت پر بحث کرتے ہوئے خیالات کی پوری آزادی کا اظہار کیا ہے - آپ نیابت میں ایسے تناسب چاہتے ہیں جن سے ہندو و مسلمان یکساں طور پر فائدہ اٹھائیں اور ایسے انتظام کی عدم موجودگی میں آپ چاہتے ہیں کہ ہندوستان ہندو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

آپ کے دلائل واقعات اور مستحکم توجیہات پر مبنی ہیں آپ کا یہ خیال کہ ہم مسلمانوں کو تمام ہندوستان کا مطالبہ کرنا چاہئے ' گو تحریر میں نہایت معقول اور بخوبی سمجھ میں آنیوالا معلوم ہوتا ہے - لیکن عملاً دشوار ہے - اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے دلائل سے زیادہ اور چیزوں کی بھی ضرورت ہے ، ہمارے بزرگوں نے ہندوستان کی سلطنت بیشمار جانی اور مالی قربانیوں سے حاصل کی تھی - جب تک ہم ویسی ہی قربانیوں کے لئے تیار نہوں ہم کو ایسی امیدیں بھی نہ کرنا چاہئیں - رسالہ بہت اچھا لکھا ہے اور پڑھنے کے قابل ہے

'ینگ مسلم' دہلی

۱- قاضی مقبول حسین صاحب نے اپنے مضامین جو وقتاً فوقتاً لکھ کر اخبارات میں شائع کرائے ہیں - رسالہ "ایکوئلٹی" میں جس کا دوسرا نام جداگانہ نیابت اور ہندو مسلم تناسب ہے جمع کئے ہیں - قاضی صاحب نے مسلمانوں کا معاملہ نہایت زبردست کر دیا ہے اور ہم اس معاملہ میں کہ جداگانہ نیابت میں مسلمانوں کو ان کے واجبی حقوق نہیں دیئے گئے قاضی صاحب سے بالکل متفق ہیں - انصاف یہی ہے کہ ہر سیاسی اور ملکی معاملہ میں دونوں بڑی

اقوام کو مساوی حقوق دیئے جائیں۔ ہندوؤں کی کثرت ملازمت اور ہر شعبہ میں مسلمانوں کے لئے سخت مضرت رساں ثابت ہو رہی ہے۔ اور ایک منصف گورنمنٹ کو لازم ہے کہ وہ اس غلطی کو جو سالہا سال سے چلی آرہی ہے اور جس سے اقلیت کو نقصان پہونچ رہا ہے دور کر دے۔ قاضی مقبول حسین صاحب کے خیالات بہت غور طلب اور کثرت سے شائع کئے جانے کے قابل ہیں۔ زبان کی چستی اور چھاپہ کی غلطیاں جن کا ذمہ دار یہ نہیں ہی قرار نہیں دیا جا سکتا ضرور کچھ قابل افسوس ہیں مگر جو بات واقعی اہم ہے وہ آپ کے جذبات اور آپ کے دلائل ہیں اور جو قابل غور ہیں اور ہم انکی طرف نہ صرف ہندو و مسلمانوں بلکہ گورنمنٹ کی بھی توجہ مبذول کرتے ہیں۔ ۲۷ جنوری ۱۹۲۸ء

۲۔ ایک متدین خدمتگزار قاضی مقبول حسین صاحب کی خدمات اسقدر مشہور ہیں کہ اون کے خاص تذکرے کی ضرورت نہیں۔ جو بات حقیقتاً قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی قوم اور اپنے ملک کی پوری قابلیت کے ساتھ بغیر کسی دنیوی لالچ کے خدمت کرنا چاہی کم یہ بنی نہیں بلکہ آپ نے اون خدمات کے معاوضے میں جن کی آپ کے جذبات اور ضمیر نے رہبری کی ہے ذلیل دنیوی اُجرت لینے سے انکار کیا ہے۔ قاضی صاحب اس ملک میں کسی سیاسی جماعت سے تعلق نہیں رکھتے۔ آپ آزاد خیال خدمتگزار ہیں اور آپ نے سچائی یکسانیت اور لوٹے تو اون کے ساتھ بلا لحاظ نسل و قوم و مذہب دوسروں کے خیالات کے متعلق تعریف و نکتہ چینی کی ہے۔ آپ مقدس مقامات کی زیارات کے لئے تشریف لیجانے والے ہیں خدائے پاک آپ کو اپنے سایہ میں لے، بری و بحری سفر کے حادثوں سے محفوظ رکھے اور اپنے بے پایاں فضل و کرم سے ایسے شخص کو ہمارے پاس واپس بھیجے جسکی عزت کرنے میں ہم کو مسرت ہو اور جو اپنے آپ کو ایک حقیر خدمتگزار کہتے ہوئے یکسوئی طبیعت اور بخصوص منفقہ کے ساتھ ہماری فلاح اور ملک کی ترقی کے لئے جد و جہد کرے۔ قاضی صاحب دنیا میں اپنی خدمات کا معاوضہ نہیں دیکھتے لیکن آپ کا انعام اس کے بعد یقینی ہے کیونکہ بنی نوع انسان کی محبت آپ کے دل کی زندگی ہے۔ ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم آپ کے بے لوث خدمات کا اعتراف کریں۔ ۱۳ مارچ ۱۹۲۸ء

علیگڑھ میل ۱۶ نومبر ۱۹۲۸ء

علی گڑھ میل کے ایڈیٹر کو آل مسلم پارٹیز کانفرنس منعقدہ کانپور کے موقعہ پر اتفاق سے قاضی

مقبول حسین صاحب سے جو نہایت سادہ اور شریف النفس انسان ہیں ملنے کا اتفاق ہوا۔ آپ کا مشغلہ اور شغف مسلم حقوق کے تحفظ میں مضامین شائع کر کے اپنے مخصوص نقطۂ نظر کے موافق قوم کی خدمت کرنا ہے۔ آپ بے لوث کارکن معلوم ہوتے ہیں اور جیسے آپ نے ہوش سنبھالا ہے تحریر کے ذریعہ سے اپنی قوم کی خدمت میں کوشاں ہیں جس کے لئے کسی دنیوی معاوضہ کے آپ متمنی نہیں رہے ہیں۔

حال میں آپ نے اپنے دو رسالے "ایکوئلٹی" انگریزی میں اور "خیالات مقبول" اردو میں ہمارے پاس بھیجے ہیں ان میں مختلف مضامین جو وقتاً فوقتاً اخبارات کو بھیجتے رہے ہیں دوبارہ شائع ہوئے ہیں۔ قاضی صاحب موصوف کے رسالوں میں مسلم اقلیت کا تحفظ مستحکم دلائل کے ساتھ کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ قاضی صاحب کے رسالوں کا موجودہ نازک زمانہ میں شائع ہونا ہمارے سیاسی مطالبات اور بیداری کو اچھی طرح سے واضح کرنے میں بہت مفید ہے۔ اور ہم مسلمانوں کو مشورہ دینگے کہ وہ غور سے انکو پڑھیں۔

آئی۔ ڈی۔ ٹی لکھنؤ۔ ۲۹ جولائی ۱۹۲۵ء

قاضی مقبول حسین صاحب کا نام اخبار بین حضرات کے لئے محتاج تعارف نہیں ہے۔ ہندوستانی سیاسیات کے متعلق آپ نے متعدد مضامین انگریزی اردو اخبارات کو لکھے ہیں اور مسلمانوں کو مفید طریقہ کار سے مطلع کرنے کی پوری کوشش فرمائی ہے۔ حال میں آپ نے اپنے خیالات اور مفید مضامین کا مجموعہ شائع فرمایا ہے۔ جو ہر مسیر صاحب الرائے کو عند الطلب مفت روانہ کیا جاتا ہے۔ اس مجموعہ میں مضامین "مسلمان اور عہد اگلا ذہانت"، "ملازمت"، "عمل اتحاد"، "شدھی اور سنگھٹن"، "ترک موالات"، "سوراج"، "تبلیغ و تنظیم" پر مختصر مگر مدلل بحث کی گئی ہے۔ خیر خواہان ملک کو انکی فروگذاشتیں بتائی گئی ہیں اور پبلک بےچینی رفع کرنے کے متعلق مفید مشورے دیئے گئے ہیں۔

قاضی صاحب ملک کے ان سچے رہنماؤں میں ہیں جو دل میں ملکی درد کے ساتھ مذہبی جذبات بھی رکھتے ہیں اور جو مذہب کو مذہب سمجھتے ہیں ان میں نہیں ہیں جن کو اس اوّلیت میں اشتباہ ہے۔ اس پمفلٹ کو پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے اور لطف یہ ہے

کہ اس میں کسی قوم کے ساتھ منافرت پیدا کرنے والے خیالات کا اظہار نہیں کیا گیا ہے اور یہ خاص طرز قاضی صاحب کا ہے۔ اخبار "آئی۔ ڈی۔ ٹی" اور مشرق میں قاضی صاحب نے اپنی سلجھی ہوئی رائے کا اظہار کیا ہے۔ قاضی صاحب کے جذبات کا اثر گرد و پیش ہوگا مگر دیرپا ضرور ہوگا۔

مدینہ بجنور ۹ نومبر ۱۹۲۶ء

قاضی مقبول حسین صاحب کے سیاسی اور قومی خیالات سے ناظرین مدینہ واقف ہیں۔ آپ جداگانہ قومی نیابت، جداگانہ انتخابات اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے علمبردار ہیں۔ آپ نے "ایکولٹی" نام سے ایک رسالہ انگریزی زبان میں مرتب فرما کر شائع کیا ہے۔ اس میں آپ نے اپنے خیالات کی تائید میں دلائل پیش فرمائے ہیں۔ ہندوستان کے موجودہ سیاست کے دور میں اس رسالہ کا مطالعہ بصیرت افروزی کا باعث ہوگا۔

"پیکر" رائے بریلی مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۲۶ء

خیالات مقبول مذکرہ بالا نام کا ایک پمفلٹ ہم کو برائے ریویو موصول ہوا ہے جس کے مصنف قاضی مقبول حسین صاحب ہیں۔ قومی سیاست کی دنیا میں قاضی صاحب موصوف کی مشہور روزگار اور معارف عوام ہستی سے کون ہے جو ناواقف ہے۔ موصوف نے جس دلچسپی، یکسوئی، سچی قومی ہمدردی سے کام لے کر بدقسمت ہندوستانی مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے وہ کسی تصریح مزید کی محتاج نہیں۔ ہندوستان کے بیشتر موقر جرائد قاضی صاحب موصوف کے مساویانہ اور غیر متعصبانہ رویہ پر ریویو کرتے ہوئے اظہار اطمینان کر چکے ہیں۔

پمفلٹ کے متعلق ہم یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اس میں مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل، نظم و نسق، ترتیب و تنظیم نیز مساویانہ طرز عمل پر ایک جامع اور موثر تقریر، ایک مدلل بحث، ایک بلکہ کئی عالمگیر اصول کار کے ساتھ قاضی صاحب موصوف کا مخصوص پرجوش انداز بھی موجود ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہر انصاف پسند قاضی صاحب کی سحر بیانی کا شکار ہوئے بغیر نہیں بچتا۔

"خاور" لاہور ۷ جون ۱۹۲۶ء

خیالات مقبول اس نام کا ایک رسالہ مصنفہ قاضی مقبول حسین صاحب برائے ریویو

ہمیں پہونچا ہے۔ اس میں قاضی صاحب نے موجودہ سیاسی حالات میں ہندو مسلم اتحاد اور
دوسرے مابہ النزاع امور پر نہایت متانت سے بحث کی ہے۔ اس رسالہ کو پڑھ کر ہم یہ بات ضرور
کہیں گے کہ قاضی صاحب فن سیاست کے ماہر ہیں اور یاد رہا یا ناممکن اصل باتوں سے ان کو
سخت نفرت ہے۔ اتحاد بین المسلمین کے متعلق بھی آپ کے خیالات قابل قدر ہیں۔ آپ کی رائے
میں مخلوط انتخاب تاوقتیکہ ہندو مسلمانوں میں مساوات نہ ہو جائے۔ ایک لایعنی چیز ہے مختصر یہ کہ
قاضی صاحب نے نہایت خوبی کے ساتھ درمیانی درجہ کے سیاست دانوں کی ترجمانی کی ہے
اور سطحی سیاست پر نہرو اینڈ کمپنی کا تیار کردہ حقیقتہ مکاری لگا کر تبصرہ نہیں کیا بلکہ آپ نے
حالات حاضرہ کے متعلق یہ تعین فرما کر کہ انہیں کبھی تغیر تبدیل ہو گا نہایت صفائی سے اظہار
خیال فرمایا ہے۔

الخلیل، میرٹھ ۱۲ اگست سنہ ۱۹۲۸ء

خیالات مقبول | ۱۸×۲۲ کی تقطیع کے ساٹھ صفحات کا یہ ایک رسالہ ہے۔ اتحاد بین المسلمین
کے سلسلہ میں لکھا گیا ہے اور ہمارے کرم فرما جناب قاضی مقبول حسین صاحب جرنلسٹ نے اس رسالہ
کو نہایت قابلیت کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ ہم قاضی صاحب کو ان کی اس قومی خدمت پر قابل
تبریک و تہنیت تصور کرتے ہیں۔ آپ نے قومی ضروریات کا پوری طرح مطالعہ کرنے کے بعد
نہایت موثر دل آویز انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ رسالہ نہایت مفید ہے اور موجودہ
فضا میں اس قسم کی تحریرات غالباً بہت سے نقائص دور کر سکتی ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ مسلم
پبلک اس کی دل سے قدر کرے گی تاکہ قاضی صاحب موصوف آئندہ بھی قومی خدمت میں
پوری جد و جہد کے ساتھ منہمک رہیں۔

درخشن مورخہ ۸ اپریل سنہ ۱۹۲۹ء

ہندوستان کا جرنلسٹ | زمانہ جانتا ہے، دنیا دیکھ رہی ہے، ملک کا بچہ بچہ جس کے
احسان سے تا یہ عمر سبکدوش نہیں ہو سکتا، مادر ہند اپنی سپوت کی خدمات سے متشکر
و احسان کے نعرے لگا رہی ہے، جس نے ملکی خدمات وہ کیں کہ اپنی تندرستی جیسی نایاب شے کو
خیر باد کہہ دیا، جس کی ہستی بد نصیب ہندوستانیوں کے واسطے باعث فخر ہے وہ ہستی

مخدوم عالیجناب قاضی مقبول حسین صاحب جرنلسٹ کی ہے۔ ہم نے ۲ر اپریل کو قاضی صاحب موصوف کی خدمت میں ایک عریضہ اپنی ناچیز اخبار میں چار چاند لگانے کی غرض سے ارسال کیا تھا۔ قاضی صاحب نے اپنی شرافت اور عالی نسبی کا ثبوت دیتے ہوئے جو جواب تحریر فرمایا ہے اور آئندہ کے لیے اس غریب اور نادار اخبار کی لغزش کی دنیوی طمانیت کے جو حوصلہ افزائی فرمائی ہے وہ بجنسہ ہدیہ ناظرین کرام کی جاتی ہے اور اس کے بعد ہم اپنی توجہ والیان ملک کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ ایسے بیش بہا لعل کی جو قدر و قیمت ہو وہ تھوڑی ہے۔ ازاں بعد ہمارے پاس وہ الفاظ نہیں جو قاضی صاحب کے شکریہ کے واسطے درج کیے جائیں ہاں البتہ یہ دعا ہے کہ خدا آپ کو ہمارے سر پر قائم رکھے۔۔۔۔ ہم اپنی قوم اور ملک کی طرف سے قاضی صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس شعر پر ان ناچیز سطور کو ختم کرتے ہیں۔

گلشن میں سرو فوج میں مثل نشان رہو ۔ عالم میں سربلند رہو تم جہاں رہو

چوکیدار ۱۲ر مئی ۱۹۲۹ء

اب بھی ہمارے وطن میں ایسے سنجیدہ خیال خیر خواہ ملک و ملت موجود ہیں جو اپنی صحیح نباضی اور سچی تشخیص سے مریض قوم کا علاج کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں اور جو بہ حالت قومی و معنوی نبض کرنے میں "رگہائے گردن بحجت قوی" نہیں کرتے بلکہ خیر اندیشی و مصلحت بینی کے پیکر مجسم ہیں۔ ان سچے محبان ملک و ملت کے خیالات جو ہماری مطمح نظر سے متحد و متفق ہیں شکریہ کے ساتھ ہم نہ صرف شائع ہی کریں گے بلکہ اپنے مقصد کی توثیق کے بہترین و موثر نظائر کے طور پر پبلک کے روبرو پیش کریں گے۔

ان ہی محسن قوم و ملک ہستیوں میں ایک بزرگ محترم جناب قاضی مقبول حسین صاحب ہیں جن کی ہائے و ہوئے مستانہ نے اس دور آخر میں حریفان بزم بیخودی کو صورت آشنا اسرار حقیقت بنا دیا ہے اور جن سے ہم کو اسی ہفتہ شرف تعرف حاصل ہوا ہے۔ آپ کے دل میں بھی وہی درد اور سر میں وہی سودا محسوس ہوتا ہے جس نے مجور کو ایک عرصے سے سودائی بنا رکھا ہے۔ پھر ایسے ہم مشرب حریف ساغر حقیقت کے خیر مقدم کے لیے اہل باطن کے آنکھیں فرش راہ کیوں نہ ہوں۔ آپ کا مفاوضہ گرامی ذیل میں درج کیا جاتا ہے جس سے حق پسند منصف مزاج ناظرین کو آپ کی بلند نظری کا اندازہ ہو جائے گا۔ کاش ملک و قوم میں ایسے ہی چند دیوانے

اور پیدا ہو جاتے جو ان کثیر التعداد فرزاندوں کی باہمی محبت و یگانگت اور داد آشتی کو بالکل مٹا دیتے۔

'مخبر عالم' ۔ ۲۳ جون ۱۹۲۸ء

خیالات مقبول | قاضی صاحب جمعیۃ العلما اور جمعیت الخلافت کے نظام ترکیبی میں جو ترمیم چاہتے ہیں وہ خصوصیت کے ساتھ قابل غور ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر فرقہ کے مسلمان اپنے اپنے عقائد پر قائم رہتے ہوئے ملکی معاملات میں ایک جان اور بہتر ڈھانچے بنا دیں اور باہمی تعصب اور تنفر کو جو نام نہاد مسلمان اپنے گفتار و کردار سے پھیلاتے رہتے ہیں وہ دور کردیں۔ قاضی صاحب نے کسی خاص فرقہ کے عقائد سے بحث نہیں کی ہے۔ آپ نے اون لوگوں کو جو ایک دوسرے کے خلاف کفر کے فتوے دیتے یا جو کسی کے رسم و رواج کے خلاف اور اپنے رسم و رواج جاری رکھنے کے لیے دل آزار پیرایوں میں پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں ضرور بری نگاہ سے دیکھا ہے۔

قاضی صاحب کے خیال میں حکومت کے اندر تناسب آبادی کا معیار قائم کرنا ہندوستان جیسے ملک کی اقلیت اور ہندی جمہوریت کے لیے سخت مضر ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ جو کچھ سیاسی حقوق ہندو مسلمانوں کو دیے جائیں وہ مساویانہ تقسیم ہوں۔ آپ کے اس خیال کو متعدد معززاردو انگریزی اخبارات نے نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ موجودہ زمانہ کی رفتار دیکھتے ہوئے آپ جداگانہ نیابت اور جداگانہ انتخابات نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ آپ کے خیال میں ہندوستانی حکومت خود اختیاری کی قابل ابھی ہرگز نہیں اور ہندوستانیوں کی یہ جدوجہد قبل از وقت اور ملک واقوام ملک کے لیے سخت مضر ہے۔ آپ مسلم اقلیت کے حقوق کا تحفظ بسا ضروری سمجھتے ہیں اور اپنے ہمسایوں یا غیر ملکی حکومت سے نفرت رکھنا جو آجکل کا فیشن قرار پا چکا ہے مسلمانوں کے لیے پسند نہیں فرماتے ہمارے نزدیک آپ کے خیالات ضرور قابل غور ہیں آپ نے ہر معاملہ کو صاف صاف طور پر بیان کرکے سوچنے اور سمجھنے کا پورا پورا موقعہ دیا ہے۔ کیا اچھا ہو اس رسالہ کو طلب کرکے حضرات اہل الرائے ٹھنڈے دل سے غور کریں اور فائدہ اٹھائیں۔

'المعدل' بدایوں ۔ مورخہ ۲ ار نومبر ۱۹۲۶ء

برادر محترم جناب قاضی مقبول حسین صاحب۔ بدایوں کے مشہور و معروف خاندان کے ممبر ہیں۔ آپ نے مراد آباد ہائی اسکول اور علی گڑھ میں تعلیم پائی ہے۔ خلوص، صداقت، دیانتداری، خدمت خلق شعار

نمود سے نفرت، دنیا پرستی سے بیزاری، صاف گوئی ہمیشہ آپ کے شیوہ رہے ہیں آپ کا دل سچے اسلامی جذبات
اور حب الوطنی سے لبریز ہے۔ دوستوں کو نفع پہنچانے میں اپنے نقصان اور تکلیف کو کبھی محسوس نہیں فرمایا
احسان فراموش عہد شکنوں سے باوجود قوت و قدرت کے بدلا لینا نہیں چاہتے۔ آپ کا مقولہ ہے کہ دنیوی
عزت اور تمول کی مسلمانوں کو کچھ ضرورت نہیں۔ انکی عزت اور انکی ثروت ان کے سچے قومی احساس اور
باہمی خلوص میں پوشیدہ ہے جس پر عمل کرنے ہی سے سب کچھ وصول ہے۔ آپ کی تحریر میں خاص خوبی یہ ہے
کہ کسی فرقہ یا کسی مذہب کے خلاف ایک لفظ کبھی نہیں نکلا۔ حالانکہ آپ نے ایسے مبحث پر قلم فرسائی کی
جن میں تلخ الفاظ اور فقروں سے ہر اوقات گریز نہایت دشوار ہے۔ یہی خوبی آپ کے خلوص اور رواداری
کی خود نظیر ہے۔ اپنی والدہ ماجدہ اور اہلیہ محترمہ کے انتقال کے بعد آپ نے دنیا کی تمام فکروں کو چھوڑ دیا
اور اپنے ملک اور اپنی قوم کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ اور آٹھ دس سال سے مسلسل جس
خوبی سے خاموشی کے ساتھ یہ خدمات انجام دے رہے ہیں وہ ناظرین اخبارات سے ہرگز پوشیدہ نہیں۔
معزز اخبار "مشرق" گورکھپور سے آپ کو بہت زیادہ دلچسپی ہے۔ اسی اخبار کے ذریعہ سے آپ نے اپنے
اعلیٰ خیالات کا گذشتہ سالوں میں خصوصیت سے اظہار فرمایا ہے دیگر موقر اخبارات۔ ہمدم، الخلیل
مدینہ، وغیرہم میں آپ کے مضامین نمایاں مقامات پر کثرت سے شائع ہوئے ہیں۔ آپ نے ہر اہم مسئلہ
پر متانت اور سنجیدگی سے بحث فرمائی ہے۔ اتحاد بین المسلمین اور حکومت میں ہندو مسلم مساوات پر
آپ نے خصوصیت کے ساتھ توجہ فرمائی ہے۔ اور جو دلائل آپ نے ان مسائل کی اہمیت، واجبیت،
اور ضرورت کی تائید میں پیش کئے ہیں وہ حقیقتاً آپ ہی کا حصہ ہے آپ کے خلوص اور آپ کی
خدمات کا متعدد موقر اخباروں نے خصوصیت کے ساتھ اظہار فرمایا ہے فرقہ ہائے اسلام کے ممتاز علماء
نے آپ کے حق میں دعائے خیر فرمائی ہے اور آپ کی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ اکابر قوم نے بھی
اظہار خوشنودی فرما کر آپ کے خیالات اور آپ کی خدمات کا اعتراف کیا ہے ہم اپنے برادر محترم سلمہ اللہ
تعالیٰ کو جس کی خلوت میں جلوت ہے تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں اور دست بدعا ہیں کہ اللہ پاک اس سچے خادم
کی محنت کو کامیابی کا شرف عطا فرمائے۔ (آمین)

مشرق گورکھپور

مشرق میں مساوات پر ۱۹۱۹ء سے مضامین لکھے جا رہے ہیں اور مشرق کے معزز مضمون نگار
قاضی مقبول حسین صاحب نے بہت زیادہ آئی۔ ڈی۔ ٹی اور مشرق میں مساوات پر زور دیا ہے اور۔

ایسے دلائل پیش کئے ہیں کہ ہر شخص نے تسلیم کر لیا ہے کہ بیشک مسلمانوں کا دعویٰ صحیح ہے حقوق افراد پر تقسیم نہیں ہوتے اقوام پر ہوتے ہیں۔ (۲۶ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

جناب قاضی مقبول حسین صاحب اطمینان رکھیں کہ اُن کے انگریزی اُردو کے پمفلٹ اور تمام مضامین بھی گورنمنٹ عالیہ کے پیش نظر ضرور ہونگے۔ یہ غیر ممکن ہے کہ گورنمنٹ ایسے اہم اور مہتم بالشان مضامین کی طرف سے چشم پوشی کریگی۔ جن سے ہندوستان کی قومیں یک جہتی اور ملکی امن کی قائمی وابستہ ہے اور جن سے کسی قوم کو فوقیت دیکر ملک کو تباہ کرنا مقصود نہیں۔ (۹ ستمبر ۱۹۲۶ء)

قاضی صاحب ملک اور اقوام ہند کی خدمت جس ایثار اور خلوص سے فرما رہے ہیں اُسکا معاوضہ صرف خدا ہی دے سکتا ہے (۳۰ دسمبر ۱۹۲۶ء)

قاضی مقبول حسین صاحب کے پمفلٹوں اور مضامین کی شہرت اب تعارف کی محتاج نہیں رہی ہے مشرق کیا ہندوستان کے اعلیٰ و ادنیٰ تمام اخباروں نے تسلیم کر لیا ہے کہ قاضی صاحب بہت نیک خیال اور سچے قوم پرست ہیں اور ملک کی دونوں قوموں میں مصالحت کرنیکی حمایت میں سرگرمی سے کام لیتے ہیں اور تقریباً ہر ذی ہوش مسلمان کا یہی فرض ہے کہ وہ اپنے حقوق کی نگہداشت کے ساتھ دوسری قوموں کے حقوق کا بھی پورا لحاظ رکھے اور لومتہ لائم کی ذرا بھی پروا نہ کرے۔ یہ مسلک ہندوستان میں مشرق کا رہا ہے۔

قاضی مقبول حسین صاحب کے مضامین چونکہ بہت صحیح صحیح ہندو مسلم پالیسی کے موافق ہوتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ زندہ رہو اور زندہ رہنے دو۔ اسوجہ سے ہمکو آپکے مضامین درج کرنے میں بہت لطف آتا ہے۔

صدہا مضامین جناب قاضی صاحب نے سیاسیات پر لکھے ہیں اور خوب لکھے ہیں گو بظاہر انکی داد بہت کم دیگئی ہے مگر جب گورنمنٹ کو معلوم ہوگا کہ واقعی غلطی کی گئی ہے اور ہندو مسلم کو اپنے جسم کا حال معلوم ہوگا تو سب کف افسوس ملیں گے کہ پہلے سے ان پر غور کیوں نہیں کیا گیا۔ آج ہم ذیل میں چند مضمون۔ اصلاحات کے رمز عجیب تماشہ مسلمانوں کی تحریکیں۔ شیخ محمد امین صاحب بیرسٹر۔ قاضی صاحب درج کرتے ہیں ان کے پڑھنے کے بعد ہر ہندو مسلمان خیال کر سکتا ہے کہ ان مضامین سے اتحاد صحیح معنوں میں پیدا ہوگا۔ یا نہیں اور گورنمنٹ خیال فرما سکتی ہے کہ اصل خیلٹ قاضی مقبول حسین صاحب ہیں یا وہ لوگ جو گورنمنٹ سے کسب زر کرتے ہیں اور در اصل ہندو مسلمانوں کی لڑائی سے۔

بعض اخبارات کے ریویو بوجہ کمی گنجایش شامل نہیں کئے جا سکے۔ جسکا بیحد افسوس ہے۔ اگر زندگی ہے تو انشاء اللہ پھر کسی موقعہ پر تمام ریویو شکریہ کے ساتھ شائع ہو سکیں گے۔ موقر اخبارات مندرجہ بالا نے آپ نے اپنے بیش قیمت خیالات کا مہربانی فرماکر ضرور اظہار فرمائیں۔ اور ایک کاپی اخبار کی احقر کے پاس بھیجدیں۔ شکریہ

نظمِ اظہارِ خیال

از لسان القوم عالیجناب مولانا سید محمد تقی صاحب صفی مدظلہ العالی

خیالاتِ مجمل، بمقبولِ عالم — مضامین دلکش، تدابیر محکم
سیاسی مسائل کا ذکر مسلسل — مباحث مدلّل، دلائل مکمل
خلوص و صداقت کی تصویر سادہ — دل آویز انداز تحریر سادہ
گورنمنٹ برطانیہ کے صلاحیں — وہ ہیں جن سے مقصود ملکی فلاحیں
کہ فرقے وہ جنہیں کہتے ہیں فرقے — حکومت میں پائیں برابر کے حصے
ملیں گے جب ان کو حقوق مساوی — کرینگے نہ تخریب میں کچھ کاوی
حکومت کے بازو ہیں ہندو مسلمان — ضرورت ہے دونوں میں ہو زور یکساں
جب اک پاؤں چھوٹا ہو اور اک بڑا ہو — تو ملک اپنے پیروں پہ کیونکر کھڑا ہو
وہ طائر کہ جسکا ہو سست ایک بازو — بلندی پہ کیونکر کرے گا تگاپو
وہ گاڑی کہ جسمیں نہ یکساں ہوں پہیے — چلیگی سہولت سے کس طرح کہیے
ترازو کے پلے جو ہوں نامساوی — توازن میں ہر وقت دقت پڑیگی
ملے گا اگر اقتدار مساوی — دفاتر پہ ہوگا نہ اک فرقہ حاوی
وہ شے جو کہ بنیادِ جنگ و جدل ہو — اقلیت اور اکثریت کا بل ہے
نظامِ حکومت میں ہر جزو غالب — لگا لیگا اپنے ہی قومی مطالب
مٹے گا وہ عنصر جو مغلوب ہوگا — یہ طرزِ عمل سخت معیوب ہوگا
مناسب نہیں ہے بلحاظِ تناسب — کہ ہے دونوں فرقوں میں قومی تعصب
جو قومی حکومت کے ہیں ولولے شیدا — رواداری انمیں نہ یوں ہوگی پیدا
مساوات ہی اس مرض کی دوا ہے — غلط ہے جو تدبیر اس کے سوا ہے

صفی برمحل ہے یہ فتوائے قاضی
اسی طرح ہونگے فریقین راضی

(از لسان الملک علامہ جناب سید ریاض احمد صاحب ریاض خیرآبادی مدظلہ العالی)

مساوات مقبول مقبول عالم — خیالات مقبول مقبول عالم
پسندیدہ سنجیدہ معقول ہر بات — زمانے میں کیوں ہو نہ مقبول ہر بات
سراپا خلوص اور سراپا صداقت — جدا جو نہ مذہب سے ہو وہ سیاست
لیے ساتھ اپنے وہ دنیا و دیں کو — کہ ہے جان دنیا جہاں آفریں کو
مودت کا ہے ولولا انکے دل میں — کہ ہے درد ہر قوم کا انکے دل میں
یہ خواہش بجا لائیں ہم ایسی خدمت — کہ ہو ملک کی غیر ملکوں میں عزت
رہیں ملک میں متحد ہو کے قومیں — رہیں ایک ہو کر ترقی کی زد میں

نہ عالم کے اقوام میں تفرقہ ہو — نہ اقوام اسلام میں تفرقہ ہو
نہ قلت کو کثرت سے شکوہ ہو کوئی — نہ کثرت کو قلت سے شکوہ ہو کوئی
جو ہمدردیاں ہوں رواداریاں ہوں — نہ یہ ذلتیں ہوں نہ یہ خواریاں ہوں
یہ تاریکیاں ملک سے جلد جائیں — بنیں چاند سورج کہ ہم سب شعاعیں

عقائد میں ہو فرق کیا کام اس سے — بہت ہے کہ بالا ہو اسلام اس سے
الگ رہیں اے کاش مسلک کی قسمیں — خلافت ہو ایسی کہ جمعیت ایسی
نہیں ممکن اس طرح ہرگز پنپنا — الگ اپنی ڈفلی الگ راگ اپنا
ترقی کی جھک جائیں ہر سمت راہیں — کریں تیرگی دور روشن شعاعیں

مساوات مقبول کو دیکھ کیا ہے — مساوات اک مشعل رہنما ہے
مساوات کا نکتہ نکلتا یہ چمکے — لگیں چار چاند اس کو اتنا یہ چمکے
مساوات ہے جام قاضی ہے ساقی — رہے مدتوں ساقی و جام باقی
مساوات مے ہے یہ کیسی بھری ہے — کہ شرمندہ شیشے کی جس سے پری ہے
مساوات کی مے یہ ہر سو بہے گی — تعصب کی آگ اس سے بجھکر رہیگی

نہیں ہوش رندوں کو کیسی پلائی
ریاض آج قاضی نے ایسی پلائی

(از مسدسِ عشق عالیجناب حضرت صفدر مرزاپوری)

وہ دل ہے جو دشمن میں قوم کا ہو قوم کا غم ہو
کلام نثر یہ مقبول کا مقبولِ عالم ہو

چمن کا پتا پتا وقفِ آفاتِ زمانہ ہے
نہ کیوں ہوں خندہ زن گل کیوں گریاں ابر شبنم ہو

تری تیغ زباں سے زخم ہیں دشمن کے سینے میں
ہنسی آجائے زخموں کو اگر یہ وار پیہم ہو

گہرباری تری کتنی ہے اے ابرِ کرم ہمت
نہ سوزانِ آتشِ دل ہو نہ گریاں چشمِ پُرنم ہو

ترا شانہ سیاست کا سنوارے گا اگر یوں ہی
مرا دعویٰ اگر پھر زلفِ جاناں میں ذرا خم ہو

چکائے سارے جھگڑے قوتِ فکرِ رسا تیری
نیا دورِ زمانہ پھر نیا دنیا کا عالم ہو

چمک اُٹھے ترے فیضِ سخن سے ایک اک ذرہ
وہی زریں اصولِ سلطنت پھر وہی جم جم ہو

اثر ہوتا چلا ہے کچھ تری جادو بیانی کا
مدد اے طبعِ عالی اب نہ یہ زورِ قلم کم ہو

نفاقِ باہمی نے کر دیا ہے قوم کو مردہ
مسیحا وہ [illegible] مسیح دم ہو

خدا رکھے سلامت سب اگر آپس میں مل جائیں
نصیبِ دوستاں راحت فزا پھر دردِ ہر غم ہو

تری اصلاح سے اصلاح ہو جائے زمانہ کی
مسرت ہو خوشی ہو پھر کوئی کیوں قوم کا ماتم ہو

زہے قسمت اگر ہندو مسلماں دونوں مل جائیں
حکومت کی نظر میں وقعتِ اولادِ آدم ہو

پرو دے جائیں پھر زنار میں تسبیح کے دانے
کرا کے شیخ و برہمن میں یہ رشتہ اور محکم ہو

عدالت گستری یہ ہو کہ دونوں حق برابر ہوں
گلہ ہو پھر نہ شکوہ ہو شکایت پھر نہ باہم ہو

زمانہ ہو اگر دشمن بگاڑ کر کیا بنا لے گا
مزہ ہو اتفاقِ باہمی ہم میں جو ہمدم ہو

اُٹھے غفلت کا پردا پھر چمن اقبال لہرائے
وہ ہو پھر اقتدار اپنا کہ صدقے شوکتِ جم ہو

سبق لیں لیڈرانِ قوم جو گم ہیں خوابِ غفلت کی
تری تحریر زخمِ خونچکاں کا بہرِ مرہم ہو

صدا مقبول کی سن لیں اگر صفدر چمن والے
کھلیں گُل ہائے رنگیں باغِ عالم کا وہ عالم ہو

(از لسان الہند عالیجناب مرزا [illegible] صاحب عزیز لکھنوی)

[illegible] اسمی مقبول ۔۔۔ [illegible]ل ہیں مضامین فنِ معقول
سیاست میں [illegible] یگانہ ۔۔۔ زہے عصرِ شباب زمانہ
[illegible] ۔۔۔ صفائیں وہی خواہ حکومت
[illegible] کی ہیں شائستہ ۔۔۔ سلاست آئینہ دارِ بلاغت
ہر اک تحریر کی تلاش تا سخن ۔۔۔ سبقِ اقوام ہے حرزِ نوامیس
سخن با سمع و دلچسپ [illegible] ۔۔۔ ہر اک فقرے میں دردِ دل کی تصویر
ثنا از سیدِ مرسل فرستادہ ہے را ۔۔۔ جزاہ اللہ فی الدارین خیرا
کیا ہے نقطہ نقطہ سے نمایاں ۔۔۔ شبستانِ سیاست کا چراغان
دماغِ ہند ہیں ہندو مسلم ۔۔۔ چراغِ ملک ہیں ہندو مسلم
مساوی حق محبت کا ادا ہو ۔۔۔ برابر دونوں آنکھوں میں ضیا ہو
رہے قائم اگر باہم مساوات ۔۔۔ ابھی ہو جائے اصلاحِ خیالات
اگر رکھے حقوق ان کے برابر ۔۔۔ حکومت کی عدالت ہے سراسر

یہی اسرار عزّ و منزلت ہیں
یہی زرّیں اصول سلطنت ہیں

(از لسان القوم مداح پیمبرؐ عالیجناب مرزا کاظم حسین صاحب محشر لکھنوی مدظلہ العالی)

حضرت مقبول بھی مقبول خاص و عام ہیں ۔۔۔ آپکی تحریریں جتنی ہیں وہ نیک انجام ہیں
فطرتاً زورِ قلم پایا ہے اُس انداز کا ۔۔۔ جو مصوّر ہے خیالاتِ نیاز و ناز کا
بحث ہیں قانون کی ایسے پیرایش دماغ ۔۔۔ فیض سے جنکے جلایا ملک و ملت کا چراغ
یوں کئے قائم جداگانہ نیابت کے اُصول ۔۔۔ جو مفید قوم ہیں اور ہیں محبت کے اُصول
لکھے احکام مساوات اور انہیں منوا دیا ۔۔۔ ملک کا بھی فائدہ اور فائدہ حکام کا
سچ اگر پوچھو تو یہ ہیں جوہرِ عقلِ سلیم ۔۔۔ ہو گئے آئینہ جس سے معنی امید و بیم
خامۂ مقبول اہلِ عقل کا استاد ہے ۔۔۔ پڑھنے والا جسکی ہر تحریر کا دل شاد ہے
دورۂ اسلام میں یہ لکھنے والا فرد ہے ۔۔۔ جسکی تحریروں میں قومی حاجتوں کا درد ہے

دل زبان آگاہ پالیٹکس میں ار خوب ہیں | جسقدر جلسے ہیں وہ سب قوم کے مطلب کے ہیں
نثر میں دیکھا طریقہ نظم ذلا دیر کا | ملک کے ایک ایک گوشہ میں ہے شہرہ جابجا

بے تکلف کہہ دے تحسین غنیمت ہیں یہ لوگ
ملک کو اور قوم کو رحمت حمایت ہیں یہ لوگ

(از رئیس الکلام عالیجناب حکیم خورشید حسن صاحب خورشید مدیر تحلیل)

واہ قاضی تیرے رہوار قلم کی سرپٹ | کیا ہی میدان سیاست کو کیا طے جھٹ پٹ
واہ کیا کہنا کہ رزم کے کنارے پیڑ کا | جب گیا اوسکا قدم ساحل گنگا سے ریٹ
بزم معنی میں تری آئے ہیں کس شان کے ساتھ | شاہدان سخن خاص الٹ کر گھونگٹ
چھا گیا زم پہ اغیار کے رنگ خجلت | کر کے چہرے سے ردا ہو گیا تو نے الٹ
ناوک صدق پڑا سینہ پہ اغیار کے کیا تھا | طائر کذب پھڑک کر بھی نہ لے گا کروٹ
وار اغیار سے شمشیر بیان کا نہ رکا | چاک سینہ ہوا اور دل بھی گیا بالکل پھٹ
تو نے ہشیار کیا ہے کہ نہ پی اے مسلم | غیر کے ہاتھ سے تو زہر کا پیالہ غٹ غٹ
کیا ہی بہتر ہے نصیحت تری میخواروں کو | بادۂ صاف کے بدلے نہ پیو تم تلچھٹ
تو مسلمان سے یہ کہتا ہے کہ نامرد نہ بنا | یعنی میدان سیاست میں دکھا کچھ جیوٹ
انتخاب اپنا جداگانہ ہی بہتر ہوگا | مختلط کفر سے جو ہو وہ گیا دین سے ہٹ
لے اگر حصہ کسی سے تو مساوی لینا | مختصر بات ہے کیوں آپ میں ہو گی گھبراہٹ
مست ہیں خواب تغافل سے مسلمان ابھی | اور زمانے نے قیامت کی اونکی بدلی کروٹ
ہندو افسر ہے محکمہ کا مسلمان محکوم | ہر دیا ہند میں ہندو تو مسلمان ڈلیوٹ
انکی تعداد عدالتوں میں ذرا دیکھو تو | فیصلہ کرتے ہیں محکموں میں یہ سارے جھٹ پٹ
قوم کے واسطے تبلیغ ہے تنظیم ہے خوب | ورنہ ہو جائیگا اب سارا علاقہ کورٹ

ہیں روانی میں وہ دریائے سخن ہوں خورشید
جس کے ہر قطرہ میں قلزم کی ہے اک پھیلاوٹ

مودت کا ہے ولولا انکے دل میں × کہ ہے درد ہر قوم کا انکے دل میں

(استاذالملک حضرت ریاض)



KAZI MAQBUL HUSAIN JOURNALIST

[1925.]

۴۸۶

انٹروڈکشن

حکومت میں ہندو مسلم مساوات

تجھے فکر کیوں ہے اے دل کہ یہ شب بسر نہ ہوگی
ہے ابھی اگر اندھیرا تو کبھی سحر بھی ہوگی

محبانِ وطن!

اکابرِ قوم اور ہمدردانِ ملت نے خواہش ظاہر فرمائی ہے کہ وہ مضامین جو احقر نے حکومت میں ہندو مسلم مساوات کی ضرورت اور واجبیت پر لکھے ہیں اور جو موقر اخبارات آئی ڈی لی۔ مسلم آؤٹ لک ہمدم۔ مشرق۔ مدینہ۔ انجلیسل وغیرہم میں شائع ہوتے رہے ہیں ایک جگہ جمع کر کے انڈین اور برٹش پبلک، انڈین و برٹش گورنمنٹ کے سامنے پیش کرنے کا انتظام کروں۔ میں اُن جمیع اصحاب گرامی کا جنہوں نے ملک کی نزار حالت دیکھ کر اور ہر قسم کے تجربے کر کے بالاخر مجھ سے اتفاق فرمایا اور اُن ممتاز اخبار والوں کا جنہوں نے مہربانی فرما کر مجھکو اظہار خیالات کا موقعہ عطا فرمایا۔ تہِ دل سے شکرگزار ہوں۔ بالخصوص معزز اخبار مشرق کا جس نے میرے تمام مضامین شائع فرمائے۔ اور اکثر مضامین پر فاضلانہ تبصرے فرما کر میری ہمت افزائی کی ہے۔

مجھکو بھی اس کا کچھ کم افسوس نہیں ہے کہ خلافت فنڈ خورد برد اور خرافات میں صرف ہو گیا جس کی آمد و خرچ و بقایا کا عوام کو اب تک کچھ علم نہیں۔ مجھکو اس کا کچھ کم افسوس نہیں کہ سوراج فنڈ پر سوراج والوں کا جن کے کچھ اور ہی ارادے ہیں بلا شرکت غیرے قبضہ ہے۔ مجھکو بھی اس کا کچھ کم افسوس نہیں کہ مسلم لیگ نے اپنی صفائی قلب سے رواداری قائم رکھنے کی خاطر جو ایک امید موہوم تھی اپنے کو کمزور کر لیا مجھکو بھی اس کا کچھ کم افسوس نہیں کہ کانگرس مخصوص لوگوں کی اکثریت کی وجہ سے انڈین نیشنل کانگرس کی حیثیت سے ہندوستان میں کام نہیں کر سکتی مگر بایں ہمہ مجھکو قوی امید ہے کہ بغیر کسی پروپیگنڈے کے بغیر کسی صرف کے بغیر کسی جمعیت کی حمایت کے بھی حق (حق اور باطل باطل خود بخود نظر آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور غیر جانبدار گورنمنٹ اسکو دیکھیگی اور

سمجھیگی اور اگر وہ منصف بھی ہو تو اسیر کی رہنما ہوگی۔

احقر کی عین خواہش ہے کہ یہ مضامین انگریزی اور اردو رسالوں کی شکل میں شائع ہو کر انڈین اور برٹش پبلک اراکین انڈین و برٹش گورنمنٹ ممبران انڈین و برٹش پارلیمنٹ میں تقسیم ہوں۔ ان مضامین کے ایک جگہ شائع ہونے سے دنیا والے دیکھیں گے اور سمجھیں گے کہ ہندوستان دیگر ممالک سے چند خصوصیات کی بنا پر جن کا اظہار کرتے مجھکو شرم آتی ہے بالکل مختلف ہے۔ دنیا والے محسوس کرلیں گے کہ ہماری اکثریت اور اقلیت کا بل حصول آزادی ہند ہندو مسلم اتحاد اور قیام امن میں سدراہ ہے۔ دنیا والے سمجھ لیں گے کہ ہندی حکومت میں ہندی اکثریت اور ہندی اقلیت کو مساوی حقوق ملنا واجب ہی نہیں بلکہ نہایت ضروری ہے اور جس پر اب تک عملدرآمد نہ ہونے کی وجہ سے ہندی اقلیت کو جو ہندی حکومت کا حقیقتاً دست راست اور ہندی قومیت کا اہم ترین عنصر ہے سخت ترین نقصان پہنچ چکا ہے۔ اور جس کا رہند ہونا انصاف کا خون اور اقلیت پر دیدہ و دانستہ شدید ظلم کرنا ہے۔ دنیا والے دیکھ لیں گے کہ اقلیت نے قومی استواری قائم کرنے کی خاطر اپنی ہستی کا کبھی خیال نہیں کیا اور اپنے وجود کو خطرے میں ڈال دیا اس سے بہتر سمجھا کہ وہ کونسلوں کی چند نشستوں اور ملازمتوں میں چند آسامیوں کے جن کو اکثریت بلاضرورت اپنی حکمت عملیوں سے اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتی تھی جھگڑا کرے۔ دنیا دیکھیگی کہ اقلیت کے جذبات حب الوطنی کا وہ اثر ظاہر نہیں ہوا جو دوسروں کے اطمینان دلانے کی موافق ہونا چاہیے تھا۔ اور جس کی خاطر اقلیت نے اپنی ہستی کو خطرے میں ڈال دیا تھا دنیا والے ہندی ذہنیت کو جس کا انکشاف ان مضامین سے ہوگا سمجھتے ہوئے خود فیصلہ کریں گے کہ فرقہ وارانہ تنگ نظری کا حقیقتاً کون ذمہ دار ہے اور کس نے اپنے فرقہ وارانہ مفاد کی خاطر قومیت کی جڑ کو کاٹ ڈالا دنیا والے فیصلہ کریں گے کہ حکومت ہند میں تناسب آبادی یا عدم جداگانہ نیابت کے اصول کیسے کیسے رنگ دکھائیں گے جبکہ ایک قوم کے سمجھدار افراد دوسری قوم کے لوگوں کو عبادت کرتے وقت پریشان کرنا اپنا دھرم سمجھتے ہیں۔ اور اس لئے کہ وہ جانوروں کا گوشت کھاتے اور قربانی کرتے ہیں اور بیشاب نہیں چھپے ان کی جانیں لینا اور اپنی جانیں دینا

مجھے یقین ہے کہ میرے مضامین پڑھکر دنیا والے حکومت ہند کے اراکین حکومت برطانیہ کے مدبر سوراج کے فدائی اور ہندو مسلم اتحاد کے دلدادہ یہ تسلیم کرلیں گے کہ حکومت ہند میں ہندو مسلم مساوات ہی وہ واحد اصول ہے جو بالکل حق بجانب ہے مستحکم اتحاد کا ذریعہ حصول آزادی کا پیش خیمہ حقیقتاً ہو سکتا ہے۔ اور جس سے ملک میں سازشیں بغاوتیں اور فتنہ و فساد ہمیشہ کے لئے

فنا ہو جائیں گے۔ اور مجھے پوری امید ہے کہ مبصرین و مدبرین اسی اصول کو حکومت کا اصل اصول قرار دیں گے۔

میں نے اس مسئلہ مساوات پر بہت غور کیا ہے میرا دعویٰ ہے کہ کوئی گندم نما جو فروش محب وطن یونین وہ خواہ کتنا ہی بھٹکا ہوا رہے کوئی مخصوص ذہنیت والا مرشد یا ہو۔ ہر ملت یوں وہ کتنا ہی فنا فی الملت اور فنا فی القوم اپنے کو ظاہر کرے اس مطالبہ کی واجبیت سے ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔ نہ میرے دلائل کو اس وجہ سے کہ وہ صاف باطنی اور نیک نیتی پر مبنی ہیں مسترد ہی کر سکتا ہے۔ اس پر غور کرنے سے وہ بھی انکار کریگا جو ہندو مسلم اتحاد اچھی نظر سے نہ دیکھتا ہو اور جو سچی سیلف گورنمنٹ کا حامی نہ ہو۔

میں نے اپنے محترم مہاتما گاندھی کی خدمت میں چند مضامین بغرض اظہار خیال جون ۱۹۲۴ء میں ارسال کیے تھے جن کے ملاحظہ کے بعد آنجناب نے سلسلہ خط و کتابت ہی ترک فرما دیا اور باوجود مستحکم وعدہ فرمالینے کے آج تک جواب مرحمت نہ فرمایا۔ حالانکہ یہ خط و کتابت پرائیویٹ تھی اور ہر حال میں اُن کی پوزیشن ویسی ہی محفوظ رہتی جیسا وہ رکھنا چاہتے تھے۔ میں نے اُن سے یہ عرض کیا تھا کہ اگر میرا مطالبہ نامعقول ہو تو میں آپ کا ہم خیال ہو جاؤنگا۔ ورنہ آپ میرے شریک ہو جاویں (میرے خیال میں سچے لیڈر کے لئے دلیری پر قائم رہنا اور مصیبت کے وقت فتنہ و فساد رفع کرنے کے لئے ہر قیمت پر کھڑا ہو جانا لازمی ہے) نہ اب تک باوجودیکہ ہر ایک مضمون نمایاں مقامات پر ممتاز اخباروں میں شائع ہوا ہے کسی فرزند ہند نے کوئی تردید فرمائی۔

اگر حکومت ہند، حکومت برطانیہ اور محبان وطن چاہتے ہیں کہ ہندوستان تہذیب کا گھر اور انسانوں کا مسکن بن جاوے۔ اور ہندیوں کو سیلف گورنمنٹ ملے تو اصول مساوات حکومت کے ہر شعبہ میں قائم کر دیا جائے تاکہ بدنیتی اور بے اطمینانی جو نسبت آبادی اور عدم جداگانہ نیابت کے بُرے اصولوں سے پیدا ہو گئے ہیں ہمیشہ کے لئے فنا ہوں اور دونوں اقوام کے افراد بھائی بھائی بن کر ملک کی ترقی کی طرف نیک نیتی اور اطمینان کے ساتھ ہمہ تن متوجہ ہوں۔

۱۔ مسلمانوں نے مادرِ ہند کیلئے کیا کیا؟

حکومت ہند پر اُن کے حقوق

یوں تو جس کا جو جی چاہے یا جس کی خود غرضی جو کہلوائے کہا کرے حقیقت امر یہ ہے کہ مسلمانوں سے زیادہ مادرِ ہند اور اُس کی حکومت میں کوئی دوسری قوم حقدار نہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ مسلمانوں نے مادرِ ہند کو آوارہ گرد مہاجرکشتیوں کی حیثیت سے نہیں بسایا' دنیا جانتی ہے کہ مسلمانوں نے مادرِ ہند کے فرزندوں کو نجس اور پاک ذاتوں میں تقسیم کرکے مادرِ ہند کو نقصان عظیم نہیں پہونچایا' دنیا جانتی ہے کہ مسلمانوں نے ستی اور دختر کشی کے رسوم جاری کرکے مادرِ ہند کے دل کو نہیں دکھایا' دنیا جانتی ہے کہ مسلمانوں نے کسی مختلف العقائد اور کمزور اقلیت کو پریشان اور ملک بدر کرکے مادرِ ہند کو ذلیل و رسوا نہیں کیا۔

مسلمانوں کی قربانیاں

دنیا جانتی ہے کہ مسلمانوں نے ملک کی حالت زار دیکھ کر اُس کو تہذیب اور شائستگی کا مسکن بنانے کی خاطر اُس کے ہر گوشہ میں اپنا خون بہایا اور بالآخر مادرِ ہند کو ایسا مزین کیا کہ آج ترقی کے زمانہ میں بھی دنیا بھر کے ماہر اُس کو دیکھ کر حیران رہجاتے ہیں۔ مسلمانوں نے مادرِ ہند کی بہبود کی خاطر سخت جانفشانیاں کیں اور اپنی ہستیوں کو دیگر فرزندان ملک کے سامنے بطور نمونہ پیش کرکے اونکو زندہ اقوام میں شمار کرادیا۔ اس کے مقابلہ میں کوئی دوسرے قوم بتائے کہ اوس نے مادرِ ہند کے حصول کی جدوجہد میں کے قطرے خون کے بہائے' اوس کے عام فرزندوں کے ساتھ کون سا نیک سلوک کیا یا کون ایسی بات کی جس پر اُس کو فخر ہو سکے۔ خفیہ سازشیں اور بغاوتیں کرنا' بم کے گولے چلانا' ڈکیتیاں مارنا یا ملک کے اصلی مالکوں اور اپنے سابق حکمرانوں کو موقعہ پاکر پریشان کرنا عزیز مادرِ ہند کے لیے باعث افتخار نہیں ہو سکتا۔ یہ حرکتیں اوسکی سخت تحقیر اور تذلیل کا باعث ہیں۔

مسلمانوں کی رواداری

مسلمانوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کا کام باوجود کامل اقتدار حاصل ہونے کے دلچسپی کے ساتھ کبھی نہیں کیا جو ناسمجھ اور متعصب افراد کے لیے شکایت کا سبب ہوتا سوامی جی آنجہانی گواہ ہیں مسلمانوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہم ساڑھے چار لاکھ دکھنی برہمن یا سارھے

سات کروڑ اشدہ مسلمان کرلیں گے۔ مسلمانوں نے باوجود کامل اقتدار حاصل ہونیکے مادر ہند کے ہر فرزند کے ساتھ وہ رواداری اور مساوات برتی ہے جس کی مثال ملنا دشوار ہی نہیں قطعی ناممکن ہے' مسلمانوں نے جبکہ انکی سلطنت کمزور ہوگئی اور ملک میں ابتری ہونے لگی مادر ہند کے لئے بہتر حکومت کی خاطر اپنے شاہی حقوق چھوڑ دیئے اور انگریزی راج کا سنگ بنیاد قائم کرنے کے لیے اپنے خون بہائے' مسلمانوں نے مادر ہند کی آئینی حکومت کی استواری کی خاطر کابل اور ٹرکی کے مقابلوں میں اپنے مقدس مقامات پر بھی جا جا کر اپنے بھائیوں سے جنگ کی' مسلمانوں نے دیگر فرزندان ہند کے ساتھ شیر وشکر رہنے کی خاطر غیر مسلموں کو اپنے عقائد مذہبی کے خلاف مساجد میں ممبروں پر چڑھایا' مسلمانوں نے ہر صوبہ میں اپنی اقلیت تسلیم کرلی اور ملک بھر میں اپنی سیاسی زندگی کو خطرے میں ڈالدیا' انہوں نے صوبجات بہار اور مدراس وغیرہم میں جہاں انکی اقلیت ہے ریفارم کے اجراء کی مخالفت کبھی نہ کی جس طرح کہ دیگر تعلیم یافتہ فرزندان ہند نے اپنی اقلیت کیوجہ سے صوبہ سرحدی میں ان ریفارم کے اجراء کی مخالفت کی ہے۔ ہے کوئی دوسری قوم جس نے مسلمانوں جیسا مادر ہند فرزندان ہند اور حکومت ہند کے ساتھ سلوک کیا ہو؟ آج وہ سامنے آوے' اور اپنے حقوق راستبازی کے ساتھ پیش کرے۔ ہم بھی ذرا حقدار کی شکل دیکھ لیں۔

مغالطہ

اگر کسی روشن دماغ اور صاف قلب فرزند ہند کو یہ خیال ہو کہ مسلمان بھی دیگر کمزور اقوام کی طرح ملک بدر کیے جا سکتے ہیں۔ تو وہ اس خیال کو اپنے روشن دماغ سے نکال ڈالے اور مسلمانوں کے جذبات کو متحرک نہ کرے۔ ان شیخ چلی کے منصوبوں سے بجز نقصان کے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا

۲۔ پیدائشی حق کی حقیقت

اکثر مدبرین ہندنے دنیا کی دیکھا دیکھی حکومت کو پیدائشی حق' تصور کرنے لگے ہیں۔ اگر انکے خیال کے موافق حکومت کو قوم کا پیدائشی حق سمجھ لیا جائے تو اس کے معنے یہ ہونگے کہ ایک قوم سے زیادہ اقوام کسی ملک میں نہ رہیں اور ایک ہی قوم اور مذہب کے لوگ ایک ملک میں ہمیشہ تک کے لئے مقید ہو جاویں' نہ وہ دوسرے ممالک میں بسیں نہ دوسرے ملک والے انکے یہاں آکر سکونت اختیار کریں۔ یہ اصول بالکل ناممکن' ناقابل عمل' انسانی جدوجہد کو مسدود

کر دینے والا اور مزید براں حکومت خود اختیاری ہی کی بیخکنی کا باعث ہوگا۔ پیدائشی حق جن معنوں میں ایک قوم کے لیے حق بجانب متصور ہوگا اونہی معنوں میں اوس قوم کے ہر فرد کیلیے بدرجہ اولیٰ حق بجانب تسلیم کرنا پڑے گا اور پھر حکومت خود اختیاری میں کثرت رائے اور قلت رائے کے عذرات بالکل بیجا ٹھہرینگے۔ کوئی اکثریت نہ کثرت رائے سے کسی اقلیت کے خواہشات کے خلاف کوئی کام کرنے کی مستحق نہوگی۔ اگر اکثریت کو حق ہوگا کہ وہ اپنے پیدائشی حق سے فائدہ اٹھاوے تو اقلیت کس اصول کی بنا پر اپنے پیدائشی حق سے فائدہ اٹھانے سے محروم رکھی جاویگی۔ دنیا کے ممالک ہمیشہ ایک ہی قوم اور ایک ہی مذہب کے مسکن نہیں رہے ہیں۔ اگر حکومت قدرتاً اقوام یا افراد کا پیدائشی حق ہوتی تو قدرت ممالک کی آب وہوا کو اوس قوم اور اُن افراد کے لیے جو اون میں آباد ہوں مخصوص کر دیتی۔ تاکہ یہ قدرتی حق دوسری اقوام اور افراد کے اِن ممالک میں بس جانے اور اِن کے حکومت میں دخل دینے سے جھگڑوں کا آلہ نہ بنجاوے قدرت نے ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا اور اقوام و افراد کو اونکی مرضیوں پر چھوڑ کر دنیا میں جہاں جہاں سکونت کرنے کے لیے آزاد کر دیا۔

تاریخی شہادت

ابھی ہندوستان میں بیاسی کی قدیم تاریخ تاریکی میں ہے مگر جدید تواریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہنود سے پیشتر اس ملک میں کول، بھیل، دراوڈین، سنتھال وغیرہم اقوام آباد تھیں جن کو اہل ہنود جیسے پیدائشی حق کے دعویداروں نے پیدائشی حقوق سے محروم کرکے ملک کی ترقی کے لیے ان کے غیر مفید ہونے کے عذر پر جنگلوں اور پہاڑوں میں کھدیڑ دیا اور زرخیز میدانوں میں آباد ہو گئے جن معنوں میں قومی اور انفرادی حقوق کی مزید تشریح کی ہے دنیا پر روشن ہے۔ یہ ان ہی حضرات نے علم سیکھنے کا عام پیدائشی حق غیر برہمن سے فن جنگ اور [illegible] سلطنت خود اختیاری کا عام پیدائشی حق غیر چھتری سے، صنعت و حرفت و تجارت کا عام پیدائشی حق غیر ویش سے ضبط کر لیا اور شودر غریبوں کا تو کوئی پیدائشی حق ہی تسلیم نہ کیا۔ یہ ہندو اوتاروں، رشیوں منیوں اور اکابر کے خیالات کا نتیجہ ہے۔ اب عقل کیونکر تسلیم کرے کہ عوام ہنود کی خواہشات اونکے اوتاروں، رشیوں منیوں اور اکابر کے نظریے سے بہتر ہے حکومت کسی قوم کسی مذہب اور کسی فرد کا پیدائشی حق نہیں۔ یہ محض اوسکا حق ہے جو اوس کا اہل ہے اور اہلیت کا مسئلہ اللہ سے بہتر کوئی طے نہیں کر سکتا۔

اگر انگریزوں کو ہندوستان پر محض اسوجہ سے کہ یہ اون کا ملک نہیں حکومت کرنا روا نہیں تو ہندو
مسلمانوں کا بھی یہ ملک قدیمی وطن نہیں، اگر انگریزوں کو روا نہیں کہ وہ ہندوستان پر اپنی فوقیت قائم کریں
تو ہندؤں کو کیونکر روا ہے کہ وہ اپنی اکثریت پر حکومتی شعبہ میں قائم کرا کے مسلمانوں پر اپنی فوقیت رکھیں
اور مسلمانوں کو اون کے پیدائشی حق سے فائدہ نہ اٹھانے دیں یا عیسائی، یہودی، پارسی، سکھ، جین،
بدھ، وغیرہ ہم جیسی قلیل التعداد دوسری ہستیوں کو جن میں سے اکثر آج مطلب براریوں کے لئے دوست
گردانے جا رہے ہیں کل موقعہ پا کر پریشان کریں۔ جو حق ہندوستان میں ہندؤں کو حاصل ہے اوس سے
زیادہ مسلمانوں کا حق ہے، دیگر اقوام و مذاہب بھی اونہیں جیسے حقوق کے مستحق ہیں۔ آگے پیچھے آنے
سے حقوق میں سر مو فرق نہیں آسکتا۔ حکومت خود اختیاری کے لئے یہ قابلیت کسی طرح سفارشی نہیں ہو سکتی
کہ کوئی کثیر التعداد قوم اپنی خود غرضیوں کے لحاظ ایک لچر اصول قائم کرے اور پھر اس اصول کو بھی دوسروں
کے حق میں محض اس وجہ سے کہ اپنی مطلب براری نہیں ہوتی پس پشت ڈالدے۔

مسلمان غور کریں

مسلمان خصوصیت کے ساتھ اتنا اور غور کریں کہ حسد، بغض اور احسان فراموشی خواہ کسی اسکے
جزو مذہب ہوں اونکے مذہب میں حرام ہیں، اون کا پہلا خدا کے عطیہ میں ہے اور محض اوسی کی مرضی
اور حکم سے اونکو کچھ مل سکتا ہے، اونکو ہرگز زیبا نہیں کہ وہ ہندو بھائیوں کی بہکی بہکی باتوں میں آکر اپنے
مذہب اور عقائد اسیطرح چھوڑ بیٹھیں جس طرح اونکے ہندو بھائی دنیا کمانے کی خاطر چھوڑتے چلے
جا رہے ہیں۔ مسلمان جانتے ہیں کہ اگر چند انگریز اپنے خیالات سے مسلمانوں کے قلوب مجروح کرتے
ہیں تو ایسے بھی انگریز ہیں جو مسلمانوں کی حمایت میں سینہ سپر ہو جاتے ہیں اور عہدہ وزارت تک چھوڑ
دیتے ہیں، اسیطرح اگر چند مسلمان انگریزوں کے خلاف زہر اگلتے ہیں تو ایسے بھی مسلمان ہیں
جو اونکی مدح سرائی کیا کرتے ہیں۔ مسلمانو! تمہاری کمزوری کے نہ ہندو ذمہ دار ہیں نہ انگریز بلکہ تم
تمہاری ہی غفلت اس کی ذمہ دار ہے۔ تم منتشر ہو، غافل ہو، اور اسلامی تعلیم سے کوسوں
دور۔ اگر تم متحد ہو جاؤ اسلامی تعلیم پر سچے دل سے عمل کرو اور سچے حقوق کی نگہداشت رکھو
تو یقیناً بڑے بڑے مہاراجہ اور [illegible] صاحب [illegible]
نظر آنے لگیں۔

۳۔ فرقہ وارانہ تنگ نظری

رواداری، انصاف اور صفائی قلب

بہت خلوص سے حاضر رہا میں خدمت میں
مگر حضور نے مجھ سے زمانہ سازی کی

مساوات کا تو ذکر کیا، ہمارے جداگانہ نیابت ہی کے مطالبہ پر ہمارے ہندو بھائی کہنے لگتے ہیں کہ ہمارا یہ مطالبہ ہماری فرقہ وارانہ تنگ نظری پر مبنی ہے جسمیں حکومت ہماری امداد کرتی ہے۔ حکومت جیسی کچھ ہماری حمایت کرتی ہے وہ اسی سے عیاں ہے کہ نظام حکومت میں مسلمانوں کا وجود ہی عنقریب معدوم ہونیوالا ہے۔ اور جیسی کچھ حکومت حمایت کرتی ہے وہ چشم بینا سے پوشیدہ نہیں اور اوس کا اثر آج دنیا پر ظاہر ہے۔ حکومت کا تو ذکر کیا ہمارے ہی بہت لیڈر اس معاملہ میں ابھی تک خاموش ہیں اور ہندو بھائیوں کی خوشنودی مزاج کی خاطر اپنی کمزور قوم کی تباہی کے اسباب پر، جو فراہم کیے جا رہے ہیں، توجہ نہیں کرتے۔ درانحالیکہ وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اون کی قوم کے جائز حقوق کا غصب کیا جانا اون کے لیے حقیقتاً شدہی کا زبردست پیغام ہے۔ مسلمانوں کے متعدد بڑے بڑے اخبار بھی جو آنے والی صدیوں کے احوال بتانے اور جہاں بھر کے معاملات پر رائے زنی کرتے رہتے ہیں۔ ہندو بھائیوں کی خاطر اس طرف خصوصیت کے ساتھ غور نہیں کرتے۔ ؎

ہم اپنے حال پہ افسوس کیا کریں اکبر
خدا نے شان دکھائی ہے بے نیازی کی

رواداری کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ مسلمان اپنے جائز حقوق کے لیے اپنی زبان نہ کھولیں۔ اپنے جائز حقوق کے خیالات کو جن کے بغیر وہ اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتے اپنے دماغوں سے محو کر کے رفتہ رفتہ ایکدن اپنے حلیفوں کا لقمہ بن جاویں۔ صفائی قلب اور انصاف کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہندو بھائی مسلمانوں کو تنگ نظری کے طعن دے دے کر اونکو خاموش کر دیں اور خود حکومت پر پورا تسلط کر کے اونکو ہر چہار طرف سے پریشان کریں۔ اگر ہمارے ان خیالات کو فرقہ وارانہ تنگ نظری پر محمول کیا جاتا ہے تو ہمارے بھائی ہمارے حق بجانب مطالبہ پر اپنی بیجا مخالفت کو کیا کہیں گے؟ اردو کی جگہ ہندی کے لیے زور لگانا کس مد میں شمار ہوگا؟ گائے کی

قربانی بند کرانے کے خیالات ۔ نماز کے وقت مسجد کے سامنے کھڑے ہو کر باجہ بجانے کے پروپیگنڈے کیا ظاہر کریں گے؟ مسٹی لینڈرس بل کی مخالفت کیسی رہیگی؟ نیچ ذاتوں کے پست افراد کی اصلاح کو واجب قرار دینا اور اونچ ذات کے حق بجانب مطالبہ کو ٹیڑھی نظر سے دیکھنا کیا شان دکھاتا ہے! افسوس ہمارے پنجابی حکومت میں اپنی بیجا اکثریت ۔ اپنے تمول ۔ اپنی ثروت ۔ اپنی قوت کے زور پر اپنے لیے ہر جائز و ناجائز پروپیگنڈا حق بجانب قرار دیں مگر حکومت میں ہماری خطرناک اقلیت، ہمارا افلاس، ہماری پریشانی، اور ہماری کمزوری کو دیکھتے ہوئے بھی ہمارے حق بجانب مطالبہ کو فرقہ وارانہ تنگ نظری پر محمول کریں ۔ اگر ہمارے خیالات جن کے اظہار کئے بغیر ہم دنیا سے حق و باطل میں امتیاز نہیں کرا سکتے، ہمارے مطالبات جن کے حاصل کئے بغیر ہم اپنی حالت درست نہیں کر سکتے، فرقہ وارانہ تنگ نظری پر محمول کئے جا سکتے ہیں تو ہمارے برادران وطن ہی جذبات حب الوطنی کا اظہار فرما کر اور وہ حصہ حکومت میں جس پر خود فائز ہیں ہمکو دیکر ان خیالات کو ملک بدر کیوں نہیں کر دیتے ۔

بھائیو! کیا وہ سمجھوتہ ہی جس کی بنا پر ہماری اکثریت کو بھی اقلیت میں قائم کیا گیا تھا ہماری ہی فرقہ وارانہ تنگ نظری کا اظہار کرتا ہی؟ کیا وہ سمجھوتہ جسکی بنا پر ہماری اقلیت کو اکثریت میں قائم کیا گیا تھا ہماری فرقہ پرستی تھی؟ بھائیو! علیگڑھ کالج آپ کے ہاتھوں سے ہمارا نام نہ کرا دینا اور کسی گروکل ہندو کالج یا ہندو دار العلوم کا نام تک نہ لینا ہی ہماری فرقہ وارانہ تنگ نظری تھی؟ بھائیو! ہم سے یہ کہہ دینا کہ یونیورسٹی چارٹر مخصوص شرائط ہی پر لینا اور ہم سے یہ کہہ کر اپنے لیے اسباب فراہم کرنا اور غیر مشروط چارٹر خاموشی کے ساتھ لے لینا ہماری ہی فرقہ وارانہ تنگ نظری ہے؟ ذرا انصاف سے بتا دیجئے۔

بھائیو! آج آپ قوی ہیں، کسی کی حمایت میں ہیں، جو چاہیں کہہ لیں مگر یاد رکھئے ؎

اگر آج ہم پہ ٹوٹی شب غم پہاڑ بنکر
تو یہ رات یوں ہی ہماری کبھی آپ پر بھی ہوگی

۴۔ حکومت اور جداگانہ نیابت

ہماری بدقسمتی سے مسئلہ جداگانہ نیابت سیاسی جنگ کا بلا وجہ ایک آلہ حرب بنگیا ہے

مسلمان اپنی بقا قائم رکھنے اور اپنے حقوق کے تحفظ کی خاطر اپنے برادران وطن کا رویہ دیکھتے ہوئے اور ان رویوں سے شدید نقصان اٹھا کر حکومت میں جداگانہ نیابت کے مطالبہ پر مجبور ہوئے ہیں۔ ہندو بھائی اپنی خود غرضانہ روش ہی میں اپنا قومی مفاد دیکھتے ہوئے اس مسئلہ کی مختلف عنوان سے مخالفت کرتے ہیں۔ جب اظہار رواداری پر مجبور ہوتے ہیں تو بجائے بھائی تناسب آبادی جیسے معقول معیار پر اس کے اجراء کو صوبہ وار ریاست کا لحاظ تسلیم کرتے ہوئے نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ اس شکل میں ہمارے تمام صوبہ جات جن کی بنا پر اس کا قائم کرنا ضروری ٹھہرتا ہے ان کے اصلی نقطہ نظر کے موافق پوری نہیں ہوتیں۔

ہندو بھائیوں کا عذر

ہندو بھائی نہیں چاہتے کہ مادر ہند کے کروڑ سپوت اپنی بقا قائم رکھنے کے قابل رہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ دونوں بھائی یکساں طریقہ پر خوشحال ہو کر ہندی قومیت صحیح معنوں میں ہمیشہ کیلئے مستحکم کر دیں۔ ہندو بھائی نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں حکومت کے چند زائد عہدے اپنی قوم کے لیے برقرار رکھنا۔ اور ان سے زائد کے لیے جن کا حصول اس خود غرضانہ رویہ کو چھوڑ دینے سے یقینی ہے، تمنا کرنا حقیقتاً اپنی قوم کے ساتھ ان کا سراسر ظلم ہے۔ حکومت دنیا کو اپنا تدبر، اپنا انصاف اور اپنی غیر جانبداری دکھانے کی خاطر اس مسئلہ کی تائید کرتی ہے مگر عملاً اکثریت کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتی۔ اور اپنے انصاف، تدبر اور غیر جانبداری کو بالائے طاق رکھ دیتی ہے۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ حکومت دیکھتی ہے کہ مسلمانوں کا ستارہ ابھی ان کے موافق نہیں ہوا ہے۔ مسلمانوں کو اپنے حقوق کے تحفظ کا بالکل احساس نہیں ہے۔ مسلمانوں کے مشہور آفاق لیڈر اپنی رہی سہی قوت کو بھی ایک دوسرے سے لڑنے میں صرف کئے ڈالتے ہیں مگر اکثریت سے یگانگت قائم رکھنے کی خاطر اپنے حقوق کے تحفظ کا خیال کرنا اپنی کسر شان سمجھتے ہیں انکو اپنی قوم کی تباہی اپنے برادران وطن کی جا بیجا ہٹ کے مقابلہ میں پسند ہے۔ حکومت سمجھتی ہے کہ اس حق بجانب مسئلہ کا مناسب طریقہ پر عمل کر دینے کا ارادہ کرنا حقیقتاً اکثریت کو چیلنج جنگ دینا ہے۔ اور نہ صرف اکثریت کو چیلنج دینا ہے بلکہ ان مسلمان لیڈروں کو جو اپنی ہر دلعزیزی اور جھوٹی وجاہت کو اپنے قومی مفاد کے مقابلہ میں زیادہ عزیز سمجھتے ہیں، موقعہ دینا ہے کہ وہ اپنی [illegible] سے ملک کے گوشہ گوشہ میں فتنہ و فساد برپا کرا دیں۔ چنانچہ حکومت ہمیشہ وہ پہلو اختیار کرتی ہے جس میں اس کی غیر جانبداری اور اس کے انصاف کا جنازہ اس کا

دارومدار ہے اظہار بھی ہوتا رہے اور ملک کے امن میں خلل بھی واقع نہ ہو۔ یا بالفاظ دیگر اس کا سنگ
اس کے اعلانوں کے ساتھ رواں رہے یہی وجہ ہے کہ تمام اراکین حکومت اس نازک اور اہم
مسئلہ پر ہمیشہ ایک زبان رہتے ہیں۔

وہ ہی فقرے

جو فقرے لارڈ ریڈنگ ارشاد فرماتے ہیں وہی فقرے بجنسہ حضور لارڈ اروِن آ کر فرماتے گئے ہیں
اور وہ ہی فقرے ہر ایک صوبہ کا گورنر نیا ہو یا پرانا اپنے اپنے صوبوں میں ارشاد فرماتے ہیں اور جو
جواب ان فقروں کا دیا جاتا ہے اسکو ہر رکن حکومت یکساں طریقہ پر نظر انداز رکھتا ہے۔
ہز ایکسلینسی لارڈ اروِن بالقابہ نے سنٹرل نیشنل محمڈن ایسوسی ایشن کے سپاسنامہ کے
جواب میں ابھی ابھی جو مسئلہ جداگانہ نیابت کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ اس کا ماحصل وہی ہے
جو ہم ہمیشہ سے سنتے چلے آرہے ہیں اور جس سے ہماری مشکلات کسی طرح حل نہیں ہو سکتیں۔ آپ
فرماتے ہیں کہ تناسب آبادی کا معیار لیڈروں کے سمجھوتہ (لکھنؤ پیکٹ) کی بنا پر قائم ہوا ہے۔ حکومت
نے ایک ثلث عہدوں کا تقرر عدم مساوات کے نقائص دور کرنے کے لیے محفوظ کر رکھا ہے
قابلیت تقرریوں کے وقت پہلا لحاظ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس سے کم یا
اس سے زیادہ کبھی اراکین حکومت نے جداگانہ نیابت کی موافقت کرتے ہوئے ایک لفظ فرمایا
ہو یا اپنے طرز عمل میں جو انہوں نے اختیار کر لیا ہے کبھی کوئی نمایاں اختلاف دکھایا ہو؟ ہرگز نہیں
میں ان تمام باتوں کا جواب عرض کر چکا ہوں انکا دہرانا لاحاصل ہے اور ہر تقریر پر مفصل تبصرہ
کرنا جبکہ کوئی سننے والا نہ ہو۔ بے سود ہے مگر بسبیل تذکرہ اس موقعہ پر اتنا عرض کر دینا مناسب
سمجھتا ہوں کہ۔

جداگانہ نیابت کی تائید اور تقرریوں میں قابلیت کا معیار اجتماع ضدین ہے
جو کوئی مدبر عمل پیرا ہونے کے لیے ہرگز ایک ساتھ قائم نہیں کر سکتا ہے۔

یا تو جداگانہ نیابت ہی پر عمل ہو سکتا ہے یا امتحان مقابلہ ہی سے امیدواران ملازمت
منتخب ہوں گے۔ جداگانہ نیابت کی اہمیت اور واجبیت کو حکومت ہمیشہ ہر موقعہ پر تسلیم
کرتی رہی ہے۔ اور اب بھی اس سے انکار نہیں کر سکتی۔

عجیب معیار

معیار قابلیت کے متعلق یہ جو جملے کہے ہیں اکثریت کی خوشنودی کی خاطر اس دربیان کیے

ٹھونس دیا گیا ہے اور جسپر ہم نے اکثر اظہار خیال بھی کیا ہے۔ پھر غور کیا جا سکتا ہے اگر سروس کیلئے حقیقتاً اعلیٰ علمی قابلیت اور امتحان مقابلہ ہی صحیح معیار ہوتے تو سب سے پہلے گورنر جنرل کیلئے انگلستان میں اس معیار کو قائم کیا جاتا اور پھر ہر گورنر کیلئے امتحان مقابلہ ہوا کرتا۔ اور کوئی گورنر جنرل یا گورنر اپنے منسٹروں کو بلا امتحان مقابلہ ہرگز نامزد نہ کرتا۔ مگر یہ سب کبھی نہیں ہوا اور کبھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ حکومت جانتی ہے کہ ملازمتوں میں اعلیٰ علمی قابلیتوں کا ہونا ہی ضروری نہیں ہے اعلیٰ علمی قابلیت اکثر انسان کو بجز درس و تدریس کے کسی کام ہی کا نہیں رکھتی۔ ہم کو حیرت ہے کہ جاہلانہ نیابت پر عمل کرنیکے وقت اس نئے معیار پر عمل کرنیکی ضرورت کیوں لاحق ہوئی خدا خیر کرے۔

ہم بصد ادب دریافت کرینگے کہ کیا مسلمانوں میں ایسے افراد نہیں جنکا اگر اسی اصول پر تقرر کیا جاوے جس اصول پر انڈر سیکرٹری اور منسٹر وغیرہم کا ہوا کرتا ہے اور جس اصول پر ہمیشہ چھوٹے بڑے عہدے ہندوستانیوں کو دیئے گئے ہیں تو مسلمان اسکے اہل ثابت نہونگے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو ہم درخواست کرینگے کہ اُن مسلمان وزرا۔ اور عہدہ داروں کو جو امتحان مقابلہ کے اصول پر تعینات نہیں ہوئے ہیں علیحدہ کر کے اُن غیر مسلموں کو جو ان مسلمانوں سے زیادہ علمی قابلیت رکھتے ہوں۔ تعینات کر دیا جاوے۔ تاکہ اس انوکھے اصول کا علم عام مسلمانوں کو بخوبی ہو جاوے۔ اور پھر وہ ڈگریوں کے حصول کیلئے جرمن۔ فرانس۔ انگلینڈ کے پاسپورٹ حاصل کریں (غیر ممالک میں اس لئے جانا پڑیگا۔ کہ اکثریت کی حکومت کا مسلمانوں کو پورا تجربہ ہو چکا ہے اور انکو ہندوستان میں افراط سے ڈگریاں مل جانیکی موجودہ حالت میں ہرگز توقع نہیں) اگر اسکا جواب نفی میں ہو تو پھر اس معیار قابلیت کی ٹٹی کو جسکی بنیاد یونیورسٹیوں کی ڈگریوں پر قائم کیجاتی ہے کیوں نہ توڑ دیا جائے اور ہر امیدوار کی تقرری حسب دستور قدیم افسر انچارج یا ایک غیر جانبدار بورڈ کے ہاتھ میں کیوں نہ دیدیجاوے۔

مسلمان معدوم ہو جائیں گے

معیار قابلیت کا اصول قائم کرنیسے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ یا تو یہ کہ مسلمان رفتہ رفتہ ملازمتوں میں معدوم کر دیئے جاویں اور وہ اپنی اقلیت اور عدم وجود کیوجہ سے اپنی تعلیم کبھی ٹھیک نہ کر سکیں۔ یا یہ کہ ڈگریداروں کو خصوصیت کے ساتھ ملازمتوں کا اجارہ دیدیا جائے۔

اگر مسلمانوں کا معدوم ہو جانا مدنظر ہے تو ہم کچھ نہیں کہتے اسی قسم کے سلوک سے ہم اس درجہ کو پہونچے ہیں اور اسی سلوک سے ہم معدوم ہو جاوینگے۔ اگر گورنمنٹ برطانیہ کا یہی انصاف ہے تو ہمکو یہ بھی منظور ہے مگر وہ ذرا کہہ تو دے رہا ڈگریداروں کی رعایت کا معاملہ اس کے متعلق ہم عرض کرینگے کہ حکومت نے بار بار یہ کہا ہے کہ حصول تعلیم کا مقصد حصول ملازمت نہیں ہے علم کی زیادتی ملازمت میں ہرگز اتنی مفید نہیں ہو سکتی جتنی زندگی کے دوسرے شعبوں میں مفید ہوگی۔ اس لئے اگر ملازمتوں میں اعلیٰ اعلیٰ قابلیت کے افراد رکھ لیے گئے۔ تو اسکا یہ منشار

ہوگا کہ ایک نہایت قلیل معاوضہ میں ان افراد نے مادرِ وطن کی ترقی اور بہبود کو قربان کر ڈالا اور اسکو شدید نقصان پہونچایا۔ یہ نقصان حکومت کے ذریعہ سے تو کم از کم نہ پہونچایا جائے۔

۵۔ لیڈروں کا سمجھوتہ

جناب وائسرائے صاحب بہادر کشور بند فرماتے ہیں کہ اصلاحات میں تناسب آبادی کا معیار لیڈروں کے سمجھوتہ کی بنا پر قائم کیا گیا ہے ہم مودبانہ عرض کرتے ہیں کہ لیڈروں نے کبھی یہ سمجھوتہ نہیں کیا کہ گورنمنٹ ہندوؤں کو دو ثلث نمایندگی دیکر اچھوت اور اد ہر کے مزید نمایندے ہندو مہا سبہا کی مرضی کے موافق اپنی طرف سے نامزد کرکے ہندوؤں کی نمایندگی کا وزن تین چوتھائی یا اس سے بھی زیادہ قائم کرسکتی ہے صوبجات متحدہ کی حکومت ایسا کرتی ہے اور ایسا کرتے رہنے پر آمادہ ہے باوجودیکہ ہم اسپر معقولیت کے ساتھ روشنی ڈال چکے ہیں (دیکھو اخبار مسلم اوٹ لک مورخہ ۲۴ مارچ اخبار مشرق مورخہ ۲۸ جنوری سنہ ۲۶ء) لیڈروں کا سمجھوتہ اگر ایسے سمجھوتوں پر بھی حکومت کا دارومدار رکھا جاسکتا ہے یہ بھی تھا کہ اگر ایک قوم کے تین چوتھائی نمایندے کسی ریزولیوشن کی مخالفت کریں تو وہ ترک کردیا جائیگا مگر حکومت ایک قوم کے کل نمایندوں کی مخالفت پر بھی دوسری قوم کے نمایندوں کی کثرت رائے سے اس ریزولیوشن کو منظور قرار دیتی ہے نیز ہم نے آجتک نہیں دیکھا کہ ملازمتوں میں حکومت نے اس تناسب آبادی کے سمجھوتہ پر کبھی عمل کیا ہو۔

اچھوت ذاتوں کے لئے حکومت کا اپنی طرف سے نمایندہ مقرر کردینا ایک قوم کے تین چوتھائی نمایندوں کے اختلاف کو نظرانداز کردینا، ملازمتوں میں اسی نوے فیصدی ایک قوم کے افراد بھرتی کرنا معیار قابلیت علمی کا لحاظ جبکہ ایک قوم کی انگریزی تعلیم کمزور ہو اور امتحان مقابلہ کا تعین کرنا وغیرہ وغیرہ لیڈروں کے سمجھوتہ کے موافق کب ہیں؟ سچ ہے مرتے کو ماریں شاہ مدار، سمجھوتہ کیا ہوا کمزور مسلمانوں کے گلے کا ہار ہوگیا، اکثریت اپنی حکمت عملیوں سے ایک سمجھوتہ قائم کراتی ہے۔ حکومت برطانیہ جب اس سے تجاوز کرنا چاہتی ہے تو اکثریت سمجھوتہ سمجھوتہ پکارنے لگتی ہے اور جب اقلیت کو کمزور کرنے کا موقع پاتی ہے اپنے فوائد کے موافق اس سے تجاوز کرلی رہتی ہے، ہندی حکومت اب انگریزی حکومت نہیں رہی بلکہ ہندی اکثریت کی حکومت ہوگئی ہے جو ہندی اکثریت کہتی ہے وہ ہی حکومت کہنے لگتی ہے۔

سمجھوتہ کی ایک اچھی مثال

ملازمتوں میں ہندو مسلمانوں کی مجموعی نسبت آج تقریباً چھبیس اور ایک ہے ہم اکثر دیکھتے اور

سنتے ہیں کہ مسلمان ملازمین کی برطرفیاں ہندو ملازمین کے مقابلہ میں سہ چند اور چہار چند ہو رہی ہیں اور تقررات کے موقعوں پر دفاتر میں ہندوؤں ہی کو کامیابی ہوتی ہے یہ کیوں؟ اس وجہ سے ہرگز نہیں کہ مسلمان ملازمین حقیقتاً ہندو ملازمین سے اس درجہ پیچھے ہیں یا ہندو امیدوار مسلمان امیدواروں کو اس درجہ بہتر ہیں بلکہ محض اس وجہ سے کہ ہندوستانی حکومت کا انتظام ہندو اکثریت کے ہاتھ میں ہے اور وہ اکثریت یہ طے کر چکی ہے کہ مسلمانوں کو جتنا ہو سکے کمزور کر دینا چاہئے، کمزور کرنے کی بہترین تدبیر یہی ہے کہ حکومت میں مسلمانوں کا بالکل ہاتھ نہ رہے اس تدبیر کی حقیقت کو میں اپنے مضامین میں دکھا چکا ہوں اور دکھاتا رہتا ہوں، کیا لیڈروں کی سمجھ پر تو کا گورنمنٹ عالیہ بھی یہی نتیجہ نکالنا چاہتی ہے کہ مسلمان ملازمتوں میں معدوم ہو کر اپنی قوم کو ہمیشہ کے لیے خطرے میں ڈال دیں؟

انصاف کیا کہتا ہے

اگر حکومت ہندو مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھتی ہے دونوں کے قومی حقوق کے تحفظ کا اسکو یکساں خیال ہے دونوں کے سیاسی مذہبی معاشرتی اختلافات کو وہ فی الحقیقت جانتی ہے اگر وہ سمجھتی ہے کہ ہندوؤں کو مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے کا اور مسلمانوں کو ہر مقام پر قربانی گاؤ کشی کا حق ہے۔ اگر حکومت مذہبی معاملات میں دخل دینا نہیں چاہتی یا ملکی انتظام کے لیے ہر چھوٹے بڑے عہدے پر غیر ہندوستانی تعینات نہیں کر سکتی تو انصاف کہتا ہے کہ معیار تناسب آبادی اور صحیح اصول کو جس سے اکثریت لالہ ہردیال صاحب کے مشوروں پر اقلیت کو تباہ کر سکتی ہے حکومت فوراً توڑ دے اور ہر شعبۂ حکومت میں ہندو مسلم مساوات قائم کر دے۔

معیار قابلیت

جناب گورنر صاحب بہادر بمبئی فرماتے ہیں کہ مسلمان امیدواروں کی تقرری کا انتظام کر دیا گیا ہے وقتاً فوقتاً جدید تقررات کے نقشے پیش ہوتے رہتے ہیں، تاکہ معلوم ہوتا رہے کہ اس حکم کا منشا پورا ہو رہا ہے جب قابل مسلمانوں کی کافی تعداد سرکاری ملازمتوں میں داخل ہو جائے گی تو پھر آئندہ قابل مسلمان اپنی قابلیت کے زور سے عہدے حاصل کرتے رہیں گے، اور کسی رعایت کی انکو ضرورت باقی نہ رہے گی، مساوات سے ہمارا ایک ہی مطلب ہے اور ہم یہی کہتے ہیں، کہ حکومت کے ہر شعبہ میں ہر صوبہ کے اندر جب تک ہندو مسلم مساوات قائم نہ ہوگی مسلمان اپنی حالت درست نہیں کر سکتے لفظ قابلیت کے بجائے اگر لفظ اکثریت استعمال فرمایا جاتا تو معاملہ حل ہو جاتا اور معنی بھی صاف ہو جاتے حضرت محقق مغفور اسمٰعیل فرماتے ہیں، ؎

وہ سنتے جو کہ سینہ یا دجنگ و جدل ہے۔
اقلیت اور اکثریت کا بل ہے

کیونکہ

نظام حکومت میں ہر جب ہو غالب — نکالیگا اپنے ہی قومی مطالب
مٹے گا وہ عنصر جو مغلوب ہوگا — یہ طرز عمل سخت معیوب ہوگا
مناسب نہیں ہے بلحاظ تناسب — کہ ہے دونوں فرقوں میں قومی تعصب
جو قومی حکومت کے ہیں دل سے شیدا — روا داری انہیں خیال ہوگی پیدا

پھر کیا ہو؟

مساوات ہی اس مرض کی دوا ہے — غلط ہے جو تدبیر اس کے سوا ہے

۶۔ گورنمنٹ برطانیہ کی ذمہ داری

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

حکومت نے ہمیشہ عملی اعلان وعدے کئے ہیں کہ وہ ہندو مسلمان دونوں کو ایک نظر سے دیکھے گی، وہ کمزور کا خیال رکھے گی اور انصاف ہمیشہ اسکا شیوہ رہیگا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے ان اعلانوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا اگر آج ملکہ معظمہ آنجہانی اور پچھلے زمانوں کے انگریز برسر حکومت نہیں ہیں تو جو نیز گورنر بھی ان کی جگہ ہیں انہیں کے وارث کہلاتے ہیں وراثت میں حکومت ہی حکومت نہیں ہے ایفائے وعدہ اور انصاف بھی شامل ہیں، ہماری تعلیم، ہماری تجارت، ہمارا افلاس، ہماری انتہائی کمزوری، ہمارے انکار زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ ہمارے جانشینوں نے ہماری ملکہ معظمہ کے وارثوں نے ہماری ساتھ وہ سلوک ہرگز نہیں کیا جس کے ہم مستحق تھے یا جن کا وہ خود ہم سے وعدہ کرتے چلے آئے ہیں ہم ان وعدوں پر مطمئن رہے۔ اب جو شور و غل میں آنکھ کھلی اور اپنی حالت اور اپنی ملکی حکومت پر نظر پڑی تو ہم دیکھتے ہیں کہ زندگی کے ہر شعبے میں ہم پستی کے کمال کو پہونچ گئے اور ہمارے ملک کی حکومت کلیتہً اس اکثریت کے ہاتھ میں دیدی گئی جو اپنے موقع فراہم آجانے سے اب ہم کو گمراہ یا ملک بدر کرنے کی فکر دل میں غلطاں و پیچاں ہے۔

گورنمنٹ برطانیہ نے ہوم رول کی پہلی قسط بطور اکیپرمنٹ اصلاحات کے نام سے عطا فرمائی، ملک کی حالت دیکھتے ہوئے ملک کی حکومت میں اس نے مسلمانوں کی جداگانہ نیابت قائم کی

مگر باوجودیکہ وہ سمجھتی تھی کہ یہ نیابت "قومی حقوق" کے تحفظ کی خاطر ہندوستان جیسے ملک میں قائم کرنا ضروری ہے تاہم اس نے افرادی تناسب کا لحاظ اصول اس فرقہ وار نیابت میں قائم کر دیا اور اقلیت کے قومی حقوق کو جو اکثریت کے قومی حقوق سے زیادہ محافظت کے مستحق تھے خطرۂ عظیم میں ڈالدیا اور اس کے بدترین نتائج کو محسوس کرتے ہوئے اکثریت کی خواہشات کے موافق سرکاری ملازمتوں کے لئے معیار قابلیت علمی جبکہ مسلمانوں کی انگریزی تعلیم کمزور تھی قائم کر دیا۔ اس اکسپریمنٹ کے چھ سالہ تجربہ کے بعد اس کا 'مین آن دی اسپاٹ' فرمارہا ہے۔

"انتخابات جداگانہ کے متعلق جو قانون بن چکا ہے اس میں نہ کچھ گھٹانے کی رائے ہے نہ بڑھانے کی اس لئے کہ یہ ایک سمجھوتہ کے بعد طے کیا گیا ہے"

کیا برٹش گورنمنٹ میں اکسپریمنٹ کے یہی معنے ہیں کہ اصلاحات کو مسلمانوں کی تباہی کا پیش خیمہ سمجھ کر ان کو جاری کیا جاوے اور مسلمانوں کو اس سے تباہ ہوتا ہوا دیکھ کر اس میں گھٹانے بڑھانے کی ضرورت محسوس نہ کیجاوے؟ ہم کیونکر افسوس نہ ہوں! اگر سمجھوتے سے یہ منشا ہے کہ اس تناسب آبادی کے لحاظ اصول کو درانحالیکہ نیابت فرقہ وار ہو ہمارے لیڈروں نے خود قائم فرمایا ہے تو بھی گورنمنٹ برطانیہ اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتی کیونکہ۔

(۱) لیڈروں نے جو سمجھوتہ بھی کیا تھا وہ انکا ذاتی سمجھوتہ تھا جسکی عام پبلک کو حقیقۃً خبر بھی نہ ہوئی اور یہ بات یا خبر گورنمنٹ سے پوشیدہ نہیں ہو سکتی۔

(۲) عام حالت میں یہ سمجھوتہ ایثار اور رواداری کا اعلیٰ نمونہ تھا جسکو اقلیت کے مصلح جو لیڈر ہوں انہوں نے خوشگوار مستقبل کی امید پر قبول کیا تھا مگر جو ملک کی خصوصیات کی وجہ سے جنسے گورنمنٹ برطانیہ واقف تھی فی الحقیقت موہوم تھی اور جس کی اصلیت آج ہر محب وطن پر کماحقہ ظاہر ہو گئی۔

(۳) لیڈروں کا سمجھوتہ ملک کی خصوصیات پر غور کرتے ہوئے گورنمنٹ برطانیہ نے خود تسلیم نہیں کیا تھا چنانچہ لیڈروں کے سب سے اہم مطالبہ سوراج کو باوجود [illegible] ہمارا معیار [illegible] خیمہ سمجھتے ہوئے اس نے تسلیم نہیں کیا۔

(۴) گورنمنٹ برطانیہ اصلاحات دیکر کسی قوم کی افرادی کثرت کے لحاظ سے کسی دوسرے قوم کی مجموعی ہستی کو خطرے میں نہیں ڈال سکتی۔

(۵) گورنمنٹ برطانیہ سمجھتی تھی کہ حکومت کا پورا اثر اقوام کی تعلیم، تجارت، تربیت اور تمام معاملات پر پڑا کرتا ہے اور یہ کہ حکومت کے اندر فرقہ وار نیابت میں جبکہ ایسی نیابت ملکی خصوصیات کی وجہ سے ضروری سمجھی جاوے،

اکثریت اور اقلیت کا معیار قائم کرنا اقلیت پر سراسر ظلم ہے۔

(۶) گورنمنٹ جانتی ہے کہ ہندی پبلک سیاسی معاملات سے بالکل بے خبر ہے اور وہ صرف ان لیڈروں کے بتلائے ہوئے ہر راستوں کو صحیح تصور کر لیتی ہے چنانچہ آج ایک ہندو بھی ایسا نہیں جو اپنے مخصوص لیڈروں کے مخصوص لکچر سنکر مسلمانوں سے برگشتہ اور حصول سوراج کا دلدادہ نہ بنگیا ہو یہ اس کی ذاتی ذہنیت ہرگز نہیں پچھلی تاریخ شاہد ہے، اس میں وہ ہی اسپرٹ ہے جو لیڈروں نے آلن واحد میں اس کے اندر پھونک دی ہے اور اسکا نتیجہ عام پبلک کو عموماً اور مسلم پبلک کو خصوصاً بھگتنا حقیقتاً گورنمنٹ برطانیہ پر بدترین دھبہ ہے۔

ہم گورنمنٹ برطانیہ کی عدم توجہی پر پہلے ہی کمزور تھے ان اصلاحات نے اس کمزوری کو نمایاں طریقہ پر محسوس کرا دیا اور یقین دلادیا کہ اگر گورنمنٹ اپنے اعلانوں کے موافق اقلیت پر خصوصیت کیساتھ توجہ نہ کرے گی تو ہماری کمزوری لاعلاج ہو جاوے گی جس کی جوابدہ گورنمنٹ برطانیہ ہی دنیا کے سامنے ہوگی۔ ہمکو کمزور کر دینے کے بعد معیار قابلیت علمی کا اصول تسلیم کر لینا اور دفاتر شدھی اور سنگھٹن قائم ہو جانے سے بیشتر تناسب آبادی کا لچر اصول مان لینا ہم پر جو مصیبت نازل کر رہے ہیں وہ ظاہر ہیں گورنمنٹ برطانیہ غور کرے کہ جب وہ ان لچر اور لغو اصولوں پر کاربند نہ تھی اور انتظام اور ملازمتیں حکام ہی پہ چھوڑ دی تھیں تو ملک میں بدعنوانیاں نہیں نہ نقص امن کے خطرے جب سے اس نے ان بے سر و پا غیر آئینی اصولوں کو قائم کیا ہے ہر جگہ اکثریت کے فاضل ہندو یا فنوں کا زور اقلیت کو تباہ کرنے کی فکروں میں لگا ہوا ہے اُس کے نزدیک اپنی قوم ہی کی خدمت پبلک سروس ہے اور یہی وہ سروس ہے جسکی تنخواہ اس کو اُس پبلک خزانہ سے ملتی ہے جس کی نگران وہ گورنمنٹ ہے جو اپنے کو فرقہ وارانہ اثرات سے بری اور ہندو مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھنے والی بتاتی ہے۔

اکثریت کا ایک فرد جس کو ہم عام طور پر منصف مزاج سمجھتے تھے جسکو موجودہ زمانہ میں ہم دوسروں کی ذمہ داری کے عہدے کیلئے ترجیح دیتے تھے حکومت کا قائم مقام بن کر یہ کرنے لگا کہ جب اس کے عارضی زمانہ میں چار یا پانچ ماتحت ملازمین کا تقرر در پیش ہوتا ہے جن میں سے دو عہدے نہایت اہم تھے تو وہ سب عہدے اپنی قوم کے افراد کو بخش دیتا ہے اور ایک عہدہ جو اس کی قوم کے افراد کے لئے شایان نہیں ہے وہ ہم کو بھی عطا کر دیتا ہے) کچھ عارضی ملازم کثرت کام کی وجہ سے رکھے جاتے ہیں وہ سب اپنی ہی قوم میں سے لیتا ہے اپنی قوم کے افراد کی سخت بدعنوانیاں خود آنکھوں سے دیکھ کر خوبصورتی کیساتھ چھپا لیتا ہے مگر جب ہمارے کسی فرد کا معاملہ اُس کے سامنے پیش ہوتا ہے تو قبل اس کے کہ وہ کوئی رائے قائم کرے وکیل پر غصہ اتار رہے

کا بہانہ ہی لیکر اس اقلیت کے فرد کو حوالات میں سڑوا تا ہے۔ ایک تعصب ہیں جہاں ہماری نمایاں اکثریت ہو اور نمایاں اعزاز اگر کسی سرپنچ کی ضرورت ہوتی ہو تو اپنی ہی قوم کے آدمی کا خواہ وہ دوسرے ہی محلے میں کیوں نہ رہتا ہو نام تجویز کرتا ہے یہ اُس ذات کی ذہنیت کا ذکر ہے جو اول درجہ کی غیر متعصب مشہور ہے۔ ہمارے جو معدودے چند عہدیداران ہیں بھی وہ برادران وطن کی اکثریت اور موجودہ دفتری حکومت کے دباؤ میں آکر ہمارے ہی اوپر انصاف کے ساتھ ساتھ چھری پھیر دیتے ہیں۔ ملازمتوں میں ہندوستانیوں کی تعداد ہر روز بڑھائی جا رہی ہے۔ اب ہم ان اصلاحات کے ذریعہ سے اپنی اصلاح کریں تو کیسے؟ گورنمنٹ برطانیہ جس نے نے یہ اصلاحات جاری فرمائے ہیں اور جس نے معیار قابلیت علمی اور تناسب آبادی کے لیے اصول قائم کر دیئے ہیں ہمکو ان سے فائدہ اٹھانے کی بھی تدبیر بتا دے۔

گورنمنٹ عالیہ! ہمارے سو بھائیوں نے جبکہ اسپین میں او نیز اغیار کا دانت لگ گیا اور کمزور ہوتے چلے گئے سلاطین روم اور مصر سے امداد کی درخواست کی ان سلاطین کی اُن زمانوں میں جو کچھ عظمت تھی وہ البوقرق کے مراسلوں ہی سے ظاہر ہوتی ہے ایک مرتبہ البوقرق نے شاہ پرتگال کو لکھا کہ "سلطان روم کی آمد آمد کے چرچے میرے کام میں قدم قدم پر رخنہ ڈال رہے ہیں" مگر با ایں ہمہ ان سلاطین عظام نے ہمارے بھائیوں کی مدد نہ کی اور وہ ہمیشہ کے لئے دنیا سے نیست ہو گئے۔ سلاطین روم و مصر کی وہ رعایا نہ تھی اگر ان سلاطین نے انکی امداد نہ کی تو کوئی شکایت نہیں ہو سکتی۔ گورنمنٹ برطانیہ دنیا کے سامنے اور اس ذات بالا و برتر کے سامنے جس نے اس کو ہم پر حکمران کر دیا ہے ہماری پستی اور ہمارے تکالیف کی جو انکی ہی غفلت سے پیدا ہوئے ہیں یقیناً جوابدہ ہے۔

ہم گورنمنٹ برطانیہ کو اپنے حال کی طرف متوجہ کرتے ہیں کوئی رعایت نہیں چاہتے۔ انصاف چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ ان مجلسوں میں جہاں حکومتی اور انتظامی معاملات پر مشورے ہوتے ہیں۔ جہاں ملکی فوائد اور قومی حقوق کی نگرانی ہوتی ہے اور ان ملازمتوں میں جن پر ہندوستانی تعینات کئے جاتے ہیں ہندو مسلم مساوات خود قائم کر کے فوراً عملدرآمد کرا دے تا کہ کوئی اکثریت کسی اقلیت کے حقوق کو اپنی حکومتی اثر سے نقصان پہونچا کر رفتہ رفتہ پائمال نہ کر ڈالے تا کہ اقلیت بھی اکثریت کی طرح بے فکر ہو کر اپنی حالت کو درست کرتی رہے اور اس قابل ہو سکے کہ امتحان، مقابلوں اور گورنمنٹ کی اعانت سے موقعوں پر نمایاں حصے بلکہ ممتاز درجوں پر فائز ہو۔

گورنمنٹ عالیہ! کیا تیرا انصاف ہمکو قانونی شکنجوں کے عذر پر اغیار کے فرقہ وارانہ پروپیگنڈہ کی ٹیرہ بلوں کا شکار کرا کے اغیار کے ہاتھوں جیلخانوں میں سڑوا سکتا ہے؟ کیا تیری غیر جانبداری گوارا کر سکتی ہے

کہ حکومت میں اکثریت اور اقلیت کی لغو اور لچر اصول قائم کیے جائیں اور اکثریت ہمکو ملک بدر کرنے اور اور ہندو راج قائم کرنے کی دھمکیاں دے اور ہمارے ہندو بھائیوں کی مثال پیش کرے یا وہ حکومت میں اپنی اکثریت کے زور سے ہر شعبۂ زندگی میں ہمکو نقصان پہنچائے ہم سمجھتے ہیں سے دریافت کرتے ہیں اگر ملک کے نصف حصہ کو اُسی اہمیت سے فی الواقع سمجھی کر جس اہمیت سے اپنا اظہار کرتی رہتی ہے تو باقی اہمیت سے ان کو سمجھا جاکر تو تناسب آبادی کے لحاظ اصول کو فوراً "توڑ دے" اور یہ تو کہلائے گا۔

"ان قواعد میں گھٹانے بڑھانے کی راستے نہیں ہے"

تو اس اصول کی حقیقت کو جو تجربہ کو مستحکم معلوم ہوتا ہے برطانیہ عظمیٰ میں جہاں کرنل ویجوڈ جیسے ذی شعور اصحاب کو کوئی خطرہ نہیں قائم کرا کر دیکھ لے۔ اور کرنل ویجوڈ تھا چھ سال بعد دریافت فرمائے کہ ان کی ان ترانیاں درانحالیکہ برطانیہ عظمیٰ میں لوگ ایک معاشرت رکھتے ہیں خفیف سے عقائدی اختلافات پر کہاں تک حق بجانب ہیں اور اس درمیان میں اگر ہم کو مساوات دیکر بھی دیکھ لے کہ ہم اس عرصہ میں کس طرح شیر و شکر ہو سکتے ہیں یہ پہلا اکسپریمنٹ ہے جو اصلاحات کی اقساط سے پیشتر قائم کرنا چاہئے۔۔

۷۔ کانگریس اور جداگانہ نیابت

کانگریس تعمیری پروگرام پر اپنے ہر اجلاس میں غور کرتی ہے۔ مگر جداگانہ نیابت سے متعلق مخالفانہ خیال کا اظہار کرکے ہر مرتبہ اس تعمیر کی مستحکم بنیاد قائم کرنے سے گریز کرتی ہے۔

حال کے اجلاس دسمبر ۱۹۲۶ء میں مسٹر سرینواس آئنگر صدر کانگریس اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے سوال کرتے ہیں کہ کسی جماعت کے ایک ممبر کے سرکاری ملازم ہو جانے سے اس جماعت کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟

اس سوال کے بعد مسٹر موصوف فرماتے ہیں کہ اگر وہ سرکاری ملازمت کی حیثیت سے انصاف اور دیانتداری سے کام کرے تو اس کی جماعت کے لوگ بھی عوام کے فائدہ میں حصہ لیتے ہیں وہ کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھاتے۔ بخلاف اس کے اگر وہ دوسری جماعتوں کو نقصان پہنچا کر اپنی جماعت کو فائدہ پہنچاتا ہے تو وہ ظالم غیر دیانتدار سمجھا جائیگا۔

جناب صدر کے سوال کا جواب تو ہم وہی دینگے۔ جو خود جناب صدر اور اراکین کانگریس کے دماغوں میں ہے۔ یعنی یہ کہ کسی جماعت کے ایک ممبر کے سرکاری ملازم ہو جانے سے اُسکی جماعت کو کوئی خاص

فائدہ نہیں پہنچتا۔ اگر وہ شخص دیانتداری و انصاف پسندی کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرے مگر اُس کے ساتھ یہ امر ہمارے لئے تعجب انگیز ہے کہ جب آئین کسی جماعت کا فائدہ یا نقصان نہیں سمجھا جاتا۔ تو پھر کسی جماعت کو سرکاری ملازمت میں اپنی اکثریت جائز و ناجائز طریقوں سے قائم رکھنا کہاں تک جائز ہے۔ اور دوسری جماعت کے ضروری چند زائد عہدوں کا مطالبہ کرنے پر اس کو فرقہ وارانہ تنگ نظری کا الزام دینا کیونکر روا ہوگا۔ اور کانگریس اقلیت کے تحفظ کی ضروریات کا احساس کرتے ہوئے۔ اوس کے مطالبوں اور سرکاری ملازمت میں اسکے ممبران کے داخل ہونے کو جماعتی اغراض کے لئے بیفائدہ سمجھتے ہوئے اکثریت کی طرف سے اس مطالبہ کی مخالفت کو کیونکر اچھی نظروں سے دیکھ سکیگی۔

ہم یہ مانتے ہیں کہ ملازم سرکار اگر انصاف و دیانتداری سے کام کرے گا تو اُس کی جماعت والے بھی عوام کے فائدہ میں حصہ لیں گے۔ لیکن اگر وہ دوسری جماعتوں کو صریحاً نقصان پہنچائے تو صرف اُس کو ظالم و غیر جانبدار کہہ دینے سے دوسری جماعت کے نقصان کی تلافی ہرگز نہ ہوسکیگی۔ افسوس ہے کہ اس مخصوص نقطہ پر صاحب صدر نے کوئی رائے زنی نہیں فرمائی۔

میں دکھلا چکا ہوں کہ اکثریت اپنی اکثریت کے زور سے اقلیت کو ہر امکانی نقصان پہنچا سکتی ہے اور پہنچاتی ہے۔ اور جبتک فرقہ وارانہ تعصبات جو اس ملک کے لئے ایک نحوست ہیں دور نہیں ہوتے برابر نقصان پہنچاتی رہیگی۔ ہم اپنی بدقسمتی سے اپنی ذمہ داریوں کو نہیں سمجھتے اور ایک جماعت کو نقصان پہنچانے ہی میں دوسری جماعت اپنا فائدہ دیکھتی ہے۔ حال کے چند واقعات جن میں سے بعض میرے چشمدید ہیں اور بعض معتبر ذرایع سے معلوم ہوئے پیش کر کے اکثریت کے زور اور اسکی ذہنیت کا پھر ایک خاکہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہ امر واضح رہے کہ موجودہ حکومت میں اکثریت کو ذرا اقتدار ثالث جماعت کی مداخلت کا بھی تھوڑا بہت کھٹکا ضرور لگا رہتا ہے۔ اسپر بھی یہ حال ہے تو پوری خودمختار عامل بنجانے پر کیا کیفیت ہوگی؟ یہ بات محبان وطن کے لئے ضرور قابل غور ہے۔ واقعات کی مختصر کیفیت یہ ہے!

واقعات

(۱) اقلیت کا ایک فرد یورپین حکام کی ماتحتی میں بہ حیثیت ہیڈ کلرک تقریباً بارہ سال تک مسلسل کام کرتا ہے اوس کا کیرکٹر رول وغیرہ داغ دہبے سے بالکل پاک صاف ہے اور ہر یورپین افسر اپنے تبادلہ کے وقت اسکی دیانتداری۔ قابلیت۔ اور اعلیٰ کارگذاری کا تحریری سرٹیفکٹ عطا کر جاتا ہے۔ بعد ازاں اکثریت کا ایک فرد افسر ہو کر آتا ہے اور آتے ہی انکو پریشان کرتا ہے۔ ہیڈ کلرک اپنی ملازمت خطرے میں دیکھ کر رخصت کی درخواست دیتا ہے جس کو منظور ہو جانے پر یعنی افسر مسترد کرا دیتا ہے۔ اور لینے ورودسے دو ہی چار مہینے بعد فوراً افسر بالا کو

رپورٹ کرتا ہے کہ ہیڈ کلرک اِس عہدہ کے قابل نہیں وہ کام بالکل نہیں کر سکتا۔ فوراً ہٹا دیا جائے۔ غریب ہیڈ کلرک یہ رپورٹ دیکھ کر افسر کو درخواست دیتا ہے کہ بجائے رپورٹ بھیجنے کے اوس کے تبادلہ کی درخواست جو وہ سر رشتہ بھیجتا ہے سفارش کے ساتھ بھیجدی جاوے۔ اور اِس کی طویل بیداغ ملازمت پر اِس طرح پانی نہ پھیرا جاوے۔ افسر نقول اسناد وغیرہ دیکھ کر گو دفتر صدر میں اونکا پورا زور ہے! خاموش ہو جاتا ہے اور کہدیتا ہے کہ ہم تمکو نقصان پہنچانا نہیں چاہتے اچھا آزمائش کا اور موقعہ دیتے ہیں۔ گویا پچھلی کارگزاری اور بارہ سال تک ہیڈ کلرکی ہی کے نمایاں خدمات سب بیکار جاتی ہیں اور یہ وبتشیری پیریڈ از سر نو شروع ہوتا ہے کیا لاجواب ذہنیت ہے کانگریس کے اس کو ظالم غیر دیانتدار کہہ دینے سے غریب ہیڈ کلرک اور اُس کے عیال و متوسلین کی کہاں تک اشک شوئی ہو سکتی ہے؟

(۲) اقلیت کا ایک فرد اپنی نمایاں خدمات اور اعلیٰ قابلیت کی مدد سے ریڈری کے عہدہ پر بہ وقت تمام فائز ہوتا ہے۔ اوسکا نامۂ اعمال ضلع میں بہترین ہے جس سے مزید ترقی کی توقعات یقینی ہیں اور جو اکثریت کے افراد کی ذاتی کوششوں کو مقابلۃً دشوار کر دیتی ہیں۔ مگر بد قسمتی سے یہ فرد آفات ناگہانی میں مبتلا ہوتا ہے ایک ہی ہفتہ عشرہ میں اوسکا بچہ۔ بیوی۔ باپ خالہ کا انتقال ہوتا ہے۔ اسی مصیبت کے وقت میں اوسکا عہدہ بھی تخفیف میں آتا ہے اور وہ ساٹھ سے پینتالیس کے اسامی پر بھی جاتا ہے (اکثریت کا ایک فرد اسوقت اوسکا افسر انچارج ہے) بے سر و پا لغویات کو فراہم کر کے اور اہم بنا کر اوس کے خلاف افسر بالا کے سامنے جو نیا اور عارضی ہے پیش کیا جاتا ہے افسوس ہمارے بھائی ایک ایسے فرد کے ساتھ۔ جس پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو۔ کس طرح ہمدردی کرتے ہیں اور اوسکا کوئی حامی نظر نہیں آتا۔ قصہ مختصر اِس فرد کا تنزل ہوتا ہے اور تنخواہ ہی میں تنزل نہیں ہوتا بلکہ اوسکا نمبر اوس تنخواہ کے پانے والوں میں سب سے آخر رکھا جاتا ہے (یہی تو اصلی مطلب ہے) یہ غریب صبر کر بیٹھتا ہے۔ پھر غیب سے مدد ہوتی ہے۔ قائم مقام نیا افسر چلا جاتا ہے پرانا افسر آتا ہے سر رشتہ کا کام دیکھ کر خود بخود اوس کے ریڈری کے عہدہ کو بحال کرتا ہے اور اُس کی اعلیٰ کارگذاری کا اعتراف کرتے ہوئے۔ اوس کو اوسی عہدہ پر تعینات کر دیتا ہے۔ کانگریس غور کرے کہ اس وحشیانہ سلوک پر کسی کو ظالم غیر دیانتدار کہہ دینے سے ایک مصیبت زدہ ستم رسیدہ اپنی داد کو نہیں پہنچ سکتا۔

(۳) اقلیت کا ایک فرد ایک بڑے افسر کی پیشی میں اتفاق سے تعینات ہو جاتا ہے۔ اِس دفتر میں بھی جیسا کہ اکثر ہوا کرتا ہے بقیہ تمام کلرک اکثریت کے افراد ہیں۔ جو اپنی جتھہ بندی کے لوٹ جاتے ہیں سے حاکم کو اسکی طرف سے بدظن کرنے کے لئے پیشکار کی برائیاں کرنے لگتے ہیں۔ حاکم اکثر پیشکار سے کہتا ہے کہ تم فرقہ وار خیال اپنے دماغ میں نہ رکھیے۔ پیشکار یہ فقرہ بلا وجہ سن کر حیران رہ جاتا ہے اور دو اپیل اپنے بستہ سے نکال کر عرض کرتا ہے کہ حضور انکو سن کر

حکم دیں'۔

پہلا اپیل۔ ایک افسر اپنے ماتحت کے متعلق رپورٹ کرتا ہے کہ وہ اپنے حلقہ میں نہیں ملتا۔ اگر موقعہ پر ملنے کا حکم پیشتر بھیجدیا جاتا ہے۔ تب بھی وہ حاضر نہیں ملتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ سخت ضرورت پر جبکہ وہ اطلاع بھیجدینے پر بھی نہیں ملا اور تلاش سے بھی نہیں ملا۔ تو اُس کے کمرے کے کیواڑ اتار کر ضروری کاغذات نکالنا پڑے مجوزہ اسپر چار آنے جرمانہ کرتا ہے'۔

دوسرا اپیل۔ ایک افسر اپنے ماتحت کے متعلق رپورٹ کرتا ہے کہ اُس نے لائن کی صفائی نہیں کی۔ ماتحت جواب دیتا ہے کہ اس نے عہدہ دار ذمہ دار سے امداد کی درخواست کی امداد نہ ملنے پر جتنی صفائی وہ محنت وجانفشانی کے ساتھ تنہا انجام دے سکا۔ افسر رپورٹ کنندہ کے معائنہ سے پیشتر کر چکا تھا۔ مجوزہ دو روپیہ جرمانہ کرکے اعمالنامہ میں غفلت درج کردیتا ہے'۔

حکم۔ حاکم حکم دیتا ہے کہ اول الذکر کی سزا میں بیشی ہو اور اُس کا دور کے حلقہ میں فوراً تبادلہ کیا جائے آخرالذکر کا جرمانہ مسترد کرکے عہدہ دار ذمہ دار سے دریافت کیا جائے کہ اُس نے مدد کا انتظام کیوں نہیں کیا۔

یہ احکام لیکر منیکار عرض کرتا ہے کہ پہلا اپیلانٹ اکثریت کا ایک فرد ہے۔ جبکہ رپورٹ کنندہ اقلیت کا فرد ہے دوسرا اپیلانٹ اقلیت کا ایک فرد ہے۔ جبکہ رپورٹ کنندہ اکثریت کا ایک فرد ہے۔ حضور یہ ہے فرقہ وارانہ تنگ نظری جو برتی جاتی ہے اور جس پر میں کاربند نہیں ہوسکتا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اول الذکر اپیلانٹ کا معاملہ دوسری طرح پیش کرکے اس کی خفیف سزا کو بھی معاف کرادوں اور افسر رپورٹ کنندہ کو ذلیل کراکے اسکا اثر ماتحتوں کے دلوں سے دور کرادوں نہ مجھ سے یہ ہوسکتا ہے کہ آخرالذکر اپیلانٹ کا معاملہ اس طرح پیش کروں کہ اُس کو برخاست کرادوں اور ماتحتوں پر افسر رپورٹ کنندہ کا ناجائز دباؤ قائم کرادوں۔ اب کانگریس کہہ سکتی ہے کہ ایسے رویے دیکھتے ہوئے ایسے افراد کو ظالم غیر جانبدار کہہ دینا ملک کی فلاحیت کیونکر ہوسکتی ہے۔ ایسی صدہا مثالیں ہیں جنہیں میں نے اپنی عمر میں خود دیکھی ہیں جن کے تذکروں کیلئے ایک کتاب علیحدہ لکھی جاسکتی ہے۔

انفرادی اور فرقہ وارانہ جھگڑے

اگر ایک جماعت کے دو افراد میں مخالفت ہوتی ہے تو بیشک یہ ایک معمولی بات سمجھی جاتی ہے لیکن جب دو جماعتوں کے افراد میں تنازعہ ہو تو اُسکو فرقہ وار بنالیا جاتا ہے۔ صاحب صدر کو اسپر حیرت کیوں ہے۔ معاملہ بالکل صاف ہے۔ ایک جماعت کے افراد کے درمیان جو مخالفت ہوتی ہے اُسکا تعلق اُن افراد کی ذاتوں ہی تک محدود رہتا ہے بخلاف اس کے جب دو جماعتوں کے افراد میں جھگڑا ہوتا ہے تو اُس کا تعلق اُن کی ذاتوں اور اُنکی جماعتوں دونوں پر پڑتا ہے اور پڑ سکتا ہے کیونکہ یہ دونوں افراد ایکدوسرے

پر غالب ہونے کے لیے اپنی اپنی جماعتوں میں اس جھگڑے کو فرقہ وارانہ جھگڑا مشہور کر کے ووٹ کے طالب ہوا کرتے ہیں۔

مساوی ذمہ داری، مساویانہ مداخلت

صاحب صدر فرماتے ہیں کہ تمام جماعتوں کو پبلک معاملات، ملکی مسائل اور انکے حل کرنے میں یکساں دلچسپی ہے۔ ہم بھی یہی سمجھتے ہیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ دونوں بڑی جماعتوں کو حکومت میں مساوی حقوق دیئے جاویں تاکہ دونوں یکساں طریقہ پر واقعی ان دلچسپیوں سے حظ اٹھائیں اور یکساں طریقہ پر سوراج کے تعلیم پائیں ہم یہ نہیں کہتے کہ ملازمتوں کو جماعتی معاملات میں غیر مفید سمجھتے ہوئے بھی" اور اپنی مالی حالت کو مقابلۃً بہتر سمجھتے ہوئے بھی ہمارے بھائی ہم کو نصف سے زیادہ حصہ مرحمت فرمائیں۔

صحیح معیار

صاحب صدر فرماتے ہیں کہ سوراجیہ کے لیے افراد میں کیرکٹر اور "اوسط قابلیت" ہی کی ضرورت ہے کاش صاحب صدر یہ کلیہ ملازمتوں کے لیے بھی قائم فرما دیتے اور حکومت سے اپیل کرتے کہ وہ یونیورسٹیوں کے ڈگریوں اور امتحان مقابلہ کو تقرر کے وقت "بہلا لحاظ" نہ ٹھہرائیے ملازمتوں سے بہتر افراد کی سوراجیہ کے لیے ضرورت ہے جب سوراجیہ کے لیے اوسط قابلیت کافی ہے۔ تو ملازمتوں کے لیے اس سے زیادہ کی کب ضرورت ہے؟

کانگریس فرقہ وارانہ منافشات کی ذمہ دار ہے

حقیقت امر یہ ہے کہ اکثریت ہم کو پریشان نہیں کرتی۔ اگر یہ جداگانہ نیابت کی ہم کو ترغیب دیتے ہیں ہم کو تو کانگریس کے مخالفانہ ریزولیوشن ہی مصیبت میں ڈال دیتے ہیں ان رزولیوشنوں کو پڑھکر ہی اکثریت کے افراد بہت بگڑتے ہیں اور اقلیت کے افراد کو پریشان کرتے ہیں۔ اقلیت کے افراد مایوس ہو کر صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں اور اس طرح مادر وطن کے نونہال برابر مصیبت میں گرفتار رہتے ہیں۔

مسلمان اور جداگانہ نیابت

(۱) مسئلہ نیابت

بعض لیڈر کہتے ہیں کہ فرقہ وار نیابت سوراج کے لیے خلاف اصول ہے۔ بعض حضرات کہ دور فرقوں کو

ہمدردی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مناسب مردم شماری کے لحاظ سے فرقہ وار نیابت تسلیم کر لینا چاہیئے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ ان مختلف الخیال حضرات کا مقصد ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ کثیر الآباد فرقہ سوراج میں مالک و مختار اور قلیل الآباد فرقہ پر ہمیشہ حاوی رہے۔

وہ حضرات جو فرقہ وار نیابت مناسب سمجھتے ہیں یقیناً ہر فرقہ کی ضروریات کا احساس فرماتے ہیں اور جب ضرورت کی بنا پر فرقہ وار نیابت ضروری ہے تو ان ضروریات کا تمام و کمال پورا ہونا لازمی ٹھہرا ورنہ فرقہ وار نیابت عبث اور اس کے حامیوں کی حمایت فضول۔

نیابت مردم وار یعنی تقسیم اجناس جیسے کثیر التعداد اور قلیل التعداد فرقوں کی مردم شماری دیکھتے ہوئے اس نسبت سے حصہ تجویز کیا جائے کہ ہر فرقہ کے افراد یکساں شکم سیر ہوں۔ یہ نیابت فرقہ وار نیابت ہے اور ہر فرقہ کی مذہبی اور سیاسی ضروریات اور ان کے حقوق کی نگہداشت کے لئے قائم ہوگی تاکہ کمزور اور قلیل التعداد فرقے اپنے وجود اور حقوق کو زبردست اور کثیر التعداد فرقہ کے ساتھ ساتھ قائم رکھ سکیں اور اُن کو حق تلفیوں کی وجہ سے کثیر التعداد فرقہ کی زیادتیوں کے خیال آنے کا موقعہ کبھی نہ ملے جو سوراج کے لئے سخت مضر ہوگا۔

اگر مردم شماری کی نسبت سے نیابت قائم کی جائے تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس اصول سے کثیر التعداد فرقہ کے نمائندے بکثرت ہوں گے مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان نمائندوں کی زیادتی آبادی کی کثرت کو کیا فائدہ پہونچائیگی۔ اگر کثیر التعداد فرقہ کو کثرت رائے سے مخصوص ایکٹ یا بل پاس کرانا ہے یا دوسروں کے ایکٹ بل یا ان کے حقوق کی نگہداشت کے رول رگیولیشن کی نگرانی کرنا ہے تو قلیل التعداد فرقہ کے بھی بعینہ یہی درپیش ہیں اور یہ ضروریات ہمیشہ سب کو یکساں لاحق ہوتی رہیں گی۔ پھر کثیر التعداد فرقہ کو کیا خصوصیت ہے جو اپنے نمائندے دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ رکھنے کی فکر کرے اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ قلیل التعداد فرقے اپنے نمائندے کم رکھ کر اپنے حقوق کو خطرے میں ڈالنا گوارا کریں۔

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ سوراج فی الحقیقت کس حالت میں مستحکم ہوگا اور اگر فرقہ وار نیابت ضروری ہے تو کثیر التعداد اور قلیل التعداد فرقوں کے نمائندوں کی کون نسبت مفید ہوگی؟

آئے دن کے باہمی تنازعات بتا رہے ہیں کہ ایک فرقہ کو دوسرے پر بالکل اعتبار نہیں کوئی مدبر وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ باہمی اعتبار کتنی مدت دراز میں قائم ہو سکتا ہے۔ جب باہمی اعتبار موہوم ہو تو یقیناً فرقہ وار نیابت بذریعہ قانون حصول سوراج سے پیشتر قائم کرا لینا سوراج اور استحکام سوراج کے لئے نہایت ضروری ہے۔ رہا تناسب نمائندگی کا معاملہ اس کے متعلق یہ واضح ہو گیا ہوگا کہ از روئے انصاف ہر فرقہ کے نمائندے مساوی ہونا چاہئیں۔ از روئے ضروریات ایسا کرنا سوراج کے لئے اور بھی زیادہ مفید ہے۔

کثیر التعداد فرقہ میں ایسے لوگ کثرت سے ہیں بلکہ تین چوتھائی سے زیادہ جن میں کسی قسم کی صلاحیت ہی نہیں اور اگر ان کو ٹھیک کرنا بھی شروع کیا جاوے تو صدیوں کی تعلیم اور تربیت بعد بھی ان میں ضرورت کے موافق قابلیت نہیں ہو سکتی۔ بقیہ لوگ جو اعلیٰ ذات اور تعلیم یافتہ ہیں ان کی حالت ایسی ہے معلوم ہو رہی ہے کبھی یہ حضرات انتہا پسند ہو جاتے ہیں کبھی معتدل مزاج اور پھر موجودہ گورنمنٹ کے وفادار کارکن۔ بعض سوراج گورنمنٹ برطانیہ کے باہر چاہتے ہیں۔ اور بعض اس کے اندر اور اکثر کمزور فرقہ سے خوفزدہ ہو کر سنگھٹن مضبوط کرنے اور شدھی سے اپنی اکثریت میں مزید اضافہ کرنے کی فکروں میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ اکثر ان حضرات کو کمزوروں سے ہمدردی ہو جاتی ہے اور فرقہ وار نیابت کی حمایت فرماتے ہیں مگر خواہش ہمیشہ یہی رہتی ہے کہ نمائندوں میں انہیں کی کثرت ہو۔

ان حضرات میں روپیہ اور علم ضرور زیادہ ہے مگر سوراج نہ تو تجارتی کارخانہ ہے نہ اخبار کی کمپنی جس میں روپیہ اور علم ہی درکار ہو۔ قلیل التعداد (مسلمان) سب یکساں ہیں ان کا کیرکٹر۔ ان کی انتظامی قابلیت ان کی سیاست ان کی شجاعت اور ان کی وفاداری اور استقلال دنیا پر بخوبی روشن ہیں کثیر التعداد فرقہ کے بڑے بڑے لیڈروں نے ان کی برتری کو تسلیم کر لیا ہے۔

جب کثیر التعداد اور قلیل الاباد فرقوں میں یہ بین امتیاز ہو تو فرقہ وار نیابت میں تناسب مردم شماری کا اصول جبکہ قابل ترین عنصر قریب قریب معدوم رہتا ہو سوراج کے لئے سخت مضر ہو گا۔

حامیان سوراج کو ان باتوں پر صفائی قلب سے غور کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ انہیں ساری کی فکر میں آدھی بھی چھوڑنا پڑے۔ ممبران مسلم لیگ کو بھی بہت غور و خوض سے کام کرنا چاہئے۔ ایسا بعض حضرات نئی دوستی کے جوش میں واجبی احساس تک کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ مگر ان حضرات کو یہ خیال رہے کہ ان کی عالمگیر شہرت محض اس وجہ سے ہے کہ وہ مسلمانوں کے قائم مقام ہیں۔ اگر وہ مسلمانوں کے حقیات کا خیال نہ فرما سکیں تو بہتر ہے کہ وہ اپنی شہرت کے لئے دوسرے اکھاڑے تجویز فرمائیں۔

برل پارٹی کے ارکین اس جد و جہد میں لندن تک پہونچ گئے ہیں اور اپنی کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ ان کو یہاں تک کامیابی بھی ہو چکی ہے کہ انہوں نے صاحب وزیر ہند سے یہ بات منوالی ہے کہ جمہوریت میں فرقہ وار نیابت اصول کے خلاف ہے۔ ہم کو امید ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ ان فرائض کو جو خدا کی طرف سے اس پر عائد ہیں دلیری اور آزادی سے انجام دے گی۔ اس کو یہ خیال رہنا چاہئے کہ وہ ہندوستانیوں کو اچھی گورنمنٹ دینے کی فکر میں ہے نہ کہ کثیر التعداد اور زبردست فرقہ کے لئے آلہ حرب۔

(۲) مساوی حقوق کی چیستاں

گوشۂ دیرِ مغاں میں باتیان ماہوش
خوب نپٹے ساقیا گر دور پیمانہ رہے

میں بیحد مشکور ہوں کہ آپ نے میرے آرٹیکل "مسلمان اور فرقہ وارنیابت" کو اپنے معزز اخبار مورخہ یکشنبہ ۲۹ جون صفحہ ۵ کالم ۴) میں شائع فرما دیا۔

میں انتظار میں ہوں کہ ان حضرات کی طرف سے جو مختلف الخیال ہیں اور مسلمانوں کو اس سرزمین پر جس کے وہ مساوی حصہ دار ہیں۔ کمزور کرنے کے لیے طرح طرح کی نمائشی دلیلیں پیش کرتے رہتے ہیں کچھ تردیدی جواب دیکھوں۔

ہندو مسلم اتحاد سوراج کے لیے نہایت لازمی شے ہے۔ بڑے بڑے لیڈروں کو یہ فکر ہے کہ اتحاد کیونکر قائم ہو۔ بعض لیڈر فرماتے ہیں کہ اتحاد محض اس طرح ہو سکتا ہے کہ مسلمان گئوکشی چھوڑ دیں اور ہندو نماز کے وقت مسجدوں کے سامنے باجے بجانا بند کر دیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ہندوؤں کے اور مضبوط ہو جانے سے اتحاد ہو سکتا ہے۔ مگر ایک غیر جانب دار بلا لیس و پیش یہی کہے گا کہ نہیں ہرگز نہیں! اتحاد محض باہمی میل و جول سے ہو سکتا ہے اور اسی وقت ممکن ہے جبکہ دونوں فرقے خوشحال ہوں نہ کہ اس طرح کہ ان کے دینی۔ دنیوی اور قومی معاملات میں دخل دینے یا ایک کو دوسرے کے مقابلہ میں زبردست کرنے کی فکر کی جائے۔ فی الحقیقت دونوں فرقہ کی خوشحالی ہی اصل اتحاد اور سوراج کی جڑ ہے۔

آرٹیکل مذکورہ بالا میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ انتظامی نکتہ نظر سے یہ لازمی ہے کہ دونوں فرقوں کو یکساں سہولتیں اور حقوق دیئے جائیں۔ ہندو کمزور مسلمانوں کے خوش کرنے کی یہ بھی بہترین تدبیر ہے جس سے ہندو ان کو اپنی منصف مزاجی بیان کر کے گرویدہ کر لینے کا فائدہ بلا کسی نقصان کے حاصل ہو سکتا ہے۔

بعض احباب جو اس معاملہ پر عمیق نظر نہیں ڈالتے یہی کہتے چلے آتے ہیں کہ جمہوریت کے وہ اصول جو دنیا میں قائم ہیں ہندوستان میں بھی عائد کیے جائیں۔ کہنے کو تو یہ کہہ دیتے ہیں مگر ان کو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ سرد ملکوں کا لباس گرم خطوں میں پہنے پھریں اور تکلیف محسوس نہ فرمائیں۔ حقیقتاً یہ بدترین حماقت ہوگی کہ مہاتما جی اور ملاں جی کے سوراج میں ایسے ملک کے اندر جو دنیا بھر سے مختلف ہو ہم ممالک غیر کے اصول کی تقلید کریں۔ ایسے دلائل جبکہ ہم ہندوستان کی قومیت بنا رہے ہوں

اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی کمزوری کا علاج مدنظر ہو دہو کہ دینے والے اور لغو معلوم ہونگے۔

وہ احباب جو فرقہ وارنیابت کو ضروری تصور فرماتے ہیں بدقسمتی سے تناسب کے ارلبہ سینہ میں پڑ جاتے ہیں جس سے گو علانیہ طور پر نہ کہا جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ قلیل التعداد فرقہ کو سوراج میں نہ کوئی حصہ ملے نہ وہ اپنے حقوق کی نگہداشت کر سکے۔ اس لیے مسلمان کبھی خوش نہیں ہو سکتے۔

اعدادی کثرت کا جیسا کہ پہلے آرٹیکل میں دکھایا جا چکا ہے۔ حکومتی معاملات میں کوئی لحاظ نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اگر حصہ رسدی کے خیال سے اس کثرت کا لحاظ کیا جائے تو ہم اس کی اہمیت پر بھی غور کر سکتے ہیں۔ عام قانون ترکہ ہندو مسلمانوں میں یہ ہے کہ باپ کی منقولہ اور غیر منقولہ میں اس کے لڑکے مساوی حصہ تقسیم کر لیں گے۔ خواہ ان لڑکوں میں کسی کی اولاد اور متعلقین کتنے ہی کم یا زیادہ کیوں نہ ہوں۔ پھر تعجب ہے کہ یہ قانون مادر ہند کی حکومت ملتے وقت اس کے سعادت مند بیٹوں کے لیے کیوں پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔

(۳) روشن دماغی اور صفائی قلب

میں مسٹر کے۔ پی۔ جی (ڈگو میں انکو پہچان نہیں سکا) بیحد مشکور ہوں جو مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کرتے رہنے کا اظہار فرماتے ہیں مگر افسوس کرتا ہوں کہ انھوں نے میرا اصلی مضمون جس کا حوالہ میں نے اپنی چٹھی میں دیا ہے ملاحظہ نہیں فرمایا۔

میں مانتا ہوں کہ جمہوریت میں روشن دماغ اور صاف قلب کی نمائندگی ہوتی ہے۔ مسلمان ان اوصاف میں کسی سے کم نہیں اور اگر از روئے انصاف دیکھا جائے تو گو وہ تعلیم میں بہت پیچھے ہیں تاہم ان اوصاف میں اہل ہند سے بہت بڑھے چڑھے نظر آتے ہیں۔

مسلمانوں نے نہایت متبرک مقامات پر اپنی مسجدوں میں ہندوؤں کو بٹھایا۔ انھوں نے ہندوؤں کی خاطر گائے کشی بند کرنے کی کوششیں کیں۔ جہاں انکی آبادی ساٹھ فیصدی تھی وہاں بھی انہوں نے اپنی اقلیت ہندو بھائیوں کی تجاویز کے موافق تسلیم کر کے نقصان اٹھایا انہوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو ہندوؤں کے ستانے کے شبہ پر سخت ترین سزائیں دیں۔ و علی ہذا مسٹر کے۔ پی۔ جی۔ ایک مثال بھی ایسی نہیں دے سکتے جس سے معلوم ہو سکے کہ ہندوؤں نے کبھی ایسا کیا ہے اور اپنی روشن دماغی اور صفائی قلب دکھائی ہے۔ وہ یہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہندوؤں نے اس کے عوض سنگٹھن۔ شدھی۔ مہا بیروں۔ بہمنوں اور مسجدوں کے سامنے نماز کے وقت باجے بجانے کی تحریکات کے علاوہ دیگر

جاری کر دیں۔

مسٹر کے۔ پی۔ جی نے ایک مثال سے یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمان امیدوار کارخانوں کی ملازمتوں کے لیے بھی دستیاب نہیں ہوتے۔ اس سے وہ اور انکے ہم خیال لوگ یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی تعلیم بہت پست ہے اور خود سمجھ لیں گے کہ ہندوؤں نے جبکہ ان کی اکثریت حکومتی معاملات میں ہی مسلمانوں کے ساتھ روشن دماغی اور صفائی قلب کا سلوک کبھی نہیں کیا۔ اور یہ بھی ان کو یقین ہو جائیگا کہ حکومتی معاملات میں آبادی کے تناسب اور اہمیت کے حساب نے قلیل التعداد قوم کو کس قدر نقصان پہونچایا ہے۔ مسلمانوں کو ہندوستان میں رہنا اور کچھ کرنا ہے وہ اب ان بے معنی اصول کو حکومتی معاملات میں تسلیم نہیں کر سکتے۔

ابتک میں نے کونسلوں ہی پر بحث کی تھی۔ لیکن میرے دلائل ملازمتوں کے سوال پر بھی یکساں عائد ہوتے ہیں کیونکہ ملازمتیں کثیر الآباد قوم کے افراد کے لیے کھانے کی ایجنسیاں ہی نہیں ہیں۔ سرکاری ملازمت کو موقعے ہیں کہ وہ اقوام کو نفع نقصان پہونچا سکیں۔ اگر یہ ملازمین اقوام کی آبادی کے لحاظ سے رکھے جاویں تو قلیل الآباد قوم کی حالت معلوم محض۔ "مساوی" نمبر ہی ایسا ہو سکتا ہے جو کثیر الآباد اور قلیل الآباد دونوں کو یکساں مطمئن رکھ سکے۔

بالفعل میں نے بے سر پیکار اقوام کا سوال لیا ہے۔ اگر مسٹر کے۔ پی۔ جی اپنی قوم کو جس میں ہونے کا ان کو فخر ہے اس ذیل میں شامل کریں تو مجھ کو انہیں مساوی حقوق دینے میں ذرا بھی پس و پیش نہ ہوگا۔ اور مجھ کو یقین ہے کہ میری قوم ان کی خاطر آخر تک لڑے گی ہم فراخ دل ہیں۔ ناشکرے اور خود غرض نہیں گو اکثر ہم بہکا دیے جا سکتے ہیں۔ ہم کو یاد ہے کہ ان کی قوم (اگر میں نے صحیح سمجھا ہے) نے ڈسٹرکٹ بورڈ امنڈمنٹ بل اور دیگر مباحثات میں ہمارے حق بجانب ہونے کی وجہ کر ہمارا ساتھ دیا ہے۔ گو ہماری متحدہ کوششیں کثیر التعداد قوم کے کثیر نمائندوں کے مقابلہ میں بیکار ہی ثابت ہوئیں۔

(۴) ایک شخص اور ایک رائے

میں نے مسٹر کے۔ پی۔ جی کی چٹھی پڑھی اور اب مجھ کو پورا یقین ہو گیا ہے کہ انہوں نے میرا اصل آرٹیکل ملاحظہ نہیں فرمایا اور پھر ہندوستانی کونسلوں کے لیے "ایک شخص اور ایک رائے" کے غیر ملکی اصول پر مصر ہیں میں اُن سے پھر درخواست کرتا ہوں کہ وہ مہربانی فرما کر آرٹیکل مذکورہ اخبار۔ آئی۔ ڈی۔ ٹی ۲۹ جون میں ملاحظہ فرمائیں۔

میں مسٹر کے۔ پی۔ جی سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا تمام ہندوستانی یہ بھی چاہتے ہیں یا ان زریں اصول کی بھی کبھی خواہش کی ہے کہ "ایک شخص اور ایک ووٹ" "ایک شخص اور ایک ڈگری" "ایک شخص اور ایک کارخانہ" وغیرہ وغیرہ۔ اگر اُن کا جواب اثبات میں ہو تو مہربانی فرما کر مثالیں دیکر سمجھائیں۔ ورنہ ایک شخص اور ایک ووٹ کے اصول کا خیال ہندوستانی کونسلوں کے لیے فوراً چھوڑ دیں۔ اِن کونسلوں میں لوگ اعلیٰ ترین عہدوں پر ہوتے ہوئے بھی اپنی قوم کی طرف سے لڑتے ہیں اور دوسروں کو اُن کا حق جسکو غیر لوگ بھی دینا چاہتے ہیں نہیں دینے دیتے اور ان کونسلوں میں اگر کسی پست قوم کو اُس کی حالت سدھارنے کا ذرا بھی موقع دیا جائے تو دوسری قوم کے ممبر متحد ہو کر النفس النفس پکارنے لگتے ہیں اور کسی طرح نہیں چاہتے کہ جو کچھ اُس کو دینے کا خود انہوں نے وعدہ کر لیا ہے اور جو فی الحقیقت حصہ رسدی سے بھی کم ہے اس کو مل سکے۔

یہاں سوال 'لینے دینے' کا نہیں سوال 'موت زیست' کا ہے۔ خواب غفلت میں ڈالنے والی تھپکیاں اب ہم لینا نہیں چاہتے۔ ہم کو اپنے دینی دنیوی حقوق کا جن پر ہماری بہبود منحصر ہے پورا تحفظ مد نظر ہے جس کو ہم نے اپنی صفائی قلب خاموشی اور رواداری یا بیوقوفی کی وجہ سے ابتک گہری نظر سے کبھی نہیں دیکھا۔ اگر مسٹر کے۔ پی۔ جی ہماری ضروریات کسی اور صورت سے رفع کر سکتے ہیں تو ہم کو حکومت میں نہ عہدہ کی ضرورت ہے نہ ممبری کی۔ ہم حکومت میں ساری حقوق دوسری قوم کی زیادتیوں کیوجہ سے نہیں مانگتے۔ بلکہ اس وجہ سے چاہتے ہیں کہ ہم کو حکومت کے ان اصولوں (۱) فرقہ وارنیابت خلاف اصول (۲) فرقہ وار نیابت میں تناسب مردم شماری نے سخت نقصان پہونچایا ہے اور اب ہم نے ٹھان لی ہے کہ ہم اپنی آواز حکومت میں برابر کر لیں۔

مسٹر کے پی جی لکھنؤ پیکٹ کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ آجکل وید پیکیٹ کی بھی (کہ شدھی نہیں ہو سکتی) کچھ وقعت نہیں۔ شاید اُن کو نہیں معلوم کہ پیکٹ کب بنتے اور کیوں بنتے ہیں وہ مہربانی فرما کر بنگال نیشنل پیکیٹ کا بھی خیال کریں کہ اس کا نام نہاد نیشنل کانگرس میں بمقام احمد آباد کس طرح خیر مقدم کیا گیا اور کیوں؟

میں بلوؤں پر بحث مباحثہ کرنا نہیں چاہتا جو جابجا ہوں۔ قربانیوں اور باجوں کے سلسلہ میں ہوتے رہا کرتے ہیں اور اُن کو نہایت تباہ کن اور ذلیل سمجھتا ہوں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ میں اُس نسخہ ہی پر بحث کروں جو ان مہلک امراض کو فنا کر دے۔ مگر بہ سبیل تذکرہ اتنا کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ ایک کا دوسرے کو اُس کے مذہبی احکام اور قدیم دستور کے مطابق نیک نیتی سے عمل کرنے ہوئے روکنا سخت حماقت اور دشمن بنانے مخاصمت ہے۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں بت پرستی سے سخت

متنفر ہوں مگر اس بات کا خیال بھی دل میں لانا کہ ہندو بھائی سے ہٹ کر صرف اپنی خاطر یا قوم اور ملک کی خاطر چھوڑنے کا تذکرہ کروں - بدترین کمینہ پن سمجھتا ہوں - ہر مذہب میں خدا مقدم ہے - اور مذہب اولاد - اعزا اور ہزاروں سلطنت سے زیادہ قیمتی - فی الحقیقت ہم اول ہندو - مسلمان اور عیسائی ہیں بعد کو دیسی یا ولایتی - میں اُن لوگوں کا بالکل اعتبار نہیں کرتا جو کہتے پھرا کرتے ہیں کہ ہم اوّل ہندوستانی ہیں پھر ہندو یا مسلمان - سری رامچندر جی حضرت عیسیٰ جناب رسالت مآبؐ اور دیگر پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگی پر نظر کریں - ان حضرات نے سلطنت حاصل کرنے یا قوم بنانے کی کبھی فکر نہیں کی بلکہ اپنے خدا اور مذاہب کو مقدم سمجھا اور وہ جانتے تھے کہ خدا دن بھر میں ہزاروں سلطنتیں اور قومیں قائم اور برباد کر سکتا ہے -

ملازمتوں میں اعداد تناسب اور معیار قابلیت کے متعلق یہ عرض ہے کہ وہ میری چٹھی بنام ایڈیٹر صاحب آئی ڈی - ٹی بجواب خیالات ہز ایکسلنسی گورنر صاحب بہادر بمبئی اخبار مذکورہ مورخہ ۱۲ جولائی ملاحظہ فرمائیں -

غالباً مسٹر کے پی جی حالات موجودہ کا مذاق بناتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ میں سیاسی افواج اپنے مقابلہ میں کھڑا دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا ہوں - اُنکو یقین کر لینا چاہیے کہ تمام دنیا کی افواج بھی اپنے مقابلہ میں کھڑا دیکھ کر میں اسوقت تک خوف زدہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اپنے اللہ اور اُس کی قوتوں پر ایمان رکھتا ہوں اور حق پر ہوں - میں امن اور یکجہتی حکومت کا خواہاں ہوں - خواہ انگریزی حکومت میں ہو یا ہندو راج اور اسلامی عملداری میں - ہمارے سینکڑوں نے دوسروں کے چنیدہ چنیدہ لاکھوں کو زیر کیا ہے - یہ دیکھتے ہوئے ایسے ریمارک پاس کرنا مناسب نہ تھا - چند آدمیوں کے مکانوں میں پناہ ہے کہ چھتوں سے اینٹوں کی بارش کرنا بمشکل سے خوف زدہ کرے گا -

(۵) سیاست میں لفظ "فرقہ وار"

مجھ کو افسوس ہے کہ مسٹر کے پی جی مجھ کو غیر متعلق بحث کی طرف لیے جا رہے ہیں گو میں ان معاملات کو بحث ضروری حد تک دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں - میری درخواست ہے کہ وہ اِن غیر متعلقہ بحث سے میرے مضمون کی اصلیت کو پوشیدہ نہ فرمائیں -

میں خیال کرتا ہوں کہ زوالی اور دھواڑی دوسری حکومتوں سے اُن زمانوں میں جبکہ ہم بھائی بھائی ہو کر رہتے تھے کسی طرح کم درجہ کی نہیں - اچھے باہمی تعلقات اور امن و امان کی خاطر ہمارا ان زمانوں کی طرف عود کرنا یقیناً خوشگوار ہوگا - میں ان معاملات پر علیحدہ بہ عنوان "ہندو مسلم اتحاد" بحث کرتا ہوں - مسٹر کے - پی - جی شوق سے میری آزادانہ رائے پر نکتہ چینی فرمائیں - اب میں پھر اصلی

مضمون کی طرف آتا ہوں۔

وہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہندوستانی۔ ایک آدمی اور ایک توڑا' اور ایک آدمی اور ایک ڈگری' وغیرہ وغیرہ سب کے لئے یکساں یقیناً نہیں چاہتے وہ یہ بھی تسلیم کریں گے کہ ہر شخص فطرتاً ترقی کی خواہش کریگا اور ہر ممکن ذریعہ سے اپنا راستہ خس و خاشاک سے صاف کرنا چاہیگا۔ جب ہر شخص کی یہ خواہش ہو اور آئیکل کی اصلاح دینے اور نکتہ چینی کرنے والی' اور کل کی خزانہ کی مالک' جماعتیں (کونسلیں) خاص جذبات سے اپنا کام کریں تو یہ خواہشیں کیونکر پوری ہو سکیں گی اور پھر ان جماعتوں کی رائے اور نکتہ چینیوں یا قوانین کی منظوری عطا کرنے سے کون اور کس وجہ سے انکار کر سکتا ہے۔

'فرقہ وار نیابت' کا جزو لفظ 'فرقہ وار' محض اس لئے نہیں ہے کہ اس کو دیکھ کر قلیل الاباد فرقہ خوش اور مطمئن ہوتا ہے۔ اس جزو کا کچھ منشا بھی ہونا چاہیے ورنہ یہ جزو تمام ہندوستانیوں کے لئے بالعموم اور قلیل التعداد فرقہ کے لئے بالخصوص نہایت ہتک آمیز ہوگا۔ نیابت مردم وار نہیں ہے اور حقیقتاً جزو 'فرقہ وار' کے نیابت میں کچھ معنی ہونا چاہئیں۔ نیابت تقسیم اجناس نہیں ہے جو اقوام کی افراد کو کثیر اور قلیل جماعتوں میں حصہ رسدی پر جھگڑے کرنے کو طلب کرے۔ نیابت سیاسی ترقی اور مذہبی معاملات پر رائے زنی اور نکتہ چینی کرنے کی غرض سے ہے۔ اور یہ معاملات یقیناً کثیر التعداد اور قلیل التعداد قوموں سے یکساں متعلق ہیں جب یہ سمجھ میں آتا ہو تو پھر مسٹر کے۔ پی۔ جی اصول تناسب پر اپنی سمجھ سے یا کثرت کے زور سے یا دوسروں کے کہنے سے کیوں اڑے رہیں۔

مسٹر کے۔ پی۔ جی 'اجنبیوں' کے سلوک کو جو انہوں نے ہمارے ساتھ دوسرے ممالک میں کئے ہیں یاد دلاتے ہیں۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ اس فقرے کا جواب اگر میں صفائی کے ساتھ پیش کروں تو شاید ایڈیٹر صاحب اخبار اس کو شائع نہ فرمادیں۔ مگر اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اجنبیوں نے وہی سلوک کیا جو اجنبی کر سکتا ہے اور وہ سلوک کیا جو خود ہمارے ہی بھائیوں نے بہت سی جگہ پر ہمارے ساتھ کیا ہے۔

۹۔ لکھنؤ پیکٹ کی لغویت

نقشہ تناسب مردم شماری بہ لحاظ مذاہب سے جو گاندھی جی کے ایک دوست نے نہایت جانفشانی سے مرتب کیا ہے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں فیصدی تقریباً اڑسٹھ ۶۸ ہندو (جن میں آریہ جی بھی شامل ہیں جو بلحاظ اصولی عقائد کے ہندوؤں سے مختلف ہونے کی وجہ سے علیحدہ محسوب ہونا چاہئیں)

بائیس ۲۲ مسلمان، چار بدھ، ایک سکھ، ۱/۲ جین، اور دیگر مختلف المذاہب ہیں اور یہ کہ منجملہ ۱۲ صوبوں کے ایک صوبہ میں بدھ لوگوں کی اکثریت، چار صوبوں میں مسلمانوں کی اور سات صوبوں میں اہل ہنود کی اکثریت ہے، جس صوبہ میں بدھ لوگوں کی اکثریت ہے اس میں مسلمان ہنود سے کسی قدر زیادہ ہیں، گویا پانچ صوبوں میں مسلمان ہندوؤں کے مقابلہ میں اور سات صوبوں میں ہندو مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنی اپنی اکثریت رکھتے ہیں اس تناسب کو ملاحظہ فرماتے ہوئے اہل ہنود غور فرمائیں گے، کہ لکھنؤ پیکٹ ۱۹۱۶ء جس کی رو سے مسلمان ہر صوبہ میں اقلیت میں رکھے گئے اور اس اقلیت کی وجہ سے وہ ہر جگہ ہندوؤں سے مغلوب رہے کہاں تک روا ہے؟ اور مسلمان اپنے ہندو بھائیوں کی خوشنودی مزاج کی خاطر ان کے رویے دیکھتے ہوئے کب تک خاموش رہ سکتے ہیں۔

فی الحقیقت لکھنؤ پیکٹ ہندو بھائیوں کی ایک سیاسی چال تھی جو ۱۹۲۳ء و ۱۹۲۴ء میں ظاہر ہوئے بغیر نہ رہ سکی، شدھی اور سنگھٹن کے افتتاح اور یکایک ہنگاموں کے تسلسل نے مسلمانوں کو جو ہندوؤں سے شیر و شکر بن کر رہنے کے خواہشمند تھے یہ یقین دلا دیا کہ لکھنؤ پیکٹ در اصل ان سب خرافات کا ایک جزو اعظم اور پیش خیمہ تھا، جس کا منشا محض یہ تھا کہ مسلمانوں پر حملہ کرنے سے پہلے ان کو حکومتی معاملات میں ہر جگہ کمزور کر دینا چاہیے تاکہ مسلمان ایک ساتھ ہر طرف سے گھیر لئے جائیں ملک کی خوش نصیبی ہے جو مسلمان اپنے برادران یوسف کی ستم ظریفیوں سے اچھے وقت پر باخبر ہو گئے اور اپنے حقوق اور تنظیم کی طرف متوجہ ہو گیا۔

کوئی باخبر اور سچا ہی خواہ ملک ایسا نہیں جو ہندو مسلم اختلافات اور گردو پیش کے واقعات دیکھتے ہوئے ایماناً اور انصافاً جداگانہ نیابت سے اختلاف کرے یا یہ سمجھا سکے کہ ایک گروہ اقلیت میں ہر جگہ رہ کر ترقی کر سکتا ہے یا یہ کہ ایسی حالت میں خوشگوار مستقبل کی امید ہو سکتی ہے یہ تو ممکن ہے کہ جداگانہ نیابت قائم کر دیئے جانے سے فریقین جو نیابت میں مساوی الوزن بنا رکھے جاویں رفتہ رفتہ ایکدوسرے کے خلاف جدو جہد کرنے کا خیال چھوڑنے لگیں اور کچھ عرصہ بعد ان کے موجودہ عادات و اطوار بالکل بدل جائیں اور پھر جداگانہ نیابت کی ضرورت فوراً خود بخود عبث ٹھہرے۔ مگر یہ ناممکن ہے کہ جداگانہ نیابت قائم کرنے کے خیال کو چھوڑ دینے یا نیابت میں بہ لحاظ تناسب کثیر اور قلیل وزن قائم کرنے سے ان گروہوں کی عادات و اطوار بدل سکیں ان حالتوں میں یقیناً کثیر التعداد گروہ کو قلیل التعداد گروہ کے حقوق اپنے فوائد کے خاطر ہر ممکن طریقہ پر دبائے رہنے کی ہمت بڑھتی جائے گی جس سے ملک میں کبھی امن قائم نہ رہ سکے گا، اور دونوں کے عادات و اطوار تب کہنہ کے درجہ کو پہنچکر لاعلاج ہو جائیں گے،

ملک کی بہتری اسی میں ہے کہ جداگانہ نیابت قائم ہو۔ ہندو مسلمان دونوں ہر جگہ مساوی الوزن رہیں اور انتخابات مشترکہ ووٹ سے عمل میں لائے جائیں اگر اکثریت اور اقلیت کی تعدیات میں ہمارے محترم لیڈر ریجھ گئے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ پانچ صوبوں میں جہاں مسلمان مقابلۃً ہندوؤں کے زیادہ ہیں ہندو ہی غالب رہیں گے اور سات صوبوں میں ہندو مسلمانوں پر زور باندھیں گے، گویا یہ صوبے فرقہ وار جنگ کے لئے ہمیشہ کو بارہ دنگل قائم ہو جائیں گے، جن کے اندر ہندو مسلمان ملکی ترقی کی جڑ کاٹنے میں ہمیشہ نبرد آزما رہیں گے۔ کون ذی عقل، ذی علم اور صاحب دولت یہ کہہ سکتا ہے کہ ایسی حالت میں تعلقات خوشگوار بھی ہو سکتے ہیں۔

ہم کو افسوس ہے کہ کثیر التعداد گروہ جس کو اپنے رویہ سے قلیل التعداد گروہوں کو معقولیت، انصاف اور رواداری کا سبق دینا چاہیے تھا، چند گندم نما جو فروش خود غرض بہکانے والوں کے کہنے میں آکر دوسروں کو وہ سبق دے رہا ہے جس سے ملک کو نقصان پہنچنے کے علاوہ خود اس کی ہستی خطرے میں پڑ رہی ہے کثیر التعداد اور قلیل التعداد ہمیشہ اسی نسبت میں مستقل طور پر رہنے والے نہیں، ممکن ہے کہ کسی وقت میں قلیل التعداد اپنے حرکات کی وجہ سے اور قلیل ہو جاویں یا اپنی بقا کی جد و جہد میں یہ نسبتیں پلٹ دیں اور پھر آجکل کے قلیل التعداد کل کثیر التعداد ہو جائیں اور پھر قلیل التعداد کو فنا کرنے کی وہ بھی اسی طرح تدبیر سوچیں۔ دنیا میں رہنے کا یہ اصول نہایت رکیک اور خطرناک ہے۔ یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ ایک ملکی ہو کر اتنا اتنا وزن رکھتے ہوئے ہندو مسلمان کثیر اور قلیل کا تناسب لگایا کریں اور حکومت کو جھگڑوں کا آلہ بنا دیں۔ اپنے اپنے تحفظ اور آئندہ خوشگوار تعلقات قائم رکھنے کے لئے یہی مناسب ہے کہ ہر جگہ خواہ وہاں ہندوؤں کی اکثریت ہو یا مسلمانوں کی نیابت میں دونوں کا وزن مساوی ہو۔

یہ گندم نما جو فروش، ناعاقبت اندیش اول تو یہ چاہتے ہیں کہ قلیل التعداد گروہ باوجودیکہ وہ کئی جگہ اکثریت میں ہے ہر جگہ اقلیت میں رکھا جائے اس کے ساتھ ہی ان کی یہ بھی خواہش ہے کہ انتخابات مشترکہ ووٹ سے ہوا کریں۔ گویا قلیل التعداد گروہ کے کم نمائندے بھی ایسے ہوں جو کرسی پر بیٹھ کر یہ سمجھتے رہیں کہ ہم کثیر التعداد گروہ کے آوردہ ہیں، ترکیب تو واقعی خوب سوچی ہے اگر چل جائے تو بات ہے۔

ہندو بھائی اس مسئلہ کو ہر پہلو پر سمجھیں، مسلمان بیشک ہر اس طریقہ پر راضی ہو سکتے ہیں جو خود غرضیوں اور چالاکیوں سے پاک ہو اور جس میں وہ اپنی سیاسی اور مذہبی ضروریات کا کافی ووافی تحفظ کر سکیں مگر اس بات پر کسی طرح راضی نہیں ہو سکتے کہ وہ ہر جگہ اپنی اقلیت منظور کر کے ایسی صورتیں پیدا کرنے کے بانی ہوں جن سے تفرقہ عظیم اٹھے اور ملک کو تباہ کرے۔

۱۰۔ نیابت میں غیر مسلم لفظ

جداگانہ نیابت میں کُل ہندوستانی اقوام مسلم اور غیر مسلم دو حصوں میں تقسیم کی گئیں۔ مسلم میں مسلمان اور غیر مسلم میں تمام دیگر مذاہب کے افراد شامل ہیں۔ یہ تقسیم اس لئے کی گئی ہے کہ مسلمان جو ہندوستان کی روح رواں ہیں اپنے مذہبی مخالفین کے ساتھ رہکر اپنی بقا قائم رکھ سکیں۔ یہ وہ راز ہے جو ہم کو ریفارم کے اجراء کے وقت بتایا گیا تھا۔ ہم جھگڑا کرنا نہیں جانتے جس طرح ہم سے کہا گیا ہم نے مان لیا اور صفائی قلب کے ساتھ قبول کر لیا۔ ہم نے یہ بھی سمجھا کہ غیر مسلم کی طرف سے ہر غیر مسلم گروہ کے افراد کونسلوں اور لوکل بورڈوں میں شریک ہو کر اپنی آزادانہ اور حق بجانب رائے پیش کیا کریں گے۔ ہمارے دلوں میں فتنہ و فساد یا کسی کے حق کو غصب کرنے اور انصاف کے خلاف کچھ کرنے کا مطلق خیال نہ تھا نہ ہم کو اپنی صفائی قلب کی وجہ سے یہ گمان ہو سکا کہ ہمارے دوسرے بھائی ایسا کریں گے اگر مذہبی اختلاف کچھ کر کبھی کچھ کھٹکا بھی ہوا تو فوراً یہ خیال آگیا کہ غیر مسلم میں تمام مذاہب کے افراد شامل ہیں اور یہ سب کے سب انصاف نہیں چھوڑ سکتے۔ اگر ایک گروہ ہمارے خلاف ہوا بھی تو دوسرے حق کو چھوڑ کر اس کے ہم آواز نہیں ہوں گے۔ ہمارا یہ خیال ہرگز غیر مناسب نہیں کہا جا سکتا۔ ہر غیر مسلم کو ہمارے ہندوستان کے اندر مٹانے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا اور فی الحقیقت کسی غیر مسلم اکثریت کا زور گروہ اقلیت کو دبا رکھ سکے، ہر دوسرے غیر مسلم گروہ کو ہمیشہ اپنا ہم آواز نہیں بنا سکتا اس قسم کی اکثر مثالیں دوران ریفارم میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اب جبکہ اصول تناسب آبادی نے اکثریت کا غلبہ پورا کر دیا تو انتخاب نمائندگی کے وقت ایک نئی ترکیب دوسرے غیر مسلم گروہوں کے علیحدہ کرنے کی نکالی۔ وہ یہ ہے کہ اکثریت پروپیگنڈا پھیلایا جانے لگا کہ جو عیسائی مسلمانوں کا ساتھ دیتا ہوا وہ بے ایمانی نہ کرتا ہوا اس کی وہ قطعاً خواہ مخواہ کی تذلیل اور بائیکاٹ کیوں نہ ہو۔ گویا ووٹ مسلمانوں کے ذبح کرنے کا آلہ بن گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی ہندوستان میں ہم نے دوسروں پر حکومت کرتے ہوئے بھی سب کو اپنے ساتھ ہی رکھا اور سب کے ساتھ بھائی چارے کا اور منصفانہ برتاؤ کیا اور پچھلے راجوں کے طرز عمل سے ذرہ بھر اختلاف نہ کیا افسوس ہے کہ ہندوستان میں آج ہماری یہ حالت ہو گئی کہ ہمارے چند منصف مزاج بھائیوں کے لئے ہمارے ساتھ رواداری برتنے کے جرم میں وہ لوگ جن کو ہمارے طرز عمل کا اپنی اکثریت دیکھ کر احسان ماننا چاہئے تھا نیابت سے برطرفی کی سزا تجویز کریں۔ دنیا اس انسانیت اور سوراجی قابلیت کا تماشا دیکھے۔ ہندی قوم اور ہندی اکثریت کے استحکام کی اگر سوراجیوں کے نزدیک یہی بہترین تدبیر ہے تو ع سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔

مسلمان سوراجی بھی جو انگی کا ٹے شہیدوں میں داخل ہو گئے ہیں اب شدہ ہو جائیں۔ اور ان کیں پروپیگنڈوں میں شریک ہو کر دیکھ لیں کہ وہ اپنے مقاصد میں کیونکر کامیاب ہو سکتے ہیں۔

نائنٹینتھ سنچری کے ذی اقتدار ممبر لارڈ سڈنہم کا اخبار مذکور نے تصور فرمایا تھا آج وہ آگاہ براہ کرم یہ بتائیں کہ کیا ہر غیر مسلم گروہ کے افراد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی آزادانہ اور حق بجانب رائے ظاہر کر سکیں۔ اور کیا اس قسم کا یہ پروپیگنڈہ پھیلانا اُن کی منشاؤں کے موافق ہو گا کیا فی الحقیقت اصول تناسب آبادی ہندوستان کی کونسلوں اور ملازمتوں کے لیے دانشمندانہ ہے؟ ہم پھر عرض کرتے ہیں کہ گورنمنٹ برطانیہ نے نیابت میں اصول تناسب آبادی قائم کر کے سخت غلطی کی ہے جو حضرات جداگانہ نیابت کے خلاف ہیں وہ ان غلطیوں کو پہلے سے سمجھے ہوئے تھے مگر دوسرے پہلوؤں پر اس کی مخالفت کرتے رہے تاکہ غافل مسلمان ان رموز کو نہ سمجھ لیں۔ اور اپنے مطالب اس طرح خاموشی سے حاصل کر لیں کہ مسلمانوں کو اُن کے ضمیر تک کا پتہ نہ چلے۔ بہرحال اصول تناسب اور اس کا نتیجہ اصول مسلمانوں کی تباہی کے نتیجہ کے سوا اور کچھ نہیں۔

ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جداگانہ نیابت لازمی ہے اور اس نیابت میں ہندو مسلم مساوات ہی حق بجانب اور روزمرہ کے تمام جھگڑوں کو ہمیشہ کے لیے مسدود کرنے والی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہر ذہنی تردید کا جواب ان مضامین کے اندر یقیناً ملے گا۔

۱۱ - مسلم و غیر مسلم تقسیم غلط

ہم نے اپنی منصف مزاج گورنمنٹ سے انہی کالموں میں بارہا عرض کیا ہے کہ جداگانہ نیابت میں مسلم اور غیر مسلم تقسیم غلط ہے۔ ہم کو یقین ہے کہ ہماری مہربان گورنمنٹ ضرور اس مسئلہ پر غور فرما رہی ہو گی ہم چاہتے ہیں کہ سائمن کمیشن کی تحقیقات ختم ہونے سے پیشتر "لیڈروں" کے اس سمجھوتہ کے خلاف جس میں مسلمانوں کی تباہی پوشیدہ ہو اور جو محض اس تباہی کے لیے حکومت سے منوایا گیا ہو اور جس سے حقیقتاً مسلمان ہمیشہ تباہ ہوتے رہے ہیں صدائے احتجاج پھر بلند کریں۔ ہم نے اس سمجھوتہ کے خلاف اس پر عملدرآمد ہونے سے پیشتر بھی صدائے احتجاج بلند کی تھی مگر حکومت نے "لیڈروں" کو ملک کا درست اپنی غلطی سے سمجھ کر اور ہم کو فرقہ پرست تصور فرما کر ہماری آواز کی کچھ وقعت نہ کی تھی ابھی ہم میں تھوڑا بہت دم باقی ہے اور ہم کو امید ہے کہ حکومت ہم کو ان "قوم پرست" لوگوں کی چالبازیوں سے

بچائے گی۔

ہمارے خیال میں ہندوستانیوں کا مسلم اور غیر مسلم دو حصوں میں تقسیم کرنا اور مسلمانوں کو اس تقسیم میں ایک ثلث حصہ دینا مسلمانوں کو ہندوؤں سے تباہ کرانا ہے۔ "قوم پرست لیڈر" مسلمانوں کو تباہ کرانے کے لئے ایسا سمجھوتہ منظور کرا سکتے ہیں اس سے ہندو قوم پرست اپنی کثیر التعداد قوم کو فائدہ پہونچاتے ہیں مسلمان لیڈر ہندوؤں کی خوشنودی حاصل کرکے اپنے اغراض پورے کرتے ہیں حکومت کو کیا پڑی ہے جو سنیاسیانہ ملک میں جنکی وہ خود ذمہ دار ہے۔ ان لیڈروں کی شنوائی کرے۔ اور کسی کو کسی سے تباہ کرنے دے۔ غیر مسلم جماعت کا دو ثلث پورا حصہ ہندوؤں کی اکثریت اور اس اکثریت کے اثرات کی وجہ سے ہندوؤں ہی کے قبضہ میں رہتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو اپنی کثرت ووٹ سے عیسائی وغیرہ کو متاثر اور خائف کرکے اپنے حصول مقاصد میں آلہ کار بناتے ہیں ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ ہر وہ معاملہ جو کثرت رائے پر طے ہونا قرار پا چکا ہے ہندوؤں ہی کے حق میں طے ہو سکتا ہے۔ اور بد نصیب مسلمان اپنی کمزوری اور اہمیت کے لحاظ سے جداگانہ نیابت قائم ہوئی ہے اس نیابت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ جبتک مسلمانوں کی کمزوری اور اہمیت باقی ہے جداگانہ نیابت کسی طرح برطرف نہیں ہو سکتی۔ اگر انتظامی معاملات میں تناسب آبادی کا لحاظ رکھا گیا تو یہ نیابت ملک کے لئے زحمت اور اگر اقوام کا لحاظ از روئے انصاف رکھا گیا تو یہ نیابت ملک کے لئے رحمت ہوگی۔

ہم اکابر قوم، فدایان ملک، محبان وطن، فرزندان ہند، قوم پرست، لوگوں سے کوئی توقع نہیں رکھ سکتے۔ حکومت عدل و انصاف کی ذمہ دار ہے اسی کے سامنے ہم صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں جداگانہ نیابت اور جداگانہ انتخاب ہم اپنے بھائیوں کی ذہنیت دیکھتے ہوئے نہایت ضروری اور لازمی تصور کرتے ہیں جو اس کو غیر ضروری سمجھتے ہیں وہ وہی ہیں جو ہم کو تباہ کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں اور خود کو قوم پرست کہتے اور کہلواتے ہیں یا وہ ہیں جو ان کے دست نگر اور خوشامدی ہیں۔

حکومت عالیہ! تیری موجودگی میں ہمارا یہ حال ہے کہ جو لوگ اپنی اکثریت، اپنی تعلیمی ترقی اور اپنی دولت کی کثرت کے زور سے کمزوروں کو ستاتے ہیں وہ قوم پرست بنتے ہیں۔ اور جو کمزور لوگ اپنی کثرت، اپنی تعلیمی ترقی، اور دولت کیلئے حکومت سے اپنی آواز قائم کرکے اپنے حقوق کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں دشمنان ملک سمجھے جاتے ہیں۔ کیا

اچھا تماشہ ہے، کیا تو اجازت دیگی کہ ہم ان قوم پرستوں کے خود غرضانہ رویوں کی بخیہ ادھیڑ چاہیں؟ تیرے کارکن کبھی تو قوم پرستوں کے جھوٹے ترانے سنتے سنتے خود قوم پرست بنگئے ہیں

"ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد"

اور آجکل یہ حال ہے کہ اگر ہم اپنے حقوق کی پامالی کا اظہار تیرے کسی قائمقام سے کرتے ہیں تو وہ ہم کو فرقہ پرست بنا کر منہ نہیں لگاتا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ قائمقام دل میں ہماری بات کو حق بجانب سمجھتے ہیں مگر غیرجانبداری کے اظہار میں اس کا اعتراف زبان سے نہیں کرتے۔

بہرحال ہم اپنا معاملہ پیش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس پر غور فرمایا جاوے۔ یا تو ہم کو یہ سمجھا دیا جاوے کہ قلت رائے کثرت رائے کا کیونکر مقابلہ کرے اور قومی حقوق کی نگہداشت میں آبادی کی کثرت اور قلت کا لحاظ رکھنا کیونکر حق بجانب ہے یا پھر ہمارا اصول مساوات تسلیم کر لیا جاوے۔

۱۲- اقلیت کیلئے خطرہ

ہم بارہا ثابت کر چکے ہیں کہ آبادی اقوام کا تناسب کونسلوں اور ملازمتوں میں قائم کرنا قلیل التعداد قوم کے لئے سخت خطرناک ہے۔ ہم کو یقین ہے کہ گورنمنٹ عالیہ اور ہندو مسلم لیڈر جو قوم سازی کے حامی ہیں اس مسئلہ پر ضرور غور کر رہے ہونگے اور سات کروڑ مسلمانوں کے کارآمد بنانے کی ضرور ان سب کو فکر ہوگی۔ اگر کثیر التعداد قوم کے افراد اپنی قومی آبادی کی نسبت سے ملازمتوں میں رکھے جائیں گے تو جو نقصانات قلیل التعداد قوم کو پہونچیں گے وہ بدیہی ہیں:۔

پہلا نقصان۔ کثیر التعداد قوم کی بہت بڑہتی اور قلیل التعداد قوم کی پست ہوتی رہے گی۔

دوسرا نقصان۔ قلیل التعداد قوم کے دنیادار اور خودغرض افراد اپنے ذاتی اغراض کے حصول کی خاطر کثیر التعداد قوم سے کثرت ملازمین کے اثر سے ملجاویں گے اور اپنے ہم مذہب مخالفین کو نقصان پہونچاتے اور باہمی تفرقوں کو اپنی قوم میں بڑہاتے رہیں گے۔

تیسرا نقصان۔ کثیر التعداد قوم کے باہمی تنازعات جن کی وجہ سے یہ لوگ قلیل التعداد قوم سے اکثر ملتے رہتے تھے اور جس سے اکثر مناسب توازن قائم رہتا تھا ملازمین کی کثرت اور ہمدردی سے رفع ہوجایا کریں گے مگر یہ سہولت اور امداد نہ ملنے کی وجہ سے قلیل التعداد قوم میں نفاق بڑہتا رہے گا جس سے دونوں اقوام کی منفردہ قوتوں میں آئندہ نسبتوں کا کوئی اندازہ ہی نہ لگ سکیگا۔

چوتھا نقصان۔ قلیل التعداد قوم کے افراد اور باکثرت ملازم کثیر التعداد قوم کے افسروں کی خوشنودی مزاج کی خاطر ہمیشہ کثیر التعداد قوم کے موافق اور قلیل التعداد قوم کے خلاف رہا کریں گے۔

پانچواں نقصان۔ حکومت کثیر التعداد قوم کی کثرت کے ہاتھ میں ہوگی جس کا رجحان ہمیشہ کثیر التعداد قوم کی طرف رہیگا۔ وعلیٰ ہذا۔

یہ موجودہ حالت ہی کی زندہ مثالوں سے مرتب کئے گئے ہیں اُن مثالوں کا لکھنا بالفعل مناسب نہیں معلوم ہوتا کیونکہ وہ ہمارے ہی لئے قابل افسوس نہیں بلکہ افراد متعلقہ کے لئے بھی باعث خجالت ہیں اور کسی کو شرمندہ کرنا ہمارے اصول کے خلاف ہے۔ بہر حال نظم حکومت میں تناسب آبادی اقوام کا اصول سچا اور ان ہی جیسے نتائج پیدا کریگا جس کی وجہ سے سات کروڑ افراد جمہوریہ کی طرح رہ کر سنہری تربیت کا وزن کم اور عالم تکلیف اور مایوسی میں بقیہ بائیس ۲۲ کروڑ کی زندگی کو تلخ کردیا گئے اس سے پبلک ہی میں بدامنی نہ ہوگی بلکہ گورنمنٹ بھی کمزور ہوجائیگی۔ لیڈر صاحبان یا تو اپنے اپنے ذاتی اغراض و مقاصد اور نادوا رواداری ہی کے خیال کر لیں یا ذاتی اغراض و حیثیت باطنی و منافقت کو ہندی قومیت اور ہندوستانیوں کے آرام و آسائش پر قربان کر دیں اور بلا امتیاز ہندو مسلم مساوات قائم کریں۔ تناسب آبادی کا لغو اصول اور امتحان مقابلوں کا معیار قائم کرنا موجودہ حالت اور موجودہ زمانہ میں قوم کے لئے سم قاتل ہے۔

۱۳۔ بے معنی جد و جہد

جداگانہ نیابت کو ہندوستان کے تئیس ۲۳ کروڑ نفوس کی اکثریت نے حق بجانب اور مفید تسلیم کرلیا ہے۔ موجودہ حکومت بھی اس کو نہایت ضروری تسلیم کر چکی ہے۔ ہمارے اکابر اس پر عملدرآمد کرنے کی تدابیر پر مسلسل غور کر رہے ہیں مگر افسوس کہ اکثریت اور اقلیت کے بیجا خیال پر اپنے نقطہ نظر کو محدود کر کے اسی رحمت کو باعث زحمت بنا رہے ہیں۔ دیکھئے اور غور کیجئے۔

مؤثر اور معقول نیابت

مسلم حقوق کا تحفظ کرنے والی بعض انجمنیں اور اکثر مسلم لیڈر جب نیابت میں تناسب کے متعلق اظہار خیال کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی نیابت معقول اور موثر ہو۔ ہم موثر اور معقول الفاظ کو مبہم اور بیکار محض سمجھتے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ ان مبہم اور بیکار الفاظ سے کبھی کوئی تصفیہ نہیں ہو سکتا۔ ہر تناسب کو ایک فریق مؤثر اور معقول اور دوسرا فریق غیر مؤثر اور نامعقول

جا سکتا ہے اور اپنے اپنے دلائل اور وجوہات پیش کر کے ان مبہم الفاظ کو اپنی اپنی اغراض کے موافق کیا سکتا ہے اس لئے بجائے اس کے کہ ان الفاظ سے کوئی فیصلہ کن نتیجہ ہو ہمیشہ جھگڑے پیدا ہوتے رہیں گے۔

اکثریت اکثریت ہی رہتی ہے

دوسرا فقرہ جو یہ انجمنیں اور یہ لیڈر جداگانہ نیابت کے سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں یہ ہے کہ مقابلۃً اکثریت اکثریت ہی رہتی ہے۔ ہم کو افسوس ہے کہ ہم اس بات پر غور کرتے ہوئے کہ باوجود یہ سمجھنے کے کہ اکثریت کا اکثریت رہنا رہنے کے بعد جداگانہ نیابت سے اقلیت کیونکر فائدہ اٹھا سکتی ہے اور انکا یہ کہنا بالکل غلط فہمی پر مبنی ہے۔ یہ بالکل دو اور دو چار کی طرح صاف بات ہے کہ اگر کسی قوم کے نمائندوں کا ⅓ حصہ لیا جائے تو یوں بھی کوئی بات نہیں ہے کہ ان انجمنوں اور لیڈروں کا یہ خیال ہے کہ تمام اقلیتیں مگر اکثریت کو ناجائز فائدہ نہ اٹھانے دیں گی یہ خیال بھی جھگڑا ڈالنے والی بات ہے۔ ملک میں ایسے صوبے بھی ہیں جہاں دیگر اقلیتیں محض برائے نام ہیں اور ایسی اقلیتیں بھی ہیں جو اپنے قواعد کے لحاظ سے اکثریت ہی کے ساتھ رہیں گی۔

صوبوں کی تقسیم اقوام کے لحاظ پر

تیسری بات جس پر انجمنیں اور اکابر زور دیتے ہیں وہ صوبوں کی تقسیم ہے۔ سیاسی لحاظ سے ایسی نیابت کسی طرح کسی صوبہ کی اقلیت گوارا نہ کرے گی کہ اس کے صوبہ کی تقسیم ہو اور کوئی قوت خواہ وہ کانگریس کی قوت ہو یا مسلم لیگ کی کسی اقلیت کو ایسی تقسیم خوشی خوشی ہرگز ہرگز نہیں منوا سکتی۔ اور سوائے اس کے کہ اس قسم کے تذکروں سے رنجشیں بڑھتی رہیں ملک کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

ہمارا نقطۂ نظر

ہم چاہتے ہیں کہ نیابت میں جس کا تعلق اقوام سے ہے چونکہ افراد سے ہندو مسلم مساوات قائم ہے۔ دیگر اقوام کے لئے جو ہندو مسلمان کی تعریف میں نہیں آتیں معقول حصہ تجویز کر دیا جائے۔ یہ یقینی بات ہے کہ دیگر اقوام جن کی تعداد بہت ہی کم ہے ہندو مسلم مساوات قائم ہونے پر اپنے حقوق کو خطرے میں نہیں دیکھ سکتیں۔ اور اپنے ضروریات کے اظہار کے لئے اپنے ایک ایک دو نمائندہ دلا کر مطمئن ہو سکتی ہیں۔ ہم کو بھی انکی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں اور جو حصہ بھی اُن کے لئے تجویز کر دیا جائے ہمارے لئے قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس حصہ کے دینے سے مسلمانوں کے توازن میں فرق نہ آئے۔ جداگانہ نیابت ہمیشہ رہنے والی شے نہیں ہے جس کے لئے کوئی دوسری اقلیت جھگڑا کرے۔ جداگانہ نیابت اُس وقت تک رہیگی جب تک ہندو مسلمان آپس میں رواداری کی تعلیم نہ پالیں بعد ازاں سب ہندوستانی بلا امتیاز قومیت ملک پر حکومت کرینگے اور کسی قسم کی کوئی تفریق نہ ہوگی ہم کو یقین ہے کہ ہمارے مدبر خود ——— موثر اور معقول نیابت ہو۔ اکثریت اکثریت ہی نہیں رہے۔ صوبوں کی تقسیم اقوام کے لحاظ پر ہو۔ اگر یہ پورے نہیں تو یوں ہو ... خیالات پیش کرینگے۔

سوراج کا سیدھا راستہ

ہمارے خیال میں ہندو مسلم مساوات ہی کا اصول ہندو مسلم مناقشات اور ہر قسم کے سیاسی جھگڑے آن واحد میں ختم کر دینے والا ہے۔ یہی اصول ہندو مسلم اتحاد کا واحد ذریعہ اور سوراج کا سیدھا راستہ ہے۔

۱۴۔ نیابت میں ادنیٰ اقوام

بعنوان بالا صوبہ متحدہ کی کونسل میں ایک رزولیوشن پیش ہوا جس پر صاحب وزیر لوکل سلف گورنمنٹ نے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے فرمایا کہ انجناب حتی الامکان ہر لوکل بورڈ میں ایک شخص ادنیٰ ذات کا نامزد کرنے کی کوشش فرمائیں گے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر بورڈوں میں صاحب ممدوح نے ادنےٰ ذات کے شخص نامزد بھی فرما دیئے ہیں مگر جہاں تک ہم کو علم ہوا ہے ان میں کوئی مسلمان نہیں ہے۔ گویا ایک نئی چال اکثریت کی کثرت میں مزید اضافہ کرنے کی نہایت خوبصورتی سے نکالی ہے۔ مسلمانوں کی اقلیت قائم کرکے انکی آواز ہر لوکل بورڈ میں کان پست کی جا چکی ہے اس نئی مد کو نکال کر ہندو بھائیوں نے اپنے مافی الضمیر کو واضح طور ظاہر فرما دیا۔ ہم مشکور ہیں۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ۔۔۔ جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

اگر فی الحقیقت ہندو بھائیوں کو ادنےٰ ذاتوں کی نمائندگی کے لئے اُن کا ایک نمائندہ بلکہ بطیب خاطر نامزد کرانا ضروری تھا تو یہ شخص اہل ہنود کی معینہ تعداد ممبران کے اندر کیوں نہ رکھا گیا۔ ہندو ممبروں کی تعداد ان کی آبادی کے معیار پر مقرر ہو چکی تھی جس کی بنا پر انتخاب ہر لوکل بورڈ میں عمل میں لایا جاتا ہے اور اس آبادی میں ادنےٰ اور اعلےٰ دونوں قسم کے لوگ شامل ہیں یا ادنے لوگ اعلےٰ ذات کے افراد کو بھی رائے دیکر اپنا نمائندہ تجویز کریں اور پھر گورنمنٹ بھی ایک علیحدہ نمائندہ ان کے لئے نامزد کرلے حقیقتاً عجیب نیابت ہے اور عجیب اصلاحات۔

حال ہی میں ہمارے ساجی بھائیوں نے ان ادنےٰ ذاتوں کے لئے علیحدہ نمائندگی کا پرزور اپیل کیا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ ادنےٰ ذاتوں کو نیچ ذات نہیں سمجھتے۔ پھر نہ معلوم نمائندگی میں اونچ اور نیچ ذات کی کیوں تقسیم کر دی۔ اگر ادنےٰ ذات سے کم حیثیت اور پست لوگ مراد ہیں۔ تو بھائیو مسلمانوں میں ایسے لوگ بہت زیادہ ہیں جو کسی وقت میں راجوں اور نوابوں کے دربار کی زینت تھے۔ اور جن کو آج ضروری کے کام بھی نہیں دیئے جاتے۔ کیا ہندوستانیوں اور ہندوستان کی گورنمنٹ کی حمیت اسکو

گوارا کرے گی کہ ان لوگوں کے مقابلہ میں چمار بھنگیوں کی اصلاح کا خیال مقدم رکھا جائے۔ یا یہ کہ ان مسلمانوں کو چمار بھنگیوں کے ساتھ بھی سرکاری مراعات میں شامل نہ کیا جائے۔ اگر ہندو ممبران کونسل ہماری ضروریات کو فراموش کرتے ہیں تو انکی اس میں کچھ مصلحت ہے۔ مگر صاحب وزیر لوکل سلف گورنمنٹ جو ہماری حالت سے بخوبی واقف ہیں۔ اصلاحات کے انچارج ہوتے ہوئے کیونکر فراموش کر سکتے ہیں۔ ہم کو امید ہے کہ صاحب وزیر موصوف اس نئی مد کی طرف ضرور خیال فرمائیں گے اور نامزدگی ممبران کے وقت اقلیت کا ضرور لحاظ رکھیں گے۔

۱۵۔ تنخواہ ملازمین کی قیمت

جداگانہ نیابت کی کونسلوں میں اہم ضرورت محسوس فرماتے ہوئے ہز ایکسلنسی گورنر صاحب بہادر بمبئی ارشاد فرماتے ہیں کہ پبلک کو حق ہے کہ وہ ملازمین کی تنخواہوں کی قیمت پوری وصول کرے اس لئے یہ ناممکن ہے کہ گورنمنٹ تقرریوں پر (علمی) قابلیتوں کا لحاظ نہ کرے۔

ہم ہز ایکسلنسی سے بالکل متفق ہیں مگر یہ ادب عرض کرنا چاہتے ہیں کہ پبلک اپنے روپیہ کے عوض میں بجائے بابو شاہی کے چمکدار صابون کی ٹکیاں نہیں لینا چاہتی۔ پبلک سچے انصاف اور اعلٰے انتظام کی خواہشمند ہے اس کو فصیح اور بامحاورہ انگریزی لکھنے والوں کی ضرورت نہیں۔

ہز ایکسلنسی پبلک کے روپیہ سے بلا امتیاز قابلیت (علمی) کونسلوں میں فرقہ وار نیابت کا ہونا ملک کی خصوصیات کے لحاظ سے ضروری سمجھتے ہیں مگر یہ خصوصیات کونسلوں تک ہی محدود نہیں بلکہ کونسلوں کے باہر بھی موجود ہیں۔ ممبران کونسل صرف قاعدے اور قانون وضع کرتے ہیں۔ ملازمین ان کا نفاذ کرتے اور علاوہ بریں امن عامہ کے ذمہ دار ہیں۔ اگر ہندوستان کی کونسلوں میں ملک کی خصوصیات کی وجہ سے قاعدے اور قانون بنانے کے لئے کسی خاص روح کی ضرورت ہے تو یہی روح ملازمین میں ان قوانین کے نفاذ کے لئے اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ اس لئے پبلک کو اپنے ملازمین کی تنخواہوں کی قیمت پوری اسی وقت وصول ہوگی جبکہ ملازمتیں فرقہ وار نیابت کے اصول پر قائم کر دی جائیں اور پبلک کو حق ہے کہ وہ ملازمین کے لئے فرقہ وار نیابت طلب کرے۔

ہز ایکسلنسی کا ارشاد ان کی رعایا میں سب سے زیادہ وفادار وہ فرقہ بہت مایوسی کے ساتھ سنے گا

جس نے گورنمنٹ کی وفاداری اور فرمانبرداری کی وجہ سے ہر دو اصول کو یعنی جداگانہ نیابت بھی اصول مخلوط جداگانہ نیابت بہ تناسب مردم شماری اچھی طرح سے آزمایا اور جتنا زیادہ آزمایا ہے اتنا ہی زیادہ نقصان اٹھایا ہے۔

ہز ایکسلنسی اُن تغیرات سے جو مسلمانوں کی حالت میں ایک ہی صدی کے اندر اندر برٹش راج کے دور میں ہوئے ہیں نا واقف نہیں ہو سکتے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ نظام حکومت کے ان ہی دو اصول کی وجہ سے ان کی حالت میں یہ نمایاں تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اور آج انکی ایسی ابتر حالت ہو رہی ہے۔

میں نے اس مسئلہ پر بعنوان بالا اخبار آئی۔ ڈی۔ ٹی مورخہ ۲۹ جون ۲۷ء اور ۲۶ جولائی میں بحث کی ہے اور میری التجا ہے کہ ان مضامین پر محض مسلمانوں کی بہبود کے خاطر بلکہ برٹش راج کے استحکام کی خاطر بھی غور فرمایا جاوے۔

ہندوستان کے لئے یہ زمانہ سخت ترین آزمائشوں کا ہے۔ کونسلیں اور ملازمتیں ہی اسکی رہنما ہو سکتی ہیں۔ اگر ان میں ہندوستانیوں کی اکثریت قائم رکھنی جائے تو ان کے مناسب تنظیم کی سخت ضرورت ہے۔

دسویں صدی عیسوی تک ہندو حکمران اور مابعد مسلمان ایک خاص اصول پر کاربند رہے انہوں نے ممبریاں اور ملازمتیں امتحان مقابلہ اور بی۔ اے۔ ایم۔ اے کی ڈگریوں پر کبھی نہیں دیں اور دنیا کو معلوم ہے کہ ان زمانوں میں نہ تو امن عامہ میں نقص پیدا ہوئے کو نقنہ و فساد کبھی پیدا ہوئے نہ حکومت درہم برہم کیونکہ لوگ شورشیں نہ تھا تھے برٹش راج میں بعض اسوجہ کے پیدا ہوئے ہیں کہ اس حکومت نے ان اصول پر جو ہندوستان کی سرزمین اور اسکے بسنے والے فرقوں کے لئے نہایت موزوں ہیں کبھی لحاظ نہیں کیا۔ کوئی حاکم حکومت ڈیڑھ سو برس کی واقفیت رکھتے ہوئے انکار نہیں کر سکتا۔ ابھی وقت ہے کہ حقیقت کا احساس اور ایسی غلطیوں سے جو ہو چکا اور حکومت دونوں کے لئے تباہ کن ہوں گی احتراز کیا جاوے۔

---

۱۶ اسی طرح ہندو مسلم مساوات ہی میں جھلک رہا ہے

ہمارے قوم پرست دوست ہمارے ہندو مسلم مساوات کے مطالبہ پر کہتے ہیں کہ ہم فرقہ

پرست اور حکومت برطانیہ کے خوشامدی ہیں ۔ اُن کا یہ خیال بالکل غلط ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم قوم پرست بھی ہیں اور وہ فرقہ پرست ۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ اسی ایک اصول کے تحت قائم کر دینے سے کل سوراج ملتا ہے اور کل ہی ہمیشہ ہمارے آزاد رہتے ہیں اور دنیا میں ممتاز ہیں ۔ اس اصول سے نہ کسی کا مخصوص قومی فائدہ ہے نہ نقصان مشترکہ نیابت اور تناسب آبادی کے اصول ہندو مسلمان دونوں کو ہمیشہ ہر جگہ برسرپیکار رکھیں گے نہ سوراج ملے گا نہ کبھی ہم غیروں سے چھٹ سکیں گے ۔ اس ہندو مسلم مساوات کے قائم ہونے سے نہ صوبہ سندھ کی علیحدگی کا قصہ باقی رہے گا نہ اسامیوں میں مدد لینے اٹھا سکے گا نہ لارڈ کرزن کی تقسیم بنگال ہم میں نفاق کی آگ مشتعل کرے گی ۔ ہم ہر جگہ بھائیوں بھائیوں کی طرح اطمینان سے رہیں گے اور اپنی قوتیں جن کو آج تک اکثریت زعم اور اقلیت ہراس کی جنگ و جدل میں صرف کیا ہے مادر ہند کو دنیا میں ممتاز اور اپنے کو خوشحال بنانے میں لگائیں گے ۔ ایک دوسرے کا ہر جگہ مددگار ہوگا اور دنیا کی متحدہ قوت بھی ہم کو انشاء اللہ مغلوب نہ کر سکے گی ۔

ہندوستان میں نمائندگی کے لحاظ سے دو اصول قائم کیے جا سکتے ہیں ۔ ایک یہ کہ نمائندگی اقوام مخلوط ہو اور ہندو مسلم تفریق نہ رکھی جاوے ۔ دوسرے یہ کہ نمائندگی اقوام جداگانہ ہو اور مسلم اقلیت کا اُسکی اہمیت کے لحاظ سے خیال رکھا جائے ۔

مخلوط نمائندگی

مخلوط نمائندگی کا اصول نہایت خطرناک ہے کیونکہ ہمارے مذہبی اختلافات اتنے وسیع ہیں کہ یہ اصول بہ نیک نیتی کے ساتھ عملدرآمد ہو ہی نہیں سکتا ۔ اس اصول سے اکثریت اقلیت کو ستائیگی اور اقلیت ہر وقت اکثریت کے مقابلہ کے لئے تیار کھڑی رہیگی ۔ بعض لوگوں کا یہ خیال کہ حکومت برطانیہ ہم میں جنگ کرائی ہے ہم کو دھوکہ میں ڈالنے والا ہے ۔ حکومت برطانیہ نے ہم سے کب کہا کہ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ نہ ہونے دینا ، صوبہ مدراس میں جہاں تمہاری اکثریت ہو اصلاحات جاری رکھنا مگر صوبہ سرحدی میں جہاں تمہاری اکثریت نہ ہو اصلاحات کا نفاذ نہ ہونے دینا ۔ مسلمانوں کو اسمبلی میں ایک تہائی نشستیں بھی حاصل نہ کرنے دینا سرکاری ملازمتوں میں انکی امیدواری ملازمت کی سفارش کرنا جنکے پاس انگریزی تعلیم کی اعلیٰ ڈگریاں ہوں وغیرہ وغیرہ یہ باتیں حکومت نے ہم کو نہیں سکھائیں بلکہ یہ اُس فرقہ پرست ذہنیت کا نتیجہ ہیں جس نے مسلم اقلیت کو مایوس کر دیا ہے اور جو سچا اتحاد اور پکا سوراج حاصل نہیں ہونے دیتی ۔

جداگانہ نیابت کا اصول

جداگانہ نیابت کا اصول اگر تناسب آبادی پر قائم کیا جائے تو ایسا ہی خطرناک ہوگا جیسا کہ مخلوط

نمائندگی کا اصول۔

ہندوستان میں ہندوؤں کی بیشک اکثریت ہے یہ اکثریت ان کی قوم کے لئے ہے اور اس کا مجالس قانونی، ملکی انتظامات اور تحفظ حقوق اقوام سے جو تمام اقوام سے یکساں تعلق رکھتے ہیں، کوئی تعلق نہیں۔ مسلمان مجموعی آبادی کے اندر بیشک اقلیت میں ہیں مگر اس اقلیت کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ اُن کی اہمیت کو نظرانداز کر کے مجالس قانونی اور انتظامی معاملات میں انکی آواز متناسب آبادی کے لحاظ سے قائم کر کے اُن کے حقوق کو خطرہ میں ڈالدیا جاوے۔

ہندو اپنے فائدہ کے لئے جو محض خیال و خواب ہے اس متناسب آبادی کے اصول کو پسند کرلیں، مسلمان جن کا اس میں صریحاً نقصان ہے اس کو کسی طرح پسند نہ کریں گے اور یہ مسئلہ اس نوعیت پر کبھی حل نہ ہوگا۔ ہندو بھائیوں کا یہ خیال کہ مسلمانوں کو ہندو بنائیں گے اس مسئلہ کو آج طے نہیں کرسکتا، جب مسلمان اپنے لیڈروں کی مہربانی سے ہندو بننے پر مجبور ہوں گے تب ممکن ہے کہ یہ مخلوط نمائندگی یا متناسب آبادی کا اصول یا خالص ہندو راج قائم ہو سکے مگر اس امید پر موجودہ حالت کو نظرانداز کر کے آئندہ کی حالت کے موافق کوئی اصول قائم کرلینا اس وقت کے لئے بہت خطرناک ہے۔ اور ہم کو امید ہے کہ ہمارے ہندو بھائی جن کو مادر ہند کا ایسا ہی خیال ہے جیسا کہ ہم کو، بلکہ اُن کے خیال کے موافق ہم سے زیادہ ضرور اس معاملہ پر غور فرمائیں گے اور مادر وطن پر رحم کریں گے۔

افراد و اقوام کے ساتھ انصاف

اگر متناسب آبادی کا اصول تسلیم کیا جاتا ہے تو اس کے صریحاً یہ معنی ہوتے ہیں کہ ہم نہ افراد کے ساتھ انصاف کرتے ہیں نہ اقوام کے ساتھ۔ ہندو بھائیوں کا یہ کہنا کہ وہ ٹیکس وغیرہ زیادہ دیتے ہیں اس لئے حکومت میں اُن کی اکثریت ہے بالکل بیجا ہے۔ اگر وہ ٹیکس وغیرہ زیادہ ادا کرتے ہیں تو اپنی اکثریت کے باعث حکومت سے اپنے اوپر صرف بھی زیادہ کرالیتے ہیں اور فائدہ بھی زیادہ اُٹھا لیتے ہیں۔ ٹیکس زیادہ ادا کرنے سے حکومت میں کثرت رائے حاصل کرلینا اور دوسری قوم کی رائے غیر مؤثر بنانا انتظام حکومت کو ہرگز انصاف پر قائم نہ رہنے دے گا۔

بھلا ہندو! سرحدی ہندوؤں نے کیا قصور کیا ہے جو اس متناسبی اصول سے اُن کو پریشان کراتے ہو اور صوبہ سرحدی میں ہندو قومی ضروریات کو کن وجوہ سے غیر اہم سمجھتے ہو۔ مدراسی مسلمانوں نے کیا خطا کی ہے جو اس متناسبی اصول سے اُن کو ذبح کراتے ہو اور مسلم قومی ضروریات

کو اس صوبہ میں کیوں قابل احترام نہیں سمجھتے؟ ہندو مسلمانوں کے باہمی تعلقات سندھ، بمبئی، بنگال، میں کیوں ختم کرلئے جاتے ہیں؟ یہ سب باتیں غیر منصفانہ، غیر ضروری اور غیر مفید اور ملک کو ہمیشہ کے لئے جھگڑوں میں ڈال دینے والی ہیں۔

ملک میں جھگڑے کیوں ہیں

ہمارے پیارے ملک میں جو جھگڑے ہیں وہ سب مخلوط نمائندگی اور تناسبی نمائندگی کی وجہ سے ہیں اگر آج ہندو مسلم مساوات ہر صوبہ کے لئے خواہ اُس میں کسی کی اکثریت ہو یا اقلیت قائم کر دی جائے تو کل ایک جھگڑالو لیڈروں کی لیڈربازی کے لئے باقی نہیں رہتا۔ نہ ہمارا سیاسی کبھی کوئی خطرہ نظر آتا ہے نہ مسلم لیگ کو اور یہ دونوں آل انڈیا نیشنل کانگرس کے مضبوط بازو بنے جاتے ہیں۔

جہالت کے بوجھ کو ساتھ رکھو

مسلمان کمزور ہیں ان کا کوئی مخلص لیڈر نہیں یہ اپنی کمزوری کی وجہ سے ترقی کے میدان میں ہندوؤں کے ساتھ کسی طرح گامزن نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی ہندوؤں کی طرح اپنے ملک میں آسائش و اطمینان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ اگر ہندو بھائیوں کو ان کی یہ خواہش پسند ہے اور اگر وہ سمجھتے ہیں کہ اس جہالت کے بوجھ کو پیچھے چھوڑ سکتے ہیں نہ ساتھ لے چل سکتے ہیں۔ تو اُنکو لازم ہے کہ اُن کے لئے کچھ سہولتیں خود بہم پہونچائیں اور مسلمانوں کی کمزوریوں کو رفع کر کے اُنکو اس قابل کر دیں کہ وہ ان کے ساتھ رہ سکیں اور اُنکی راہ میں مزاحم نہ ہوں اسی میں اُنکی اور ہمارے پیارے وطن کی فلاح ہے۔ نہ ان کو پیچھے چھوڑ کر ہندو بھائی آگے بڑھ کر ملک کو آزاد کرا سکتے ہیں نہ اُن کی موجودہ حالت میں اُنکو ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ ان کی قربانیوں کا حال ہندو بھائی دیکھ چکے۔ کہ یہ کسی تحریک میں ہندوؤں سے کم جوش والے ثابت نہیں ہوئے۔ یہ اور بات ہے کہ اپنی حالت دیکھ کر جھجک گئے اور اب آگے نہیں بڑھتے۔

۷۔ مشترکہ انتخابات

(۱) لالہ لاجپت رائے کے خیالات

علاجِ دردِ دل تم سے مسیحا ہو نہیں سکتا
تم اچھا کر نہیں سکتے میں اچھا ہو نہیں سکتا

ہندوستان کی خوش نصیبی ہے کہ ایسے مسئلہ پر جس پر ہندوستان کے بہبود کا کلیۃً انحصار ہے ہندو مسلمان دونوں آجکل غور کر رہے ہیں۔ مشترکہ انتخابات اصولاً حق بجانب اور پسندیدہ ہیں مگر افسوس ہے

کہ ہندو مسلمان جیسی غیور اقوام میں اس اصولی مسئلہ پر خود غرضانہ تنگ نظریوں کے باعث مختلف نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ کاش دیگر ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی فرقہ وارانہ تنگ نظریات ہم کو خود غرضیوں کی طرف مائل نہ کرتیں اور ہم اس قابل ہوتے کہ دنیا کے مسلمہ اصولوں سے نیک نیتی اور صفائی قلب کے ساتھ فائدہ اٹھاتے۔

ہمارے مکرم دوست لالہ لاجپت رائے صاحب فرماتے ہیں۔

امن و آشتی اور سوراج کی خاطر ہندوؤں کو ہر معقول تصفیہ قبول کر لینے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ بشرطیکہ وہ تصفیہ ہندوستان کو متحد اور آزاد کرے اور کسی قوم کے لئے نامناسب اور غیر منصفانہ نہ ہو

ان خیالات کے ساتھ ہی لالہ جی یہ گوارا نہیں کرتے کہ مسلمان رائے دہندوں کی بھی متعدد حلقوں میں اکثریت قائم ہو جائے۔ مطلب محض یہ ہے کہ انتخاب مشترکہ کا اصول تسلیم کر لیا جاوے۔ مگر ہندوؤں ہی کی اکثریت متعدد حلقوں میں بدستور قائم رہے۔ لالہ جی ہم آپ کے اس لب و لہجہ کے مشکور ہیں مگر یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آپ ہی کے خیالات سے آپ کی یہ شرط کہ "کسی قوم کے لئے نامناسب اور غیر منصفانہ نہ ہو" ٹوٹ رہی ہے۔ اگر زیادہ حلقوں میں آپ ہندو رائے دہندوں ہی کی اکثریت بدستور رکھیں گے۔ تو تصفیہ کس بات کا ہوگا اور اس تصفیہ سے موجودہ صورت حال میں کیا فرق آئیگا؟ آپ ہی فرما دیں۔

آپ اس سے ہرگز انکار نہیں کر سکتے کہ رائے دہندوں کی کثرت اوس ہی نمایندے کو منتخب کریگی جس کو وہ اپنے مفاد کے لئے بہتر سمجھیگی۔ اور ہر وہ شخص جو ممبری کا دلدادہ ہوگا اپنے حق میں کثرت رائے فراہم کرنے کے لئے اکثریت ہی کی مرضی پر سر تسلیم خم رکھے گا۔ اب آپ ہی فرما دیجئے کہ اکثریت اور اقلیت کے سوالوں کو ان کی جگہ بدستور چھوڑ کر مشترکہ انتخابات کا اصول تسلیم کر لینے سے ہمارے جھگڑے ہمیشہ کے لئے کیونکر طے ہو سکیں گے؟

ہم کو اب تک یہ نہیں بتایا گیا کہ معیار تناسب آبادی کو انتظامی معاملات میں جداگانہ نیابت کے لئے کس وجہ سے قابل لحاظ سمجھا جاتا ہے۔ کاش ہمارے فاضل دوست اس نقطہ پر روشنی ڈالکر ہماری حیرانی کو دور فرما دینگے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ نیابت تقسیم اجناس نہیں ہے جس میں حصہ رسدی کے لحاظ سے ہر قوم کی آبادی کا لحاظ رکھا جاوے۔ نیابت قومی ہے اور دونوں اقوام کے ضروریات بالکل یکساں ہیں۔ ذرا غور فرمائیے۔

اگر آپ چاہتے ہیں۔ اور دل سے چاہتے ہیں کہ ہندوستان متحد اور آزاد ہو تو آپ کے لئے ضروری ہے کہ تناسب آبادی کے لحاظ خیالات، جو نیابت کے لئے حقیقتاً بیکار ہیں، دل سے نکال ڈالئے۔ اور ہندو مسلمانوں کو، ہندو مسلمانوں کے بہبود کو، ہندو مسلمانوں کے معاملات کو بالکل یکساں سمجھئے اور ایک نظر سے دیکھئے۔ اور ایسی صورتیں نکالئے جن سے تحفظ حقوق کے معاملہ میں کسی جگہ ایک قوم کی فوقیت دوسری قوم پر قائم نہ ہو۔ یہی ایک شکل ایسی ہے جس سے ہمارے باہمی جھگڑے نہایت آسانی کے ساتھ ہمیشہ کے لئے آن واحد میں طے ہو سکتے ہیں اور جس سے ہم شیر و شکر ہو کر سوراج کے اہل بن سکتے ہیں۔

(۲) ہندوستان ٹائمز

میں نے "ہندوستان ٹائمز" کا نوٹ مورخہ ۲۴ مارچ پڑھا۔ نفس معاملہ پر ایک لفظ بھی نظر سے نہ گذرا۔ یہ ضرور معلوم ہوا کہ موقر اخبار نے مسلمانوں کے اظہار خیالات کو بری نظر سے دیکھا ہے۔ وہ دریافت کرتا ہے کہ سندھ کے علیحدہ کر دینے، صوبہ سرحدی میں اصلاحات کے رائج کر دینے سے مشترکہ انتخابات کا کیا تعلق ہے۔ افسوس اخبار مذکور کو تقسیم بنگال منسوخ اور اصلاحات کا بہار، سی۔ پی، اور مدراس وغیرہ میں جیسے صوبوں میں جاری کرانا یاد نہیں پڑتا۔ ان بیّن واقعات کا جو سیاسات ہند سے تعلق ہے وہی تعلق سندھ کے علیحدہ کرنے اور صوبہ سرحدی میں اصلاحات کے نفاذ سے سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر فرقہ وارانہ تنگ نظری اور خود غرضانہ روش اسکو کیونکر سمجھنے دیں۔ اس کو تو یہ فکر لگی ہے۔ کہ بنگال اور پنجاب کے اس طرح ٹکڑے اور کر دئے جاویں۔ کہ ان میں بھی مسلمانوں کی اکثریت نہ رہنے پائے۔ کیا لالہ جی کی وہ شرط کہ "کسی قوم کے لئے نامناسب اور غیر منصفانہ نہو" اس طرح پوری کی جا رہی ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ انتظامی معاملات میں تناسب آبادی کا لحاظ لیجئے مگر باین ہمہ ہندوستان کو متحد اور آزاد کرنے کے لئے" ہم نے ہر صوبہ میں جہاں ہماری اکثریت بھی تھی اپنی اقلیت اپنے بھائیوں کی خوشنودی مزاج کی خاطر قبول کر لی تھی۔ کیا ہمارے بھائی آج اُن صوبوں میں جن میں انکی اکثریت ہو مساوات بھی تسلیم نہیں کر سکتے درانحالیکہ ہم نہیں چاہتے کہ وہ اپنی اقلیت کسی جگہ گوارا کریں۔

میرے پیارے وطن پرستو! اپنے ملک پر رحم کھاؤ۔ اکثریت کا زعم باطل دلوں سے نکالدو اکثریت ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے۔ نیک نیتی کا سکہ جبتک ہمیشہ رواں رہیگا۔ اس مسئلہ ہی کے

حل میں ہمارے ملک کی قسمت کا فیصلہ پوشیدہ ہے۔ وہ فیصلہ سوچیے جس کی رو سے ہندو مسلمان دونوں یکساں طریقہ پر اپنے اپنے حقوق کی نگہداشت کر سکیں اور جس کی رو سے کوئی ناجائز بہت یا ناجائز اشتعال نہ پکڑ سکے۔ اور جس کی رو سے اکثریت اور اقلیت کے زہریلے خیالات ہمارے دلوں سے محو ہو جائیں اور ہم پھر ایک ہو کر جداگانہ نیابت کے سوال کو ایک زمانہ میں عبث سمجھیں۔

(۳) فرقہ وارانہ تنازعات

موقر اخبار "آئی۔ ٹی۔ ڈی" مورخہ ۱۱ رو ۱۳ اپریل میں میں نے اپنے مضمون بعنوان بالا کے ساتھ ہی ساتھ برابر کے کالم میں ایک مضمون اپنے لائق دوست بابو رگھبیر سہائے صاحب کا انتخابات مشترکہ کی تائید میں پڑھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ۔

۱۔ انتخابات جداگانہ ہی کا مہلک طریقہ متعدد لڑائیوں اور جماعتی تنازعات کا ذمہ دار ہے۔

اور یہ کہ

۲۔ روئے زمین پر جہاں کہیں جمہوری اصول قائم ہیں اس کو ایک لمحہ کے لیے نہیں قائم رکھا گیا

میں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جناب کے پیش کردہ دلائل جو انتخابات جداگانہ کی مخالفت میں جناب کے پورے مضمون کی روح رواں ہیں کچھ وزن نہیں رکھتے۔

آپ یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ مشترکہ انتخابات ذبیحہ گاؤ (قربانی گاؤ) کی مخالفت کو دور کر دیں گے۔ مشترکہ انتخابات اردو ہندی اور باجے وغیرہ کے جھگڑوں کو طے کر دیں گے۔ مشترکہ انتخابات ایک دوسرے کو کافر اور ملیچھ سمجھنے سے باز رکھیں گے وعلیٰ ہذا اور یہی معاملات ہمارے جماعتی تنازعات کے اصل سبب ہیں۔ فی الحقیقت انتخابات جداگانہ کا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔ حکومت میں ہماری اکثریت اور اقلیت کے لحاظ سے معیار ان تمام برائیوں کے اصل ذمہ دار ہیں۔

آپ یہ بھی ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ روئے زمین پر کسی اور جگہ ایک جماعت میں دوسری جماعت سے مذہبی۔ معاشرتی اور سیاسی اختلافات اتنے وسیع ہیں یا یہ کہ کسی جگہ کے لوگ روئے زمین پر یہ گوارا کر سکتے ہیں کہ درخت کی شاخ کاٹنے اور جانور کے ذبح کرنے پر اپنی جانیں دینا اور اپنے ہم وطنوں کی جانیں لینا روا رکھیں۔ یہ ہماری بڑی ایک خصوصیت ہے کہ ہم دنیا بھر کے لوگوں سے مختلف ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارا دنیا کے اصول کی تقلید کرنا کس طرح مفید ہوگا؟

موقر اخبار مذکور کی ایک اشاعت میں میں نے ایک اور نوٹ اسی بحث پر پڑھا تھا جس کا

منشا یہ تھا کہ مسلمان بلا کسی معقول دلیل کے انتخابات مشترکہ سے راضی اور مطمئن ہو جائیں۔ وہ کہتا ہے کہ خلافت اور تنظیم کے نامزد شدہ امیدوار ہی مشترکہ انتخابات میں منتخب ہوا کریں گے اور مسلمانوں کی مرضی کے موافق نمائندے پہنچ جایا کریں گے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ تشریح بالکل لغو اور نظر انداز کر دینے کی قابل ٹھہرے گی۔ کوئی قانون ایسا نہیں بن سکتا جس کی رو سے لوگ کسی مخصوص شخص کو جو کسی مخصوص کمیٹی کا نامزد ہو (خواہ وہ کمیٹی مستقل ہی کیوں نہ ہو) رائے دینے پر مجبور ہوں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ کانگرس کے نامزد امیدواروں کو بھی اکثر تعلیم یافتہ طبقہ نے علیحدہ رکھا ہے اگر اس کلیہ پر عملدرآمد کرنے کیلئے کسی قانون کے بنانے کی تجویز کی جائے تو وہ قانون نامناسب۔ غیر منصفانہ۔ مزید جھگڑوں کا آلہ اور جمہوریت کی روح کو صدمہ پہنچانے والا ہوگا۔

میرے خیال میں ان لغو بحث میں اپنا دماغ اور اپنا وقت صرف کرنا عبث ہوگا۔ ہمارے سچے وطن پرستوں کو یہی چاہیئے کہ وہ نیک نیتی کے ساتھ اُن تدابیر پر غور کریں جن کی بدولت ہندو مسلمانوں میں حکومت کے اندر اکثریت اور اقلیت کے سوالات نہ رہیں۔ ملکی انتظامات اور جماعتی حقوق کے مقابلہ میں ہندو مسلمانوں میں تناسب آبادی کا لحاظ رکھنا کس قدر مضحکہ خیز ہے۔

(۴) قومی ارث

مسلم سادہ لوح سن غافل ہے کچھ تو کام لے
تجھکو مٹائے دیتی ہیں غیروں کی ہوشیاریاں

بار بار کہا جاتا ہے کہ جداگانہ انتخابات باہمی منافرت کے باعث ہیں بار بار جواب دیا جاتا ہے کہ یہ خیال غلط اور بے بنیاد افترا ہے۔ باہمی منافرت پیدا ہو جانے کے وجوہات کچھ اور ہی ہیں۔ مگر کہنے والے ہیں کہ کہے جاتے ہیں سنتے ہی نہیں اور اگر سنتے ہوں گے تو اپنے اغراض و مقاصد کے حصول کی دھن میں اپنی خاموشی سے اس کو ان سنی ٹھہراتے ہیں۔ کیا یہ ہی انصاف ہے جبر مشترکہ انتخابات کے ذریعہ سے ہندو مسلم اتحاد کی مستحکم بنیاد قائم کیجا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

حامیان مشترکہ انتخابات کو اگر انکا مطالبہ معقول، حق بجانب اور نیک نیتی پر مبنی ہو لازم ہے کہ اس کی معقولیت کو اس کے حکومت کے اندر قائم کر دینے کے خیال سے پیشتر واضح دلائل سے تسلیم کرالیں اور ساتھ ہی ساتھ اُن دلائل کو مسترد کرتے رہیں جو جداگانہ انتخابات کے حق میں اور مشترکہ انتخابات کے خلاف پیش کیے جاتے ہیں۔ ہر مرتبہ کہدینے سے کہ جداگانہ انتخابات باہمی منافرت

پیدا کرانے کے باعث ہوں گے۔ درانحالیکہ ہر پہلو پر ان خیالات کی تردید کیجاتی ہو انتخابات مشترکہ کا اصول سرزمین ہند میں حق بجانب شمار نہیں کیا جا سکتا۔

ہمارے دوست کہہ دیتے ہیں کہ جداگانہ انتخابات منافرت پیدا کرینگے مگر یہ غور کبھی نہیں کرتے کہ معیار تناسب آبادی اور عدم جداگانہ نیابت کے اثرات سے ہندی اکثریت اور اقلیت کا کیا حشر ہوگا۔ اور جماعتی حقوق کے تحفظ کی خاطر انتظامی معاملات میں جماعتوں کی آبادیوں کا لحاظ رکھنا کون سے اصول کے موافق اور کہاں کا انصاف ہے۔ اس پر غور کرنے والا ہی کون ہے؟ اکثریت کو اس پر غور کرنے میں اپنے مخصوص اغراض و مقاصد کا حصول دشوار نظر پڑتا ہے۔ اقلیت کی سنتا کون ہے مزید براں اُس کے مخصوص ہر دلعزیز لیڈروں کو اکثریت کی مرضی کے خلاف خیالات کا اظہار کرنے میں کونسلوں اور اسمبلی کے اندر اپنا صدر اور ڈپٹی صدر منتخب ہونا محال معلوم ہوتا ہے۔ اس کے اکثر بزرگوار لیڈروں میں شامل ہو جانے کی خاطر بغیر سوچے سمجھے بجا و درست کہنے لگتے ہیں (ایک بزرگوار سے جو اپنے کو انتخابات مشترکہ کے موافقین میں سے ظاہر فرماتے تھے مجھ سے ملاقات ہوئی۔ بہ سبیل تذکرہ میں نے اپنے مضامین جداگانہ نیابت اور انتخابات مشترکہ کے متعلق آپ کو سنائے۔ ان کو سن کر اور پڑھ کر آپ خاموش رہتے اور فرمانے لگے کہ میں نے حقیقتاً خود کبھی اس مسئلہ پر غور نہیں کیا تھا افسوس! بھلا پھر آپ کو اس کے موافقین میں ظاہر کرنے کی کیا ضرورت لاحق ہوئی) بعض ہمارے اکابر کو جو ایک طرف تو فرماتے ہیں کہ "ہم مسلمان ہیں، ہم خدا کے قاصد ہیں، ہم مسلمانوں کو سنت نبویؐ پر چلوائیں گے" اور دوسری طرف چندوں کے قشقے پیشانیوں پر جما کر تبلیغ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں انہی میں لطف آتا ہے کہ ہر ہنگامہ میں منافقانہ روش پر قائم رہے اور آگے چلکر کسی موقع پر وہ پھر اپنی جے کے نعرے لگوائیں اور چندے جمع کرنے کے بہانے نکالیں۔

ہم کہتے ہیں کہ مشترکہ انتخابات اور عدم جداگانہ نیابت اقلیت کو پریشان اور اکثریت کو خودسر بنائے رکھیں گے جن سے ملکی ترقی کا دروازہ ہمیشہ بند رہیگا۔ اسکا ثبوت ہم زندہ مثالوں سے پیش کرتے ہیں جس کی کوئی تردید نہیں کی جاتی نہ کی جاسکتی ہے ہم کہتے ہیں کہ ایک صوبہ میں کسی جماعت کی اکثریت دوسرے صوبوں میں اس کی اقلیت کو کوئی فائدہ نہیں پہونچاتی نہ ہم اس کو نیک نیتی سمجھتے ہیں کہ ایک خطہ کو جو اپنی خصوصیات کی وجہ سے علیحدہ صوبہ قائم کئے جانے کا مستحق ہو کسی شرط پر علیحدہ صوبہ تسلیم کیا جاوے۔

ہم کہتے ہیں کہ حکومت میں فرقہ وارانہ نیابت اور ملازمت کے لئے جن کا مقصد جماعتی

حقوق کا تحفظ اور عدل گستری ہو اور جن کا جماعتی آبادیوں کی کثرت اور قلت سے کوئی سروکار نہ ہو تناسب آبادی کا معیار نہایت لغو اور لچر ہے دعلیٰ ہذا۔ مگر افسوس ! اکثریت کے تمام لیڈر جو اپنے اغراض و مقاصد کے حصول کی خاطر شدھی اور سنگٹھن کے کسی نہ کسی نوعیت سے حامی ہیں اور اقلیت کے وہ مخصوص لیڈر جو اپنے ذاتی اغراض کے حصول کی خاطر اپنی قوم کا تباہ ہونا اور اپنے ملک کا اجنبی لوگوں کے قبضہ میں رہنا روا سمجھتے ہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتے اگر وہ ہمارے خیالات کی تردید نہیں کر سکتے تو پھر خود ہی ایسے خیالات کی طرف کیوں مائل ہوتے ہیں جن کی تائید میں وہ کوئی معقول دلیل پیش نہیں کر سکتے اور جن کے مضرت رساں اثرات کافی طور پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

مسلمانو ! تم کمزور ہرگز نہ تھے۔ تمہارے رویوں اور تمہاری منافقانہ رفتار ہی نے تم کو کمزور کر دیا۔ دیکھو تمہارے ہندو بھائی ایسی بات میں تمہارے شریک نہیں ہوتے جس میں تمہاری بہبود کے کچھ رمز پوشیدہ ہوں وہ ہر معاملہ میں اپنا ہی بہبود دیکھا کرتے ہیں اور سب ایک ہو کر اس کی جد و جہد کیا کرتے ہیں۔ تم اپنی بقا کا راز کسی زبردست کی خوشنودی مزاج میں ہرگز پوشیدہ نہ سمجھو۔ حق بات پر حق کے خلاف کسی کی ہاں میں ہاں ہرگز نہ ملاؤ۔ اللہ کی قدرت اور قوت پر بھروسہ رکھو اور وہ بات کہو جس میں تمہاری نجات ہو اور جس سے کسی کو نقصان نہ پہونچے۔

(۵) بیّن واقعات

انڈین ایسوسی ایشن کلکتہ "آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی تجویز پر جو مسئلہ عنوان کے متعلق اُس نے صادر کی ہے یہ اعتراض کرتی ہے کہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے چند خاص باتوں مثلاً رائے دہندوں کا شمار۔ اقوام کی مجموعی آبادی۔ ملکی خدمات اور خزانہ عامرہ میں ادخال زر پر غور نہیں کیا۔

ہم کو اس سے بحث نہیں کہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے کن باتوں پر غور کیا اور کن باتوں پر غور نہیں کیا۔ مگر اسکا ضرور بیحد افسوس ہوا ہے کہ کمیٹی مذکور نے اس معاملہ میں فرقہ وارانہ اور جانبدارانہ تنگ نظری کو ملحوظ رکھا ہے۔ کمیٹی مذکور یہ ضرور سمجھتی ہے کہ معاملہ کا تعلق اقوام سے ہے نہ کہ افراد سے اور یہ کہ مسئلہ زیر بحث پر جو فرقہ وارانہ حقوق کے تحفظ کی خاطر دونوں اقوام کے لیے برابر کا وزن رکھتے ہیں اور دونوں اقوام کو یکساں عزیز ہیں غور و خوض کیا جا رہا ہے' رائے دہندوں کا شمار اور اقوام کی مجموعی آبادیوں کا لحاظ ۔ "تحفظ فرقہ وارانہ حقوق" کے معاملہ میں ہرگز نیک نیتی پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ وہ تصفیہ جو ان عارضی باتوں کے لحاظ پر قائم ہوگا اُن ضروریات کو ہرگز پورا

نہیں کرسکتا۔ جس کی بنا پر ہندوستان کی مخصوص حالت دیکھتے ہوئے نیابت جداگانہ کا قائم کیا جانا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

دیگر وا قعات یعنی ملکی خدمات اور خزانہ عامرہ میں ادخال زر بھی ہرگز اس معاملہ میں نیک نیتی کے ساتھ قابل غور نہیں ٹھہرائے جا سکتے۔ ہر قوم کی ضروریات اُس کی آبادی کی کثرت اور قلت پر منحصر ہیں۔ اور ہر قوم اپنی آبادی کی نسبت سے اپنے خدمات اور ادخال زر سے خود بخود فائدہ اُٹھاتی رہے گی جسکا مجموعی اثر ملک پر پڑے گا۔ جداگانہ انتخابات اور فرقہ وارانہ نیابت سے یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ کثیر الآباد قوم کی ضروریات اُس کی خواہشوں کے موافق پوری ہونے میں قلیل الآباد قوم سد راہ ہو۔ ملکی خدمات اور ادخال زر فرقہ وارانہ حقوق کو نسبتاً کم و بیش نہیں کرسکتے۔ نہ ان کی بناء پر تحفظ حقوق کے وسائل قائم کئے جاسکتے ہیں۔ ہم کو امید ہے کہ فاضل ممبران کمیٹی اور بہی خواہان ملک اس پر عمیق نظر ڈالیں گے اور وہ بات کہیں گے جس سے یہ اہم ترین معاملہ ہمیشہ کے لئے طے ہوکر ملک کو فائدہ پہنچائے۔

(۶) حکیم اجمل خان صاحب اور انتخاب مشترکہ

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

میں اُن اعتراضات کے جواب دے چکا ہوں جو ہندو اکابر اور ہندو اخبارات نے انتخاب جداگانہ پر نہایت شدومد کے ساتھ اب تک کئے ہیں۔ آج فدائے ملک جناب حکیم اجمل خان صاحب کے خیالات میرے پیش نظر ہیں۔

انتخاب جداگانہ کی مخالفت

جناب حکیم صاحب نے بھی ہندو اکابر کی طرح انتخابات جداگانہ کی مخالفت میں چند نکات ارشاد فرمائے ہیں۔ ہندو بھائی تو اپنی مقصد براری کی خاطر جس نے اُنکو شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک ایک زبان بنا دیا ہے اس مسئلہ پر دوسری نظر سے غور ہی نہیں کرتے افسوس ہے کہ حکیم صاحب جیسے فیاض مسلمان بھی اُسی ہی نظر سے اسپر غور کرتے ہیں اور اس کے اصلی پہلوؤں پر نظر نہیں ڈالتے آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

(۱) انتخابات جداگانہ سے اقلیت کے حقوق کی مطلق حفاظت نہ ہوسکے گی۔

(۲) انتخابات جداگانہ سے اقلیت کے مفاد کو نقصان پہنچتا ہے۔
(۳) انتخابات جداگانہ میں ہندو مسلم حلقے علیحدہ رہتے ہیں جس سے نفاق کی خلیج وسیع ہوتی ہے۔
(۴) مسلمان ان صوبوں میں جہاں وہ بہت قلیل التعداد ہیں ہندوؤں کے ساتھ ہوئے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ بس فقط

ہمارا خیال

حکیم صاحب نے ان دلائل کی تائید میں کوئی ثبوت ایسا پیش نہیں کیا جس سے کہ آپ ہی کی نظر کے موافق اون کی حقیقت کا کچھ اظہار ہی ہو سکتا۔ بہرحال ہم کو آپ کے دلائل پر خواہ وہ صحیح سمجھ کر قائم کئے گئے ہیں یا سنے سنائی پیش کر دیئے گئے ہیں غور کرنا ضرور چاہئے۔

(۱) انتخابات جداگانہ سے بیشک اقلیت کے حقوق کی مطلق حفاظت نہ ہو سکی مگر انتخابات جداگانہ اس کے ذمہ دار نہیں ٹھہرائے جا سکتے۔ حکیم صاحب جیسے مصلح کُل مدبرین و ہمدردان ملک و ملت نے نیابت میں تناسب آبادی کا لغو معیار حکومت سے قائم کرا کے اقلیت کی آواز ہی کو حکومت میں کمزور کرا دیا۔ کاش حکیم صاحب حکومتی معاملات میں جماعتی حقوق کے تحفظ کے لئے تناسب آبادی کے معیار پر بھی غور فرماتے یا اب ذرا مہربانی فرما کر اس پر غور فرما لیں۔

(۲) انتخابات جداگانہ سے اقلیت کے مفاد کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا۔ اقلیت کے افراد ان انتخابات سے اپنی ذمہ داریاں محسوس کرتے، اپنی حالت کا اندازہ لگاتے اور بیدار ہوتے جاتے ہیں۔ اقلیت کو اس کے اکابر کی نفسانیت اور خود غرضانہ روش سے نقصان پہونچ رہا ہے جس کے ذمہ دار انتخابات جداگانہ نہیں ہو سکتے۔

(۳) انتخابات مشترکہ سے اقلیت کے امیدوارں کا کامیاب ہونا بہت دشوار ہے اس کے ساتھ ہی یہ لازمی ہے کہ ہر ناکامیاب حلقہ فطرتاً اکثریت کی رائے دہندوں سے متنفر ہو جس کے باعث نفاق کی خلیج ضرور وسیع ہوتے رہے گی۔ انتخاب جداگانہ میں ہندو مسلم حلقے علیحدہ ضرور رہیں گے مگر ان میں منافرت قائم ہونے کی کوئی ایسی وجہ پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہندو مسلمان ہر سیاسی، مذہبی اور معاشرتی معاملہ میں ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں، مگر ان کی علیحدگی کو اس اہمیت کی نظر سے کبھی نہیں دیکھا جاتا۔ ہندو بھائیوں

کا سنگٹھن جو ان کے مذہبی، سیاسی، اور معاشرتی معاملات کا نگراں ہو کیا ان کو مسلمانوں سے علیحدہ نہیں کئے ہوئے ہے۔ ہندو بھائیوں کی نیشنل کانگریس جس میں مسلمانوں کا بہت کم حصہ کے برابر عنصر ہے کیا ان کو مسلمانوں سے علیحدہ نہیں کئے ہوئے ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ پیراس۔ ایک معاملہ میں ایک ہو جانے کی خصوصیت کیساتھ کیوں خواہش کیجا رہی ہے یہ بھی ایک سنگٹھن کا راز ہے جس پر بعض سادہ لوح مسلمان ابتک غور نہیں کرتے۔

(۴) کم قلیل التعداد اور زیادہ قلیل التعداد اور اسی طرح کم کثیر التعداد اور زیادہ کثیر التعداد حکومتی معاملات میں جن کا تعلق اقوام سے ہو کہ افراد سے سب یکساں وزن رکھتے ہیں۔ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے کہ قلیل التعداد کچھ کرنے کے لیے کثیر التعداد کے ساتھ ہولیں ورنہ ان کے قومی حقوق کی نگہداشت نہ ہوگی۔

ایک نازک شبہ

حکیم صاحب فرماتے ہیں۔

"یہ ممکن ہے کہ ہندو آرا ایک خاص رائے رکھنے والے مسلمان نمائندوں کی معاون ہو لیکن اسی کیساتھ یہ بھی تو ممکن ہو کہ مسلمان آرا کا اثر بھی اسی طرح مخصوص رائے رکھنے والے ہندو نمائندوں کے موافق ہو۔"

سبحان اللہ۔ ایک بیّن معاملہ کو جو مخصوص اہمیت رکھتا ہو حکیم صاحب اس خفیف شبہ کے ساتھ دیکھ کر نظر انداز کئے دیتے ہیں اور ہندو مسلمان دونوں کو ایک حالت میں قائم کر رہے ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہو کہ دس رائے دہندوں کی اہمیت کو تیس۔ چالیس رائے دہندے اپنے مقابلہ میں کسی اہمیت کی نظر سے دیکھیں۔

انتخابات مشترکہ کی حمایت میں

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

"انتخابات مشترکہ کی صورت میں خلیج نفاق قائم نہ رہ سکیگی اور دونوں قوموں کے افراد میں مصالحت اور متفق اور متحد ہو کر کام کرنے کے مواقع پیدا ہونگے۔" بس فقط

یہ بھی لوٹ پھیر ہے جو آپ نے انتخابات جداگانہ کی مخالفت میں دکھایا ہے۔ اور جس پر میں نے سطور بالا میں جن کو ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمایا ابھی ابھی غور کیا ہے۔

میں ان معاملات پر اس بحث کے سلسلہ میں عرض کر چکا ہوں۔ آج حکیم صاحب کی گل افشانیوں پر چند سطور حکیم صاحب کے غور و خوض اور ناظرین کرام کے ملاحظہ کے لئے بد قسمتی سے پھر لکھنے پر مجبور ہوں۔ اکابر قوم جو سیاسیات میں انہماک رکھنے کے اظہار کے لئے بیچین رہتے ہیں مہربانی فرما کر ذرا دوسروں کی بھی سن لیں۔

۱۸۔ چند ہندو اکابر

(۱) ڈاکٹر مونجے اور مسلمان

کیسا گِلا رقیب کا کیا طعن اقربا
تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

ہندی قوم کو ناز ہونا چاہیئے کہ اس نے ڈاکٹر مونجے جیسے ہمدرد اور بہی خواہ اپنے اندر پیدا کر دیئے۔ ڈاکٹر صاحب یہ کہہ کر کہ مسلمانوں میں کانگریسی ہندوؤں کی تقاریر نے فرقہ وارانہ جذبات پیدا کر دیئے ہیں۔ مسلمانوں کو قوم پرست بننے کی ترغیب دیتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ فرماتے ہوئے کہ "سوراج شدھی اور سنگھٹن کے اندر بند ہے۔ اور جتنی کوشش ہم اس شدھی اور سنگھٹن کے کامیاب بنانے میں صرف کرینگے اتنا ہی قریب وہ سوراج ہو جائیگا جسکا حصول باعث فخر ہو" واقعہ کی حقیقت کا آپ خود ہی اظہار بھی فرما دیتے ہیں۔

ہم کو افسوس ہے کہ ہمارے لائق لیڈر نے واقعات کو بہت دیر میں سمجھا اور ہندوؤں کو جو آپکے نزدیک ملکی سیاسیات کے قطعی مالک و مختار ہیں اس سے پیشتر ایسی تقاریر کرنے اور شدھی اور سنگھٹن کو سوراج پر اپیگنڈے میں شامل نہ کرنے پر کوئی نیک مشورہ نہ دیا۔ ہندوؤں کی ان اہم فروگذاشتوں سے جو نقصان پہونچا اس کے ذمہ دار ڈاکٹر صاحب ہی ٹھہر یںگے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کانگریسی ہندو ان خیالات کا کیا جواب دیں گے مگر یہ یقین ہے کہ عام ہندو جو فاضل صدر مہاسبھا سے ان معاملات میں متفق ہیں اپنی مخصوص مطلب برآریوں کے وقت آئندہ انگریزوں کو فرقہ وارانہ خیالات پیدا کرانے کا بانی ہرگز نہ کہیں گے۔

مسئلہ حاضرہ انتخابات مشترکہ کے سیاق و سباق پر ڈاکٹر مونجے نے بحیثیت صدر اپنا فرض منصبی سمجھ کر حاضرین سبھا کے سامنے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ آپ نے اس کی موافقت میں ہندو قوم کو ایک زبان بنانے کے لئے محض اپنے جذبات کا اظہار فرما دیا مگر ان جذبات کے وجوہات کا جو غیر فرقہ وارانہ نظر سے بھی حق بجانب سمجھے جا سکتے ہوں اظہار نہ فرمایا۔ مسٹر آصف علی وغیرہم کے انتخابات میں ناکامی نے آپ کو مشترکہ انتخابات کے معنی اور فوائد خوب سمجھا دیئے اور اب آپ کو اس کے سیاق و سباق پر

کسی خاطر غور کرنیکی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

آپ نے فرمایا کہ آپ ملک کی حکومت کے لئے "دنیا کے صاف اور سیدھے قوانین" پر اور سرکاری ٹکڑوں کے لئے کھلے ہوئے مقابلوں پر اعتماد رکھتے ہیں۔ مسلمان اور وہ مسلمان بھی جو وزارتوں اور دیگر عہدوں کے متمنی نہیں ہیں، جو اپنے ملک اور اپنی قوم کے سچے بہی خواہ ہیں سمجھوتوں پر اعتماد نہیں رکھتے۔ ان کو سمجھوتوں کا پورا تجربہ ہو چکا ہے۔ میثاق لکھنؤ اور میثاق ملی بنگال نے گذشتہ سالوں میں ان کو سمجھوتوں کے اغراض و مقاصد بخوبی سمجھا دئے ہیں۔ مسلمان "انسانیت کے صاف اور سیدھے قوانین پر اعتماد رکھتے ہیں اور سرکاری ملازمتوں کے لئے "بہترین سیاسی احساس اور آزادی کے بلند خیالات" کو مقابلوں کے لئے ترجیح دیتے ہیں۔

نقطۂ نظر میں فرق

فاضل صدر مہا سبھا اور مسلمانوں کے نقطۂ نظر میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اکثریت اور اقلیت کے لئے خیالات

مسلمان حکومت میں اپنی اکثریت قائم کرنا نہیں چاہتے گو انکو اپنے اور اپنے ملک کے مفاد کے لحاظ اپنی حالت اپنے دوسرے بھائیوں جیسی بنانے کے لئے اس کی خصوصیات کے ساتھ ضرورت بھی ہے مگر صاحب صدر مہا سبھا "دنیا کے صاف اور سیدھے قانون" کے نام سے ہندوؤں کی اکثریت جو انکا لیکہ وہ مقابلتہً بہت بہتر حالت میں ہیں ملک کے ہر صوبہ میں چاہتے ہیں تاکہ کمزور اقلیت روز بروز کمزور ہوتی رہے۔

حقیر معاوضوں کے لئے بہترین دماغ تجویز نہیں ہو سکتے

مسلمان اپنے بہترین دماغ قلیل اور حقیر معاوضوں پر ملازمتوں کے معینہ دستور العمل پر کام کرنے کیلئے دینا نہیں چاہتے۔ ان کے نزدیک ان معینہ دستور العمل پر کام کرنے کے لئے اعلیٰ ترین ڈگریوں کی ہرگز ضرورت نہیں۔ مسلمان ان افراد کو ملازمتوں میں بھیجنا چاہتے ہیں جو سیاسی احساس اور بلند خیال رکھتے ہوں۔ اور بہترین فاضل افراد کو اہم قومی کاموں کے لئے جن کے مواقع ان کی تلاش پر منحصر ہیں رکھ لینا چاہتے ہیں مگر فاضل صدر مہا سبھا بہترین فاضل افراد کو سرکاری ٹکڑوں پر بھیجنا اور بقیہ افراد کو شدھی اور سنگٹھن اور مہا بیر دل کے لئے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں جن سے آپ کو اس سوراج کے حصول کی توقع ہے جو آپ کے لئے باعث فخر ہوگا۔

دنیا کے صاف اور سیدھے قوانین

اب منصف مزاج محب وطن فیصلہ فرمائیں کہ ہر دو نظریوں میں کونسا نظریہ ملک کے الجھے ہوئے

معاملات سلجھانے کے لئے دنیا کے صاف اور سیدھے قوانین کے مطابق سمجھا جا سکتا ہے اور کون سا رویہ فی الحقیقت ملک کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔

یہ ملحوظ خاطر رہے کہ فاضل صدر نے جو مسلمانوں کو بالکل علیحدہ اور مخالف کر کے سوراج حاصل کرنے کا خیال رکھتے ہیں مسلمانوں کے سیاسی احساس اور آزاد خیالی کو ہندوؤں کے مقابلہ میں بہتر تسلیم کر لیا ہے اور ان ہندوؤں کے مقابلہ میں بہترین تسلیم کیا ہے جن کے شدھی اور سنگٹھن آپ کے خیال میں وہ سوراج دلادینگے جس پر آپ کو ناز ہوگا۔

(۲) ایک ہندو ایم ایل سی اور ہندو مسلم کشیدگی

ہندوؤں کی طرف سے ہزاروں زبانیں ایک بات کو کہتی ہیں اور ہر زبان اوس کو صدہا پیرایوں میں ادا کیا کرتی ہے۔ مسلمان بالعموم بالکل خاموش رہتے ہیں اور اپنے معاملات کو خدا کی مرضی پر چھوڑ دیتے ہیں اور اُن لوگوں کے انصاف پر بھروسہ کرتے ہیں جن کو خدا نے حکمران بنایا ہے اور جو تمام واقعات کو سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے حقوق کو جو ہر دوسری قوم سے کہیں زیادہ فوقیت رکھتے ہیں محسوس اور ملک میں اونکی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔

بابو ستیا رام صاحب ایم ایل سی نے "رفارم اسکیم کی تحقیقاتی رپورٹ" پر حال میں متعدد مضامین لکھتے ہوئے ہندو مسلم کشیدگی پر بھی اسی سلسلہ میں اپنے بلند خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی ہندوستان میں سب سے بڑی اکثریت ہے۔ ہندوؤں میں باہمی فرقہ بندی ہے جس کی وجہ سے ان کا باہمی اتحاد قریب قریب ناممکن ہے اور مسلمان (بہر فرقے کے) ایک رشتہ میں منسلک ہیں۔ ان خیالات کے اظہار کی بجز اس کے کہ ہندو اور زور باندھیں اور مسلمان مطمئن ہو کر پھر خواب غفلت میں پڑ جاویں کوئی اور حقیقت اور وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

جین اور بدھ جیسے مذاہب کا جو کسی طرح ہندو نہیں ہو سکتے ہندوؤں میں شامل کیا جانا اچھوت ذاتوں کا مخصوص ساجیوں کو ابھارا عطا کرنا۔ تمام ہندوؤں کا ہر چہار جانب سے سنگٹھن کی آواز دہل پر ایکدم لبیک کہہ کر کھڑا ہو جانا۔ کونسلوں میں ممبریاں اور عہدے حاصل کرنے کے لئے ہندوؤں کی اکثریت ثابت کرنا۔ یہ سب ایسے واقعات ہیں جو خیالات بالا کے اظہار فرمانے وقت ہمارے فاضل دوست کے ذہن میں ضرور چکر لگا رہے ہونگے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش   من انداز قدت را می شناسم

واقفانِ اسرار جانتے ہیں کہ مضمون تو وہی واحد ہے گو پیرایہ دوسرا ہے۔ نام نہاد ہندوستانی قومیت' معیارِ اقلیت' ہندو سنگھٹن' مسلمانوں کی سب سے بڑی اکثریت اور ملی استواری کی نئی منطق — اِن سب لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں اور سب کا ایک ہی مقصد۔

اس میں شک نہیں کہ ہندو بھائیوں نے ہوم رول کے امید افزا نظارے دکھا کر اور انصاف اور برادرانہ تعلقات قائم رکھنے کے وعدے کر کے مسلمانوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا مگر کاٹھ کی ہانڈی ایک مرتبہ ہی چڑھ جاتی ہے۔ غیر ملکی لوگوں کے مظالم کا ہوّا ان کے سامنے کھڑا کر کے مسلمانوں کو گورنمنٹ سے جو گو ان کے ساتھ ایک نہ تھی تاہم انصاف کی خاطر یا اپنے ذاتی مفاد کے لحاظ سے کبھی کبھی ان کے ساتھ ضرور ہمدردی کا اظہار کرتی رہتی تھی علیحدہ کر دیا۔ جیوں ہی پردہ اٹھا ہندوؤں کی ذہنیت اور ان کا مافی الضمیر مختلف شکلوں میں ظاہر ہونے لگے۔ مسلمانوں کو اپنے ہندو بھائیوں کی باتوں میں آ کر ان کے ساتھ شریک ہونے میں اپنی نیک نیتی اور خوش اعتقادی کا بدترین نتیجہ دیکھنا پڑا اور اب ضروری ہوا کہ وہ لوگ ہندو فدایانِ قوم کی باتوں پر نہایت ہوشیاری اور خبرداری سے غور کریں۔

فاضل ممبر صاحب کونسل فرماتے ہیں کہ اقلیت کے تحفظ کی آواز حکمرانوں نے بلند کی اور لوگوں نے اس کی تائید کی۔ گورنمنٹ نے آواز بلند کی اور ضرور کی مگر کب؟ اہلِ ہند کی حکمت عملیوں کے کافی تجربہ اور ان کی تاریخ کے پرغور مطالعہ کے بعد۔ لوگوں نے اس کی تائید کی اور کرنا چاہیے تھا کیونکہ ان کی ہستی معرضِ خطر میں تھی۔ لالہ ہردیال صاحب ہی پہلے شخص نہیں جنہوں نے مسلمانوں کو ہندوستان سے جلا وطن کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ اِن سے پہلے اور فدایانِ قوم اشارتاً کنایتاً اس منشا کو ظاہر فرما چکے ہیں۔ اور کچھ عرصہ سے اس پر پوری سرگرمی سے عملدرآمد ہو رہا ہے۔ عیسائی اور دیگر اقوام بیوقوف نہیں جو ہندو بھائیوں کا مقصد اور اس کے حصول کی سرگرمیوں کو نہ سمجھیں۔ یا ان کی موجودہ جد و جہد کو نظر انداز کر دیں۔ اور کل ہی اگر یہی رفتارِ زمانہ رہی تو کچھ عرصہ بعد انہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیا ایک منصف گورنمنٹ ان سب حکمت عملیوں کو خاموشی سے دیکھ سکتی ہے؟ کیا اس پر فرائض کی فروگذاشت کا الزام نہیں لگایا جائیگا اگر وہ اس قوم کو پامال ہونے دے جو ہر حالت میں اس کی معین و مددگار رہی ہے؟ کیا اب بھی ہندو بھائیوں کو اعتراض کی گنجائش ہے جبکہ گورنمنٹ پوری خاموشی کے ساتھ ان کی اقلیت اور وفادار اقلیت کے ساتھ نبرد آزمائی کو دیکھ رہی ہے؟

کہا جاتا ہے کہ بھرت پور راج نے انہدام مساجد کے بعد مسلمان عہدہ داران و تحصیلداران اہلکاران

ہیڈ کلرک وغیرہم) کو علیحدہ کرکے انکی جگہ ہندو رکھنا شروع کر دیے ہیں۔ میں نے اس قسم کے چند درد انگیز واقعات ساکنان بہت پور ہی سے سُنے ہیں۔ کشمیر میں بھی ایسی مثالوں کی کمی نہیں۔ دیسی ریاستوں میں مسلمانوں کی زبان بند ہے اور وہ اپنی عظیم مصیبت پر اُف تک نہیں کر سکتے۔ دیسی ریاستوں کے حالات گو بہت شائع ہو چکے ہیں؟ تاہم اخبار بین اصحاب سے پوشیدہ نہیں عجب دیسی ریاستوں میں یہ حال ہو تو کیونکر ہمارے فاضل دوست یہ کہہ سکتے ہیں کہ ریاستوں میں باہمی تعلقات خوشگوار ہیں۔

فاضل ممبر صاحب کونسل فرماتے ہیں کہ اسلامی حکومت کے دوران میں باہمی تعلقات ناخوشگوار نہ تھے اور اہل ہنود حکومت کی پوری مدد کیا کرتے تھے۔ انگریزی راج میں یہ کشیدگی پیدا ہو گئی ہے حقیقت امر یہ ہے کہ اسلامی حکومت کے زمانہ میں لوگوں کو اپنی اپنی پوزیشن پر قائم رہنے کی تعلیم دیجاتی تھی اور ہر ایک کا دائرہ پر اپنے ہندو راج کے دستور کے موافق محدود تھا۔ لوگ جانتے تھے کہ گورنمنٹ ایک لمحہ کو بھی کسی قوم کی خواہ کتنی ہی کثیر التعداد اور طاقتور کیوں نہ ہو زیادتی کو روا نہ رکھے گی۔ وہ انصاف کا خون کرکے کسی قوم کو اپنا طرفدار نہ بناتی تھی۔ وہ زمانے اور انکے ساتھ ساتھ ہمارے خیالات، ہماری خواہشات اور ہمارے جذبات بدل گئے۔ اہل ہند کی اکثر ذاتیں ضرورت سے زیادہ روپیہ جمع ہو جانے کی وجہ سے اُن باتوں کے حصول کا ارادہ کرنے لگیں جن کا وہ خواب بھی نہ دیکھ سکتی تھیں انکی اکثر قومیں اپنے قدیم پیشے چھوڑ کر روپیہ کے زور اور چند درسی کتابوں کے رٹ لینے سے بڑے بڑے درجوں پر فائز ہو گئیں۔ اِس انقلاب سے کچھ نتائج ضرور نکلنے چاہئیں اور وہ ظاہر ہیں۔ فی الحقیقت یہی امور باہمی کشیدگی کے باعث ہیں۔ گورنمنٹ کو مورد الزام ٹھیرانا اہل ہند کی احسان فراموشی ہے۔ ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا ٭ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

(۳) ایک ہندو جرنلسٹ اور اتحاد و سوراج

اخبار لیڈر میں مسٹر بپن چندر پال کا ایک مضمون جو انہوں نے بعنوان بالا اخبار انگلشمین میں شائع کرایا ہے ناظرین لیڈر یا ہمدرد انگلشمین نے ملاحظہ فرمایا ہوگا اور وہ ضرور یہ سمجھے ہونگے کہ وہ مخصوص ہندو حضرات بھی جو کہ نظم خلافت' ایشائی اتحاد' اور ہندوستان کی بہبودی کے کل تک دلدادہ تھے' آج بلا وجہ مسلمانوں کو شبہ کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ ہم مسلمانوں کے لیے یہ اس خیال کو بھی "کہ تعلیم یافتہ ہندو تعصب سے مبرا ہوتے ہیں" خود بے سر و پا ثابت کر رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ "انکے نزدیک مسلمان لیڈروں کا منشا یہ ہے کہ پین اسلامزم کی ترقی اور خلافت کے تحت میں ایک زبردست

اسلامی اخوت قائم ہو جائے جس سے کہ اسلام پھر دنیا کی ایک زبردست قوت ہو سکے"

مسٹر بپن چندر جیسے مرد میدان صحافت اور ایشیائی اتحاد کے پرستار علمبردار کے اس انتشار سے مسلمانوں کو جو کچھ مایوسی ہو کم ہے۔ اگر مسلمان یہ خواہش رکھتے ہوں کہ اسلامی اخوت ایسی ہی زبردست ہو جائے تو کیا بیجا ہے۔ سناتن دھرم اور آریہ سماج عقائد کے لحاظ سے دو جداگانہ مذہب ہیں۔ کیونکہ اُن کے اعتقاد کے موافق ایک کا خدا دوسرے کے خدا سے بالکل مختلف ہے۔ مگر پھر بھی نام نہاد اخوت زبردست کرنے اور آئندہ سوراج میں اپنا عنصر غالب کرنے کے لئے اُن معاملات میں بھی جو اُن کے اصول مذہب کے بالکل خلاف ہیں ایک دوسرے کا تن من دھن سے شریک ہو جاتا ہے اور کوئی فرد اُن میں سے نکتہ چینی نہیں کرتا۔ آگے چلکر وہ فرماتے ہیں کہ "کون جانتا ہے کہ کل ہندوستان اور ٹرکی کے مقاصد میں تصادم ہو جائے اور ہندوستان کو اپنے لئے یا دنیا کی خاطر ٹرکی کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھانا پڑ جائے" اس سے جو کچھ مطلب ہے وہ ظاہر ہے۔

شبہ ہوتا ہے یہ اتنا خوف کھانا سوراج کے بہادر اور پاتھ پیر چلانے والوں کو ہرگز زیبا نہیں۔ اگر خوف کی یہی حالت ہے تو ان کے سب پروگرام کا حشر معلوم ہو گیا۔ اُنکی جدوجہد اُن کی لمبی تر اپیل رہا اور بلاوجہ مسلمانوں سے خفگی سب عبث ہے۔ مسٹر پال اپنے خیال کی تائید میں کوئی ثبوت پیش نہ کر سکے مگر مسلمانوں کی طرف سے ہندوؤں کو اچھی طرح بدگمان کرنے میں دریغ نہیں کر سکتے در اصل گذشتہ جنگ نے ان کے منہ کو پسی دیا ہے اور یہ حضرات ایسے فقروں سے تعصب کی آگ نہیں بھڑکا سکتے۔ یہ حضرات اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں کہ ٹرکی کا جبکہ دوسری حکومتوں سے تصادم ہوا تو دیگر مسلمانوں کی کیا حالت رہی۔ شریف مکہ کس طرف ہو گئے شاہ ایران و شاہ کابل نے کیا رویہ اختیار کیا۔ مسٹر پال کا منشاء انتشار نہیں ہے بلکہ ان خیالات کے اظہار سے اُن کا یہ منشا ہے کہ مسلمان اس کوشش میں نہ رہیں اپنے جائز حقوق کا تحفظ ہندو کے مقابلہ میں اپنی زور کے ساتھ ہندوؤں کی شرائط کے بغیر ہی خیال نہ کریں اور ہندوؤں کی لبرل پارٹی اُن کے مقابلہ میں اپنا کام حسب معمول کئے چلے جائے۔ کیا مسلمان ان خیالات کے معنے اب بھی نہ سمجھیں گے؟ آخر میں وہ فرماتے ہیں کہ "مسلمان صاف صاف کہدیں کہ ہم اول ہندی ہیں پھر مسلمان" اس کے معنی یہ ہوئے کہ مسلمان یہ کہدیں کہ "ملک مقدم ہے اور خدا مؤخر" یا یہ کہ وہ اول ہندوؤں کے لئے ہیں پھر خدا کے اور مذہب کے لئے۔ سبحان اللہ! سناتن دھرم اور آریہ سماج مسلمانوں کو ایسے نازک وقت میں آریہ کرنے کا بیڑا اٹھائیں اور زبان حال سے یہ کہیں کہ مذہب مقدم ہے اور ملک و سوراج مؤخر' مگر مسلمان ملک اور سوراج ہی کو مقدم سمجھے جائیں

اور اپنے گھروں کو لے' اور ایسے حضرات کو اُن کے مذہب کی تبلیغ کا موقع دیتے رہیں۔ مسلمانوں کے نزدیک خدا کے اور مذہب سے زیادہ عزیز تر کوئی شے رہی ہے اور نہ رہے گی۔ مسٹر پال کے بقول لفظ ہند جانے دیجئے ملک کا جغرافیائی نام ہے جس کے لئے وہ چاہتے ہیں کہ ہم کہدیں کہ ہم اول ہندی ہیں۔ پھر مسلمان۔ اگر ہم سچ کو اول مقامی بعدہٗ مسلم سمجھیں تو ہم پہلے یہ کہیں گے کہ ہم اول گھر کے ہیں پھر ملک کے اور ہم اول محلہ کے ہیں پھر ملک کے اور ہم اول قصبہ کے ہیں پھر ملک کے اور علیٰ ہذا۔ اب منصف مزاج ہندو غور فرمائیں کہ ایسے خیالات کے لوگ بنی نوع انسان کو جو انکے گھروں' محلوں' قصبوں' یا ملکوں سے یا ہوسکتا ہے کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور اشرف المخلوقات ہو کر اپنے سے ادنیٰ مخلوق (ملک) کو اپنے پروردگار کے مقابلہ میں کیونکر مقدم سمجھ سکتے ہیں مسٹر پال اور اُن کے ہمخیال سمجھ لیں کہ ہمارا خدا محض ایک بے حس مادہ نہیں ہے جس کے مقابلہ میں ہم ملک جیسی ادنیٰ چیز کو کچھ سمجھ لیں۔ ہم اول اپنے خدا کے اور اپنے مذہب کے ہیں' اس کے بعد حسب مراتب دوسروں کے' اور یہی ہمیشہ رہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اتحاد کے لیے جو شرط مسٹر پال لگاتے ہیں نہایت لغو اور مضحکہ خیز ہے۔ اتحاد کے لیے جس چیز کی ضرورت ہے وہ باہمی خلوص ہے۔ نہ مذہب فروشی۔ اگر یہ حضرات واقعی سچا اتحاد چاہتے ہیں تو میدان میں مرد بنکر آئیں دونوں (ہندو مسلم) کو مساوی سمجھیں۔ کونسلوں وغیرہ میں جداگانہ نیابت تسلیم کریں۔ اُن میں پچاس پچاس فیصدی کی نسبت سے دونوں کو حقوق دلائیں۔ اعلیٰ ادنیٰ ملازمتوں میں مسلمانوں کی معقول نسبت ہندوؤں کے مقابلہ میں قائم کرائیں۔ سررشتہ تعلیم میں جہاں ہندوؤں نے پورا اجارا حاصل کر رکھا ہے نسبتاً مسلمان مدرسین اور طلباء کے لئے جگہ خالی کرائیں اور ہر دنیوی معاملہ میں ایکدوسرے کو مساوی سمجھیں۔ پھر دیکھئے تو اتحاد قائم ہوتا ہے یا نہیں۔ اور مسلمان ہندوؤں سے شیر و شکر ہوتے ہیں یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کی ہستی کو کسی معاملہ میں دیکھنا روا نہ رکھیں اور مسلمان اپنے خدا کو اپنے مذہب کو اپنی وجاہت کو انکے اشارہ پر چھوڑ بیٹھیں (ممکن ہے کہ کوئی صاحب مردم شماری کے تناسب کے خیال میں اچانک لفظ مساوی پر سطور بالا میں تعجب کریں اُن سے درخواست ہے کہ وہ مہربانی فرما کر اس کے متعلق میرے مضامین ملاحظہ فرمائیں)

(۴) دنیا کی سب سے بڑی ہستی

یارب یہ کیا اثر ہے جب اُسکا نام آیا ⁂ آنکھوں میں اشک آئے لکنت ہوئی زباں کو

مشہور کیا جاتا ہے کہ مسٹر گاندھی جن کو مسلمانوں نے اُن کی قوم سے مہاتما جی کا خطاب دلایا ہے اپنی

مخلصانہ، غیر متعصبانہ، اور مدبرانہ خدمات کے لحاظ سے دنیا میں سب سے بڑے شخص ہیں۔ ہم اُنکو مخصوص ہندو قوم کے لئے اُن اوصاف کے ساتھ ضرور ایسا سمجھتے ہیں مگر اُن کی یہ مخلصانہ، غیر متعصبانہ اور مدبرانہ خدمات دیگر اقوام کے لئے نہیں ہیں۔ اور ان معنوں میں ہم اُن کو دنیا میں سب سے بڑا فرقہ پرست سمجھتے ہیں۔

دیکھیے مہاتما جی مسلم لیگ قوم کی فلاح و ترقی کی جد و جہد کو فرقہ وارانہ تنگ نظری پر محمول فرماتے ہوئے اُن ہندو لیگ اقوام کی فلاح و ترقی کی جد و جہد میں جس سے نام نہاد ہندو سنگٹھن موثر ہوتا ہو قوم پرستی کی جھلک دیکھتے ہیں۔ مگر مسلمانوں کی نزار حالت کی، جو محض ہندوؤں کے تعصب اور زیادتیوں کا نتیجہ ہے، درستی کو یہ دنیا کی سب سے بڑی ہستی فرقہ پرستی بتاتی ہے۔ درانحالیکہ قومیت میں اُس کی درستی کے لئے کوئی شکل نہ دکھلائی جاتی ہو۔

ہم ہندو لیگ اقوام کی نزار حالت کو ملک کے لئے ایسا ہی خطرناک سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ اپنی حالت زار کو۔ یہ اور بات ہے کہ ہم ہندو دھرم کا مطالعہ اور ان اقوام کی حقیقت کا خیال کر کے مایوس ہو جاتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ اونکی حالت اُس وقت تک کسی طرح درست نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ ہندوؤں سے علیحدہ نہ ہوں یا ہندوؤں کا "آسمانی مذہب" تبدیل نہ ہو جائے۔

دیکھیے مہاتما جی حکومت کے ہر شعبہ میں ہندو اکثریت جو دیگر اقوام کے لئے سخت مضر ہے دیکھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں اور دیگر اقوام کے تکالیف اور حق تلفیوں کا مطلق خیال نہیں کرتے اُن کو حکومت میں ہندو اکثریت کم ہونا گوارا نہیں اور جب مسلمان اس اکثریت سے تباہ ہو کر حکومت کے ہر شعبہ میں اپنی موثر شرکت کیلئے آواز اُٹھاتے ہیں تو سب سے بڑی دنیا کی ہستی اُنکی آواز کیخلاف آواز اُٹھاتی ہے۔

دیکھیے ہندوؤں کی پوری اکثریت اور پوری قوت حکومت کے ہر شعبہ میں دیکھ کر دنیا کی یہ سب سے بڑی ہستی دیگر اقوام کے لئے جو اُنکا نہایت اپنے غیر متعصب دل سے نہیں دیکھ سکتی اور جب اُس کی مرضی کیخلاف جذبہ اُنکا نہایت قائم ہو جاتی ہے تو یہ سب سے بڑا لیڈر جس نے ہندو مہا سبھا کے سامنے اپنے اختلافات رائے کے باوجود سر تسلیم خم کر دیا اُس عام فیصلے پر سر تسلیم خم کرنے پر نہیں کہتا کہ۔

نیابت تحفظ حقوق اقوام کے لئے ہے نہ کہ افراد کے لئے۔ تناسب آبادی کا لحاظ دوسری شکل میں مسلمانوں کو ہندوؤں سے تباہ کرائے گا۔ دونوں کے مساوات رکھو تا کہ اکثریت کا زعم اور اقلیت کا ہراس جو باہمی نفاق کا سبب ہے باقی نہ رہے۔

دیکھیے ہندو دھرم کے حسیات کا لحاظ فرماتے ہوئے مہاتما جی جانوروں کی پرستش کے لئے جانوروں کی حمایت کرتے ہیں مگر اُن مسلمان انسانوں کے خون پر جو حکومت میں اپنی اکثریت کے زور پر بہائے جاتے ہیں

یہ سب سے بڑی غیر متعصب ہستی اُف نہیں کرتی۔ اس کے نزدیک جانوروں کا خون انسانوں کے خون سے زیادہ قیمتی اور قابلِ قدر ہے۔

دیکھئے اردو زبان کی، جو ہندو مسلمان دونوں کی مشترکہ زبان ہو چکی ہے مہاتما جی ایک لفظ نہیں کہتے اور ہندی زبان کے پروپگنڈوں کو جس سے مسلمان نا آشنا ہیں اُن کو اور تباہ کرنے کے لئے ہر طرف پھیلاتے ہیں۔

دیکھئے مسلمانوں کی تجارت اور مسلمانوں کی دولت ہندوؤں کے پاس پہنچ جانے کے بعد حکومت میں ہندوؤں کی اکثریت قائم ہو جانے پر اب مہاتما جی بدیشی کپڑوں میں آگ لگوا کر ہندوؤں کی تجارت میں چار چاند لگاتے ہیں۔ مگر مسلمانوں کی خاطر اُن مہاجنوں کے خلاف جو جھوٹی سچی ڈگریوں سے سود در سود کے چکر میں مسلمانوں کے رہے سہے ۲ ر بھی ہضم کر رہے ہیں کچھ نہیں کہتے نہ پنجاب "منی لینڈرس بل کی حمایت کرتے ہیں نہ اور صوبوں میں مہاجنوں کی اُس دولت میں آگ لگاتے ہیں جو بیوقوف مسلمانوں کی حماقتوں اور اُن کے مہاجنوں کی چالاکیوں۔ چاپلوسیوں اور ترکیبوں سے آن واحد میں اِدھر سے اُدھر منتقل ہو گئی۔ ہندو قوم کے فائدہ کے لئے بدیشی تجار کا نقصان گوارا ہے۔ مگر مسلمانوں کے فائدے کے لئے مہاجنوں کا نقصان گوارا نہیں۔

دیکھئے مسلمانوں کی واحد تعلیم گاہ کو بدنظمیوں کا مرکز بنا کر اور ہندو تسلیم گاہوں کو قومی تعلیم سے مستثنیٰ رکھ کر اب مہاتما جی مسلمان طلبا کو پھر نصیحت فرماتے ہیں۔ کہ وہ فرقہ وارانہ دلدل میں نہ پڑیں۔ وعلیٰ ہذا

حقیقتاً ہندوؤں کے لئے دنیا میں اس ہستی سے بڑھ کر کون ہو سکتی ہے۔ یہ ان کے ہاتھ میں ہے جس طرح جی چاہے اس احسان کی شکر گزاری ادا کریں۔ مسلمان اُن اپنے اکابر کے ماتم میں مصروف ہیں جنہوں نے دنیا کی اس سب سے بڑی ہستی کو دنیا بھر میں نمودار کرا کے ہم کو فرقہ پرست مشہور کرایا۔ ایک غیر ملکی منصف حکومت پر دنیا میں اسی سب سے بڑی ہستی اور اس کی قوم کی جھوٹی ہیبت بٹھا کر ہماری طرف سے غافل کرا دیا۔ آج وہ ذلیل ہیں اور ان حرکتوں سے اور ذلیل ہوں گے ہمارا جو کچھ بھی حشر ہو۔ مگر

رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

۱۹۔ نہرو رپورٹ

پنڈت موتی لال نہرو اور آپ کے ہم خیال "قوم پرست" اصحاب ہمیشہ سے یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ متحدہ قومیت کے مفاد کی خاطر فرقہ وارانہ جذبات ہندوستانیوں کو اپنے دماغ سے نکال دینا چاہئیں۔ اور اسی پردہ کی آڑ میں یہ اصحاب مختلف طریقے مسلمانوں کی بیخ کنی اور ہندوؤں کا استحکام کرتے رہتے ہیں۔ ان اصحاب نے دو چار چندے کے خواہاں دشمنی قسمت مسلمانوں کو اپنی ہمنوائی کے لیے منتخب کر لیا ہے جو ان "فدایان قوم" کے ساتھ ہاں میں ہاں ملاتے پھرتے ہیں اور اف تک نہیں کرتے۔ ملک کی تباہی کا اپنی جھوٹی نمود و عزت کے مقابلہ میں ان کو خیال نہیں آتا۔ طرہ یہ ہے کہ جب ان ہندو سیرت مسلمانوں سے کچھ دریافت کیا جاتا ہے تو ان کی زبانیں بند ہو جاتی ہیں۔ وہ اس لئے پیدا نہیں ہوئے کہ اپنے خود غرضانہ خیالات کو دوسروں پر واضح کریں یا دوسروں کے خیالات کو سمجھیں۔ وہ محض اس لئے ہیں کہ زبردست کے ساتھ رہ کر کمزور کو ستائیں اور زبردست کی مہربانیوں سے فائدہ اٹھائیں۔ آخرت ضرور دور ہے مگر انشاء اللہ دیکھیں گے کہ وہ اپنی خود غرضانہ روش سے اپنی تذلیل و تحقیر خرید رہے ہیں۔

نہرو کمیٹی نے ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی نام نہاد صدارت میں جو سفارشات آل پارٹیز کانفرنس کے جھوٹے نام سے پیش کی ہیں اور جن پر غیر مسلمان چاروں طرف سے روشنی ڈال رہے ہیں مسٹر ظہور احمد ایم۔ ایل۔ سی کا تبصرہ بعنوان "مسلمانوں کے حقوق خطرے میں" ہر مسلمان نے پڑھا ہوگا اور ہر مسلمان کو بغور پڑھنا چاہئے۔ جناب قاضی محمد حسین صاحب ایم۔ اے کا نہایت بصیرت افروز اور مدلل جواب بعنوان "دی کیس آف دی مسلم" جس کو جماعت حقوق المسلمین گورکھپور نے ایک سو دس صفحے کے انگریزی رسالہ میں چھپوا کر ملک بھر میں تقسیم کیا ہے اہل الرائے حضرات نے پڑھا ہوگا۔ ان اور ان جیسے صدہا تبصروں کے بعد مزید تبصرے کی ضرورت نہیں۔ رپورٹ کو دیکھ کر دل میں درد ہوتا ہے اور فکر آمیز تفکرات کی یلغار میں خود قلبی کو ان کا حوصلہ میرا قلم نہیں اٹھاتا۔ یہ وہ رپورٹ ہے جس نے مولانا شوکت علی جیسے ہندو دوست کو خون کے آنسو رلایا ہے۔ انصاری صاحب سے بار بار عرض کیا گیا کہ مسلمان آپ کو لیڈر نہیں سمجھتے۔ آپ ان کی رہبری نہ فرمائیں مگر انصاری صاحب سب کچھ ان سنی کر گئے ہیں۔ یہ انصاری صاحب کی کیسی صدارت ہے جس میں لالہ جی۔ پنڈت جی اور مالوی جی کا دل بول رہا ہے اور مسلم جذبات کو ذرا دخل نہیں۔ نہرو کمیٹی کی سفارشات محض جاہلانہ زباں میں،

جو ایک مخصوص طبقہ کے قابل ترین لوگ ہندو راج قائم کرنے کے لئے آل پارٹیز کانفرنس کے چھپے نام سے کر رہے ہیں۔ اگر یہ سفارشات منظور بھی کر لی جاویں تب بھی ان نیتر گاروں کی دلی آرزو پوری نہیں ہو سکتی تھا کہ ان چالبازیوں سے ضرور تباہ ہوگا مسلمان، جو ہندوستان کے حقیقی مالک ہیں، عبرت حاصل کریں

چند استفسارات

میں اپنے مسلمان بھائیوں کی طرف سے جن کو آپ نے بالک کا درد ہے پنڈت موتی لال نہرو سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کی کمزوری کا خیال رکھتے ہوئے آپ نے انتخاب سفارش کرتے کہ ہندوستان میں بطور تجربہ کے لئے حکومت کے اندر مسلمانوں کو دس سال کے لئے دو حصہ دے دیا جائے جیسے ہندو قابض رہے ہیں تو قومی نقطہ نظر سے کیا بیجا تھا؟ کیا ہندوؤں ہی کا اپنی اکثریت حکومت میں قائم رکھنا قومیت کا مرادف اور مسلمانوں کا اپنے واجبی حقوق اپنے تحفظ کے لئے طلب کرنا فرقہ وارانہ تنگ نظری کا باعث ہے؟ کیا مسلمانوں کا اپنے حقوق طلب کرنا قومیت کا مرادف اور ہندوؤں کا اپنی اکثریت قائم رکھنے کے لئے مصر رہنا فرقہ وارانہ تنگ نظری کا باعث نہیں ہے؟

نہرو پارٹی غور کرے کہ کمزور بھائیوں کے حقوق غصب کرنا مادر وطن کے ساتھ بڑی غداری ہے۔ ہندو اپنی زبردست کثرت آبادی سے اپنے کو ہر جگہ بلا شبہ اسی طرح محفوظ رکھ سکتے ہیں؟ جس طرح ہمارے مشفق پنڈت جی کے خیال کے موافق مسلمان اپنی قلیل اکثریت کے ساتھ ملا تا ہی حقوق حاصل کر لیتا اور بنگال و پنجاب اپنا تحفظ کر سکتے ہیں۔ ہندو ہر مقام پر اپنی نمایاں اکثریت سے تو اپنا تحفظ کر سکیں مگر مسلمان چند مقامات پر اپنی خفیف سی اکثریت سے اپنا تحفظ کر سکیں؟ یہ سمجھ ہمارے سیاست دان انصاری صاحب کی ہی سمجھ میں آوے۔

دوسری بات پنڈت جی اور انصاری صاحب سے یہ دریافت طلب ہے کہ آنجناب نے میرے انگریزی رسالہ "الیکوالٹی" پر جس پر مشہور و مشہور مسلمان اخبارات نے نمایاں الفاظ میں اظہار اطمینان فرمایا ہے۔ جو آپ حضرات کی خدمت میں بھیجا جا چکا ہے کیوں سفارشات مرتب کرتے وقت غور نہ فرمایا۔ کیا مسلمانوں کے وہ دلائل بھی جن کو آپ کسی طرح مسترد نہیں کر سکتے قابل التفات نہیں اور کیا ہندو مفادوں کا پورا پورا لحاظ اور ناجائز طریقے پر جیتا ہے؟

پنڈت جی اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری سے میری معروض ہے کہ میرے رسالہ مذکور انصاری کے ساتھ بغور مطالعہ کرا اخبارات کے ذریعہ سے جواب مرحمت فرمادیں۔ ورنہ مسلمانوں کو اول سے اللہ پر چھوڑ کر ان کی رہبری کا اپنے مستقبل اور زبان سے ہرگز اظہار نہ فرمادیں۔ اگر وہ ہماری رہبری کرتے ہیں اور اس عزت سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ ہماری آواز کو سنیں۔ ہمارے استفسارات کے جواب دیں اور ہمارے بے چین دل کو مطمئن کر دیں۔

۲۰۔ چند غور طلب امور

(۱) ہندی سیاسیات

مادر ہند کے کمزور بچوں کی خدمت مادر ہند کی سچی خدمت ہے۔ طاقتور بچوں کی پرورش کا خیال رکھنا اور کمزور بچوں کو بھول جانا مادر ہند پر سخت ظلم ہے۔ کونسلوں اور ملازمتوں میں، جن کا تعلق حقوق اقوام اور انتظام ملک سے ہے تناسب آبادی کا لحاظ رکھنا ملک و اقوام ملک کے لئے سخت مہلک ہے۔

ملکی و ملی خدمت کو ذریعہ معاش یا ذریعہ نمود و حصول اغراض بنانا سخت کمینہ پن ہے۔ ملک و ملت کی خدمت وہی نفوس مقدسہ انجام دے سکتے ہیں جو تمامی دنیوی تعلقات اور نفسانیتوں کو چھوڑ کر ہمہ تن اس خدمت کے لئے آمادہ ہوں۔ فاقہ کشی کر کے اپنی جانیں دے دینا اللہ کی ذات سے مایوس ہو جانا۔ اور اپنی خدمت کو ادھورا چھوڑنا ہے۔

(۲) ریاضی کا ایک پیچیدہ مسئلہ

ہندو بھائیوں کا یہ فرمانا کہ " سات کروڑ ہندو قربان کر کے چودہ کروڑ خالص ہندوؤں کا سوراج حاصل کر سکتے ہیں " بہت غور طلب ہے۔ ہمارے برادران وطن کا یہی خود غرضانہ خیال تھا جس نے انکی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اور یہی خود غرضانہ خیال انکی غلامی کو دائمی کئے بغیر نہ رہیگا۔

بفرض محال سات کروڑ ہندوؤں کی قربانیوں نے سات کروڑ مسلمانوں کو فنا کر دیا (ہندوستان میں تو ابتک ۸۵ فیصدی یہ دونوں آباد ہیں) تو پھر یہ سوال حل طلب رہجاتا ہے کہ اجنبی لوگوں کے ہوائی جہاز، توپ خانے، مشین گنیں، آبدوز کشتیاں فنا کرنے کے لئے کتنے اور بہادروں کی ضرورت پڑیگی اور پھر اس مزید قربانی کے بعد کتنے سورما اور ایسے باقی رہجائیں گے جو ہندوستان کو خالص ہندو دھن کا ملک بنا کر اس کو حملہ آوروں کی زد سے محفوظ رکھ سکیں۔

ان لوگوں کے دماغوں میں، جو اپنے کو مادر ہند کا سپوت اور علم ہندسہ کا موجد سمجھتے ہوں، ایسے خیالات کا پیدا ہونا ضرور حیرت انگیز ہے۔

(۴) بابو بپن چندر پال اور جمہوریت

مشہور جرنلسٹ بابو بپن چندر پال سائمن کمیشن کے مقاطعہ کی حمایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

"ہر نظم و نسق میں اقلیت کو اکثریت کی مرضی پر سر تسلیم خم کر دینا چاہئے"

اس سے زیادہ اور کن الفاظ میں جمہوریت کا خون بہایا جا سکتا ہے۔ اکثریت اور اقلیت جب اپنے اپنے پیدائشی حقوق کے تحفظ کی خاطر ایک دوسرے کی طرح دست و گریبان ہوں اور ان حقوق کا تحفظ بھی اکثریت اور اقلیت کے اختلافات اور دلوں کو دیکھتے ہوئے نہایت ضروری سمجھا جائے تو انتظامی معاملات میں اکثریت کو اکثریت اور اقلیت کو اقلیت شمار کرنا بابو بپن چندر پال جیسے محب وطن کے لئے کہاں تک روا ہو سکتا ہے۔ اور کیونکر وہ کہہ سکتے ہیں کہ اقلیت اکثریت کی مرضی پر سر تسلیم خم کر کے قدیم باشندگان ہند کی طرح اپنی ہستی کو فنا کر دے۔ ہندو اکابر ضرور سمجھتے ہیں کہ اقلیت اور کمزور اقلیت کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ اکثریت اور زبردست اکثریت کے مقابلہ میں اپنے حقوق کا تحفظ کرے۔ کاش یہ نکتہ بپن حضرات یہ فرماویں کہ۔

"اکثریت اقلیت کے جائز مطالبہ کو مان لے اور حکومتی معاملات میں اپنی اکثریت کے خیال
کو اپنے دماغ سے دور کرے"

تعجب ہے کہ بابو بپن چندر پال جیسے افراد ابتک یہ نہ سمجھیں کہ تحفظ حقوق کے معاملہ میں جو شخص اقوام سے متعلق ہو آبادیوں کی اکثریت اور اقلیت کچھ معنے نہیں رکھتی ہیں اس لئے متعدد مرتبہ اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈالی گئی سنتے اور سمجھتے تو سب ہیں مگر "مادر ہند کے فرزند" اپنی قومی بہبود کے ذہنوں میں ہمیشہ کہتے ہیں اپنی ہی من کی بھلا یہ کہاں کی جمہوریت ہے کہ ایک قوم اپنے پیدائشی حقوق کو دوسری قوم کے رحم پر چھوڑ کر اس کی مرضی پر سر تسلیم خم کر دے۔

سائمن کمیشن

سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کے لئے خواہ معدودے چند مسلمان جو ہندوؤں کی چشم پوشیوں اور مہربانیوں سے آسائش میں بسر کر رہے ہیں آمادہ ہو جائیں مگر دنیا یقین کر لے کہ عام مسلمان ہر شعبہ زندگی میں ہندو بھائیوں کے ناگفتہ بہ برتاؤ سے پریشان ہیں۔ وہ اپنے قومی حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں۔ ہندو بھائی اپنی اکثریت کے زعم میں خود اگر حقوق کا تسلیم کرنا تو اور بات ہے دوسروں کو بھی نہیں دینے دیتے مسلمان نہیں چاہتے کہ اسے [illegible] ہندو لیڈروں کی جمہوری باتوں میں آکر ہمیشہ دھوکہ کھاتے اور نقصان اٹھاتے

رہیں اور اس طرح باہمی خانہ جنگیوں سے ہندوستان کی آزادی کے حصول میں سدراہ ہوں۔

ہندو بھائی مسلمانوں کی آواز حکومت میں پست رکھنے کے لیے آبادی کے تناسب کا لحاظ جو نہایت لغو ہے ہمیشہ مدنظر رکھتے رہیں۔ اور اس طرح اپنی خود غرضیوں کے باعث اونکو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنی آواز مساوی الوزن کرنے کے لیے دوسری آوازوں کو شامل کر لیں۔ مسلمان دیکھتے اور سمجھتے ہیں کہ جمہوریت کے پردے اور اکثریت کی ٹٹی کی آڑ میں اقلیت کا شکار کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کا یہ خیال ہرگز غلط نہیں کہا جا سکتا۔ اگر مسلمانوں کا یہ خیال بے بنیاد ہے تو وہ ہندو بھائی جو سائمن کمیشن کے بائیکاٹ پر متفق ہیں اپنی ہی اتفاق رائے سے مسلمانوں کا حکومت میں مساوی حصہ تسلیم کر کے اکثریت اور اقلیت کے جھگڑے کو جو باہمی جنگ و جدل کا اصل اور واحد سبب ہے کیوں نہیں چھیڑتے؟ کاش مادر ہند کے فرزند اس معاملہ پر گہرا غور فرمائیں۔

---

(۴) مسٹر چنتامنی کا انصاف

ہمارے قومی فدائی۔ مسٹر چنتامنی آئے دن اپنے قومی جذبات کا اظہار فرماتے رہتے ہیں مگر افسوس اپنی مخصوص ذہنیت میں وہ دوسروں کو نہیں سنتے اور اپنی ہٹ دھرمی سے قومیت کا سنگ بنیاد متزلزل کرتے رہتے ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ یہ کیسے قومی جذبات ہیں جن میں قوم کے ایک جزو لاینفک کے مفاد کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ یہ کیسا انصاف ہے کہ یہ قومی فدائی ان باتوں کا جواب نہیں دیتے جو ان کو دریافت کی جاتی ہیں اور جو حقیقتاً انکو قومی جذبات سکھاتی ہیں۔

ہم نے اپنے لائق دوست مسٹر چنتامنی کی وہ زوردار تقریر پڑھی جو آپ نے اصلاحی کمیشن کے متعلق آنریبل سر لیبرٹ کی تحریک پر ۸ ستمبر کو کونسل میں سنائی ہے۔ اس تقریر میں کوئی خاص بات نہیں ہے سب وہی باتیں ہیں جو یہ مخصوص لوگ آئے دن کہتے رہتے ہیں اور جن میں انکا اپنے فرقہ کا مفاد مدنظر ہوتا ہے۔ سر لیبرٹ خان بہادر شیخ حبیب اللہ اور راجہ کشل پال سنگھ نے تحریک مذکور کی تائید میں جو کچھ فرمایا ہے اوس سے حکومت، مسلمان اور دیگر ہندوؤں کے جذبات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ کیا ضرورت ہے کہ مسٹر چنتامنی جیسے چند لوگوں کو قوم سمجھ لیا جاوے درانحالیکہ وہ قومیت کے معنوں کو بھی نہ سمجھ سکتے ہوں اور کیونکر اون سے یہ توقع ہو کہ مقاصد پر ملک کی فلاح و بہبود کا انحصار کیا جاوے۔

جناب کی اس تقریر میں اول سے آخر تک محض ایک بات پر اور وہ بھی وہی پرانی کہ:-

گورنمنٹ ہماری آواز کی پرواہ نہیں کرتی یہ ہماری سخت توہین ہے

ہم اپنے دوست سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا آپ ہماری حق بجانب سادات کی آواز کو
اَن سنی ڈالکر ہماری قوم کی جو ہندی قوم کا جزو لاینفک ہے توہین نہیں کرتے؟ اور کیا اس توہین
کو آپ دیدہ و دانستہ روا نہیں رکھتے؟ اگر اس میں آپ کے نزدیک ہماری توہین نہیں ہے تو ہم
باوازِ دہل کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اور تمام دنیا کے نزدیک گورنمنٹ کا یہ رویہ درانحالیکہ وہ ہر دو
اقوام کو ایک نظر سے دیکھنے پر مجبور ہے، ہرگز باعث توہین نہیں ہو سکتا۔ میں گورنمنٹ کے رویہ
کو ان حضرات کے رویوں سے بدرجہا بہتر سمجھتا ہوں۔

قوم

دنیا سمجھ لے کہ وہ قوم قوم نہیں ہے جس کے بعض افراد اپنے مخصوص مقاصد کی خاطر دوسرے فرقہ
کے، جس کو وہ مسلسل تباہ کرتے چلے آ رہے ہیں، تحفظ حقوق کو بری نظر سے دیکھیں۔

وہ قوم قوم نہیں ہے جس کے افراد اونچ اور نیچ ذات پر مشتمل کئے گئے ہوں اور جنہیں نام نہاد
اونچ ذات والے نیچ ذات والوں کی قسمت سے لوٹے حقوق (بغیر کسی اصول کے) لیکر خود فائدہ اٹھائیں
اور ان نامناسب ناجائز حقوق سے ہندوستان بھر کے باشندوں کو ستائیں۔

وہ قوم قوم نہیں ہے جس کا ایک عنصر اپنے فوائد کے جواز کو تو قومی نقطۂ نظر پر محمول کرے اور
دوسرے عنصر ان کے حقوق طلبی کے وقت فرقہ وارانہ تنگ نظری کا الزام لگائے۔

وہ قوم قوم نہیں ہے جس کا ایک حصہ باہمی منافرت اور اختلافات دیکھتے ہوئے مخلوط انتخاب اور
مشترکہ نیابت کی اپنی فرقہ وارانہ تنگ نظری کے باعث جد و جہد کرے۔

وہ قوم قوم نہیں ہے جو ہندی ذہنیت دیکھتے ہوئے کہ فرقہ وارانہ ملازمتوں میں متناسب آبادی اور
امتحان مقابلوں کا معیار قائم کرائے۔ وہ قوم ہرگز قوم نہیں کہی جا سکتی جس کے افراد قومی خدمتگذار بن کر روپیہ کمائیں اور
کوٹھی بنگلے بنوانے کی فکروں میں مصروف ہوں اور اپنے بھائیوں کو آلام اور زبوں حالی کو نہ دیکھیں۔

قوم وہی ہے جس کے ہر فرقہ کا ہر فرد یکساں خوشی اور خوشحالی سے متمتع ہو جس میں متناسب آبادی کا اصول
معیار قلیل التعداد فرقہ کو پست رکھنے کے لئے جائز نہ ہو یہ نظام قائم کرایا جاتا ہو۔ جس کے خدمتگذار
افراد اپنی دولت عزت۔ ثروت عیش و آرام سب کچھ قوم پر نثار کریں اور جس کا مصنوعی ڈاکٹر بھی فیس نہ
ملنے کی وجہ سے غربا کی نبض نہ دیکھنا بدترین قومی گناہ سمجھے۔

مسٹر چنتامنی! ہم آپ جیسے اصحاب کے خیالات کو خوب سمجھتے ہیں۔ جیسا ایک کہاوت ہے کالا کتا رنگ
اگر تبدیل کر سکتا ہے تو آپ صاحبان بھی اپنا مخصوص رنگ بدل سکتے ہیں۔ مسٹر چنتامنی! آپ اصلاحی

کمیشن کا محض اس لیے بائیکاٹ چاہتے ہیں کہ وہ ہر طبقہ کی رعایا کے ساتھ یکساں برتاؤ کریگا۔ حکومت کے استقلال کا خیال ضرور جس کو مد نظر رہے گا مگر آپ کے دلی ارادوں کے موافق وہ ملک کی حکومت آپ کی اونچ ذاتوں کے سپرد ہرگز نہ کریگا۔ آپ کی اونچ ذاتوں کے لیے کمیشن مقرر ہو مگر دس بارہ کروڑ کے فائدہ کی خاطر وہ بنیں بائیس کروڑ کے حقوق کا خون نہیں کر سکتا اور وہ کثیر التعداد ہندوستانی جن کو آپ کی ڈپلومیسیوں سے نکلنا ہے خلوص دل سے اس کا خیر مقدم کریں گے۔

مسٹر چنتامنی! میں نے آپ کی خدمت میں اپنا انگریزی رسالہ "ایکوالٹی" ایک پر درد عریضہ کے ساتھ بھیجا تھا۔ یاد دہانی بھی کی۔ اخبارات میں بھی جہاں تک مجھ کو یاد ہے میں نے فریاد کی مگر پیارے چنتامنی آپ کے قومی جذبات ٹس سے مس نہ ہوئے۔ "خود را فضیحت دیگر را نصیحت" کے معنی آپ حضرات نے ہم کو بخوبی سمجھا دیئے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ اخبار مشرق کے ذریعہ سے مجھکو مسٹر چنتامنی کے جوابات اگر وہ ملک کے سچے فدائی بن کر لیڈر وغیرہم کے ذریعہ سے دینا چاہیں تو معلوم ہو سکیں گے۔ اخبار آئی۔ ڈی۔ لی ڈر شوق سے دیکھتا ہوں اگر اس کے ذریعہ سے جواب مرحمت ہو تو ممنون ہونگا۔

---

(۵) مسٹر چنتامنی اور مساوات

ہم اسیروں کو بھی ظالم چین اوسی بنیاد میں
ورنہ یوں رنگینیٔ تاریخ زندان کچھ نہیں

مقاطعہ کمیشن کے جلسہ میں جو ہندو بھائیوں نے بمقام لکھنؤ منعقد کیا تھا ہمارے فاضل دوست مسٹر چنتامنی فرماتے ہیں کہ:-

"جب تک ہندوستانیوں سے انگریزوں کا مساوی سلوک نہ ہوگا۔ ہم لوگ کمیشن سے کچھ بھی سروکار نہ رکھیں گے"

ہم نہایت عاجزی کے ساتھ دریافت کرتے ہیں کہ جب ہم مسٹر چنتامنی سے یہ عرض کریں کہ:-
"جب تک مسلمانوں سے ہندو بھائیوں کا مساوی سلوک نہ ہوگا" یا یوں سمجھئے کہ جب تک ہندو بھائی مسلمانوں کے لیے مساوی سیاسی حقوق تسلیم نہ کرینگے" مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ اشتراک عمل سے کچھ سروکار نہ ہونا چاہئے

تو ہمارے وطن پرست بھائی مسٹر چنتامنی کیوں سکوت اختیار فرماویں۔ غور فرمائیے سیاسی حقوق اقوام پر تقسیم ہوتے ہیں اقوام کی ضروریات سے متعلق ہیں افراد پر تقسیم نہیں ہوتے نہ انفرادی اغراض و مقاصد سے متعلق ہیں۔

میں نے مسٹر چنتامنی کی خدمت میں اپنا رسالہ "ایکوئلٹی" مع ایک طویل نجی عریضہ کے ارسال کیا تھا اور یاددہانی بھی پیش کی۔ مگر مساوات کے دلدادہ مسٹر چنتامنی نے نہ تو رسالہ پر کوئی تبصرہ فرمایا نہ میرے عریضہ کا جواب دیا۔ کیا حب الوطنی کے یہی وہ مثال ہے جس پر ہمارے ہندو بھائی نازاں ہیں اور جسکی بنا پر قومی راج کی تمنا کرتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرے فاضل مخدوم میرے رسالہ پر اب ضرور تبصرہ فرماویں گے اور اس تبصرہ کی نقل میرے پاس بھیجکر مجھ کو رہین منت کرینگے۔

---

(٦) جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

لالہ لاجپت رائے جی فرماتے ہیں کہ ریلوے میں اعلیٰ عہدے، جہاں سے تقرریاں عمل میں آتی ہیں، ہندوستانیوں کو کثرت سے دیدیے جائیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ اپنے اپنوں کی طرف جھکیں گے جس کی وجہ سے ہندوستانیوں کی تعداد ریلوے سروس میں سر چارلس انس کے وعدوں کے موافق جلد کثرت سے ہو جائے گی۔

اگر ہم بھی لالہ جی کے اس اصول کو مانتے ہوئے یہ کہیں کہ ہندوستانی عہدہ داروں میں۔ جن سے انتظام ملکی اور چھوٹی بڑی تقرریاں وابستہ ہیں، ہندو کثرت سے نہ رکھے جائیں جو مسلمانوں کی حق تلفیوں کا باعث اور اپنی خود غرضیوں کی خاطر ہندی قومیت کے لیے مضرت رساں ثابت ہوئے تو لالہ جی سنکر کیوں خاموش ہو رہیں۔ ہندوستان میں آج کل اگر عیسائیوں کی کثرت حکومت میں ہندوستانیوں کے مفاد کے خلاف نظر پڑنے لگی تو کیا اسی حکومت میں ہندوؤں کی کثرت مسلمانوں اور ہندی قومیت کے مفاد کے خلاف نہ ہو گی؟

لالہ جی ہندوؤں کے مفاد کی خاطر تو ہر معاملہ میں ایک اصول قائم کر لیتے ہیں مگر پھر اسی اصول کو مسلمانوں کے حق میں اسی نظر سے دیکھنے کے لیے کبھی آمادہ نہیں ہوتے۔ لیڈری کا کیا اچھا نمونہ موجود ہے۔ سر چارلس انس سے درخواست ہے کہ وہ لالہ جی کے اصول پر غور فرماتے وقت ہمارا یہ نوٹ بھی پیش نظر رکھیں۔

---

(۷) سوامی جی کا انصاف

سوامی شردھانند جی کی خدمت میں میں نے اپنا ایک رسالہ مع حوالہ جات دیگر مضامین جن سے ہندو مسلم مساوات کا حکومت کے ہر شعبہ میں قائم کر دینا بنظر انصاف بخیال استحقاق اور ہر دو کی قومی فلاح نہایت ضروری اور صحیح طور پر ثابت ہوتا ہے بغرض ریویو بھیجا تھا۔ آپ نے ۱۴ مئی ۱۹۲۶ء کو اس کے متعلق ایک چٹھی بھیجی جو ۱۵ مئی کو میرے پاس پہنچی اس چٹھی کا جواب میں نے سوامی جی کی خدمت میں انگریزی میں روانہ کر دیا۔ مگر افسوس ہے کہ میں جواب سے محروم رہا۔ اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنی چٹھی کا ترجمہ اپنے ہندو مسلمان بھائیوں کے سامنے پیش کر دوں۔ اس چٹھی میں آخری جملہ کا جواب غور طلب ہے۔

ترجمہ چٹھی مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۲۶ء

ڈیر سوامی جی! آپ کی چٹھی مورخہ ۱۴ مئی ۲۶ء آج موصول ہوئی۔ مجھ کو جناب کا طرز تبصرہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی اور ضروری ہوا کہ جناب کی توجہ اس پر مبذول کروں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "رسالہ غلط واقعات اور فریب آمیز دلائل سے بھرا ہے۔" میری عرض ہے کہ آپ براہ مہربانی ایک دو ایسے واقعات اور ایک دو ایسے دلائل کا تذکرہ بھی فرما دیں تاکہ پھر میں آپ کو یقین دلا دوں کہ رسالہ سچے واقعات اور مستحکم دلائل سے بھرا ہے۔ رہی یہ بات کہ اس میں اتنی خوبی بھی نہیں جو معقول اور حق بجانب ہی نقطہ نظر سے وہ خود بخود جناب کے جواب سے طے ہو جائے گی۔ میرے خیال میں آپ کا مخفی یا دلیل اس کی خوبی کو خود دبا لیا کر رہا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایسی کوششوں سے اقوام میں نفاق بڑھتا جاتا ہے۔ ڈیر سوامی جی اگر ایسی کوششیں جن سے کمزور اور قلیل التعداد قوم کی ہستی آپ کے بقول ایسے تاریک زمانہ میں محفوظ ہوتی ہو باعث نفاق ہیں تو طاقتور اور کثیر التعداد قوم کا اس کے واجبی حقوق کے دعویٰ کو سننے سے انکار کر دینا یقیناً بدترین نتائج کا باعث ہوگا اور مستقبل کو اور خطرناک کر دے گا۔ ڈیر سوامی جی کیا انگلستان، مصر اور دیگر ممالک میں اقلیت کے اس قسم کے حقوق اکثریت نے نہایت خندہ پیشانی سے تسلیم کر لئے ہیں، یہ بازیگری نہیں ہے بلکہ قومیت کی روح رواں ہے۔ اقلیت کو بہر کیف رہنا ہے اور ایسی صورت نکالنا ہے جس سے وہ اپنے سیاسی، مذہبی اور معاشرتی حقوق کو بالکل اسی طرح محفوظ رکھ سکے جس طرح دوسری قوم اپنے فائدے کے لئے ان کو محفوظ رکھنا چاہتی ہو۔

اپنے تیسرے اور آخری جملہ میں آپ فرماتے ہیں کہ

> تمہارا مقصد حقیقتاً یہ ہے کہ مسلمانوں کے مقدمہ کی پیروی اپنے نقطۂ نظر کے موافق کرو مگر تم کو یہ حق نہیں کہ تم مادرِ ہند کے سچے خدمتگزار بنو۔

سوامی جی میری رائے میں مادرِ ہند کی سچی خدمتگزاری یہی ہے کہ اس کے کمزور اور طاقتور بچے یکساں طور پر طاقتور خوش حال اور شاد و آباد رہ سکیں۔ سوامی جی میں دیکھتا ہوں کہ وہ اکابر (جن میں آپ بھی شامل سمجھے جاتے ہیں) جو مادرِ ہند کے طاقتور بچوں کو مزید قوت پہونچاتے رہنے اور اس کے کمزور بچوں کو اور کمزور کرتے رہنے کے تدابیر نکالتے ہیں مادرِ ہند کے سچے فرزند اور وطن پرست کہلائے جاتے ہیں۔ تعجب ہے کہ مادرِ ہند کے کمزور بچوں کی خدمت کرنے والے آپ کی نظروں میں مادرِ ہند کے خدمتگزار بھی نہ ٹھہریں۔

مجھے امید ہے کہ جناب والا اپنی رائے کی تائید میں رسالہ اور دیگر مضامین مندرجۂ نوٹ سے ایک دو جھوٹے واقعات اور ایک دو فریب آمیز دلائل ضرور مجھ کو لکھ دیں گے جن کا میں بے حد منتظر رہونگا اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے اطمینان دلانے پر میں عبث اور بے دلیل کام کی طرف توجہ کرنا بالکل چھوڑ دونگا۔

---

(۸) ہندو ذہنیت کو کیا ہو گیا؟

ہم سنتے اور دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہندو بھائی مسلمانوں کو ہر جگہ اور ہر معاملہ میں پریشان کرتے ہیں ایک زمانہ میں ہمارے ان بھائیوں نے بودھ۔ جین اور سکھ وغیرہم جیسی کم تعداد قوموں کو پریشان کر کے مادرِ ہند کو کمزور کر دیا۔ جس کا نتیجہ بالآخر یہ نکلا کہ خود حاکم سے محکوم بن گئے۔ پھر دوبارہ زور اٹھایا اور اپنے حکمرانوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود بھی کمزور ہوئے اور دوسروں کو بھی کمزور کیا اور غیر ملکی لوگوں کو حکمرانی کرنے کا موقع دیا۔

اب پھر موجودہ حکومت اور مسلمان اقلیت کو پریشان کرنا شروع کر دیا ہے۔ خدا خیر کرے۔ ہم دیکھیں گے کہ یہ حضرات اس مرتبہ اپنی قوم کے لئے کون سا امتیازی درجہ حاصل کرتے ہیں اور مسلمانوں اور موجودہ حکومت کا کیا حشر ہوتا ہے۔

ہماری مسلمانوں سے درخواست ہے کہ وہ برائے خدا ان حرکات سے متاثر ہو کر ہندو ذہنیت

کی ہرگز تقلید نہ کریں۔ یہ فعل خواہ کیسی ہی معقول حجت کیوں نہ پیش کی جا سکتی ہو، اُن کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ اگر آج کل اُن کو خاموشی میں نقصان پہنچتا ہے تو اپنی عزیز قوم و ہند کی خاطر اس سے زیادہ قربانی کے لئے بھی تیار رہیں۔ انشاء اللہ ہر نقصان کی خاطر خواہ تلافی ہوگی۔ مگر اپنے حقوق کی نگہداشت سے ہرگز بے خبر نہ رہیں۔

---

(۹) ہم اول مسلمان ہیں پھر ہندی

ہمارے ہندو بھائی آئے دن کہتے رہتے ہیں کہ مسلمان اپنے کو اول ہندی سمجھیں پھر مسلمان۔ میں بارہا جواب دے چکا ہوں کہ یہ فقرے مسلمانوں کو غفلت میں ڈالنے کے لئے بار بار کہے جاتے ہیں۔ اب پھر وہی الفاظ کو دہراتا ہوں۔ ہم سے تو ہمارے ہندو بھائی یہ کہتے ہیں کہ "ہم اول ہندی بنیں پھر مسلمان" مگر خود اپنے کو دنیا کے سامنے اول ہندو پھر ہندی کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ اگر وہ اپنے کو حقیقتاً اول ہندو پھر ہندی نہ سمجھتے تو یقیناً شدھی اور سنگٹھن کو جن سے ہندوستانی ہندو اور مسلمان حریفانہ شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں بند کر دیتے۔ مگر یہ کسی خیال سے ہندوؤں نے آج تک نہیں کیا۔ اگر ہندو حقیقتاً اپنے کو اول ہندو پھر ہندی نہ سمجھتے تو ہندی بن کر ہر دو اقوام میں ان کی ضروریات کی یکسانیت ملحوظ رکھتے ہوئے سیاسی حقوق مساویانہ تقسیم کرا دیتے اور حکومت میں اپنی نادر اکثریت قائم کر کے ہندوستان کو فتنہ و فساد کا گھر ہرگز نہ بناتے۔ جب ہندو بھائیوں ہی کے نزدیک جو اپنے کو اول ہندو پھر ہندی کہہ سکتے ہیں مذہب مقدم ہے اور ملک اور ملک کی فلاح مؤخر تو مسلمان، جن کو مذہب ہر شے سے زیادہ عزیز ہے، کیونکر یہ گوارا کریں گے کہ اپنے کو اول ہندی سمجھیں پھر مسلمان۔ مسلمان اپنے ضمیر کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہندو بھائی یا منافق مسلمان کچھ کہا کریں۔

'ہند' ہمارے ملک کا جغرافیائی نام ہے۔ ہمارے ہندو بھائی چاہتے ہیں کہ ہم یہ کہدیں کہ ہم اول مقام کے ہیں پھر خدا کے۔ اگر ہم اپنے کو اول مقامی سمجھیں پھر مسلمان، تو ہم یوں کہیں گے کہ ہم اول اپنے گھر کے ہیں، پھر محلہ کے، پھر شہر کے، پھر صوبہ کے، اور پھر ملک کے۔ اب منصف مزاج ہندو خود غور فرمائیں کہ ذیسے خیال کے لوگ بنی نوع انسان کو جو اُن کے گھروں، محلوں، شہروں، صوبوں اور ملک سے باہر ہوں اور جن کے معاملات اُن کے مقامات سے مختلف ہوں کیا فائدہ پہونچائیں گے؟ اور اشرف المخلوقات ہو کر اپنے سے ادنیٰ شئے (ملک) کو اپنے پروردگار کے مقابلہ میں کیونکر مقدم سمجھیں گے

ہندو بھائی سمجھ لیں کہ ہمارا خدا بے حس مادہ نہیں ہے، ہمارا مذہب ناکمل نہیں ہے، ہمارا وطن محدود نہیں اور ہم کسی خطہ کو خدا اور اپنے مذہب سے مقدم سمجھیں۔ ع

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

ہم اول اپنے خدا اور اپنے مذہب کے ہیں اور پھر حسب مراتب دوسروں کے اور یہی ہم ہمیشہ رہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

---

(۱۹) مدراس کی جدید ہندو مسلم مفاہمت

سیاسیات ہند کو ہمارے ہندو بھائیوں نے اپنی خود غرضیوں کی خاطر جو کسی طرح بار آور نہیں ہو سکتیں ایسا تاریک بنا دیا ہے کہ اب اُن میں کسی حل کی اُمید ہی نظر نہیں آتی۔ مسلمانوں کو بنفسہٖ اپنے یکسوئی کے ساتھ غور کرنے کی فکر نہیں۔ وہ ہندوؤں ہی کی ہنگامہ خیز روشوں میں اپنے تحفظ کی تدابیر نکالنا اپنے لئے کافی سمجھتے ہیں۔

مدراس سے ہندو مسلمانوں کی ایک جدید مفاہمت کی خبر آئی ہے مگر اس میں بھی تناسب آبادی اور نشستوں کے تعین پر غور کیا جا رہا ہے۔ چند دنوں بعد یہ مفاہمت بھی ہمارے متعدد تصفیوں میں ایک اضافہ کر کے جھگڑوں کا ایک اور آلہ بن جائیگی بس۔

محترم ملکی فدائیو! اگر شدھی یا تبلیغ نے تناسب آبادی کا نقشہ کل ہی کو پلٹ دیا تو کیا تمہاری یہ مفاہمت قائم رہیگی اور تمہاری عمر بھر کی یہ محنت بار آور ہوگی؟ نشستوں میں جو مراعات آج تم قائم کرتے ہو اس کی کیا ضمانت ہے کہ کل تمہارے مر جانے کے بعد تمہارے جانشین انکو قائم رکھیں گے دیکھو تناسب آبادی اور مراعات تحفظ حقوق اقوام کے معاملہ میں نہایت لغو اور نا روا ہیں۔

مادر ہند کے فرزندو! قومی حقوق کے معاملہ میں قومی آبادی کے اعداد کو دیکھنا صحیح دھوکہ میں ڈالنے والا فعل ہے۔ اقوام کے افراد پر نشستوں کا اچھا یا برا کوئی اثر نہیں پڑا کرتا نشستوں کا اثر اقوام کے حقوق ہی پر پڑتا ہے اور حقوق ہر دو اقوام کے لئے بالکل یکساں عزیز اور بالکل یکساں قابل تحفظ ہیں۔ اگر واقعی آپ اپنی اغراض کی خاطر تجاہل عارفانہ نہیں کرتے ہیں اور حقیقتاً اس موٹی بات کو نہیں سمجھے تو تھوڑی دیر کے لیے فرقہ وارانہ تنگ نظری دور کر کے اس مسئلہ پر بے لوث دل اور قومی نقطہ نظر سے غور کیجیے۔

مسلمانوں کو مراعات بخشنے والا اختیار کیا یہ خود غرضانہ پالیسی کہ "یہاں دو وہاں لو"۔ بالکل غیر اصولی۔ ناقابل عمل۔ جھگڑا بڑھانے والی، دنیا کو ہنسانے والی۔ دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ سندھ کے ہندوؤں کو اپنے قومی حقوق کے تحفظ کا ویسا ہی خیال رہے گا جیسا کہ سندھ کے مسلمانوں کو اپنے قومی حقوق کے تحفظ کا خیال ہے۔ اسی طرح سی۔ پی کے مسلمانوں کو اپنے قومی حقوق کے تحفظ کا ویسا ہی خیال ہوگا جیسا کہ سی۔ پی کے ہندوؤں کو اپنے حقوق کے تحفظ کا ہو سکتا ہے (علیٰ ہذا)۔ آبادی کی کثرت اور قلت ان کی قومی زندگی میں نسبتاً بیشی اور کمی، مضبوطی اور کمزوری پیدا نہیں کرتی۔

مفاہمت کے خواستگارو! ان لغویات کو چھوڑو، یہ نمائشی لیڈروں کی شہرت حاصل کرنے کی باتیں ہیں۔ اگر حقیقتاً تم ہندوستانیوں کے لئے امن کی زندگیاں پسند کرتے ہو اور جانتے ہو کہ ہندوستانی انسان ہیں اور اپنے پیروں پر کھڑے ہوں تو ملک بھر کے لئے ایک اصول ہندو مسلم مساوات قائم کرو۔ دیگر اقوام کا ان کی صوبہ وار اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے استحکام کرو مگر کسی کے وزن سے ہندو مسلم توازن میں کسی طرح فرق نہ آنے دو۔ یہی ایک حل ہے جس پر پکا اور سچا دستور العمل مرتب ہو سکتا ہے اور بس۔

---

(۱۱) جواہر نہرو

ہر وہ چیز جو چمکتی ہے سونا نہیں ہے

پنڈت جواہر لال نہرو نے ایک تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"قومیں مجالس قانونی یا سرکاری ملازمتوں میں مناسب نیابت پر زندہ نہیں رہ سکتیں، وہ اپنی کوششوں سے زندہ رہتی ہیں۔ یہودی عرصہ تک مسیحیوں کے تشدد کا شکار رہے ہیں لیکن آج وہ یورپ کی تجارتی منڈیوں کے مالک اور کرتا دھرتا بنے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کو مناسب نشست اور ملازمتوں کا خیال چھوڑ دینا چاہیے۔۔۔ .... مسلمان کتنی ہی مزاحمت کیوں نہ کریں حصول سوراج سے ہندوستان کو عرصہ تک محروم نہیں رکھ سکتے۔"

جو تم کہتے ہو وہ ہم خود سمجھتے ہیں مگر جب تم قانونی مجالس اور سرکاری ملازمتوں پر اپنا پورا قبضہ جما کر ہماری کوششوں کو کارگر ہوتے دیکھنا نہیں چاہتے۔ تو ہم کیونکر اپنی بقا کا انتظام کریں۔ اگر تم اس اصول کو کہ "قومیں مجالس قانونی یا سرکاری ملازمتوں میں مناسب نیابت پر زندہ نہیں رہتیں" سچا

سمجھتے ہو تو قانونی مجالس اور سرکاری ملازمتوں سے دست بردار کیوں نہیں ہو جاتے؟ اس پر تو تم زندہ نہیں رہا کرتیں۔ تم سب پر قبضہ رکھو اور اس اصول کو پیش کرو۔ ہم مساوات پر قبضہ جما کر یہی اصول پھر تمہارے سامنے کیوں نہ پیش کریں۔

یہودیوں کی طرح ملازمتوں کے ٹکڑے چھوڑ کر تم خود دنیا کی تجارتی منڈیوں کے بلا حصول سوراج مالک اور کرتا دھرتا کیوں نہیں بنتے؟ ہم تو اپنی مفلسی کی وجہ سے معذور ہیں۔

ہم تمہاری باتوں کو سمجھنے لگے ہیں اور یقین دلاتے ہیں کہ جب تک تم حکومت میں اپنی اکثریت نہیں چھوڑتے سوراج نہیں ملتا۔ یقین کرلو۔ خود غرضانہ پروپیگنڈے اور شور و شغب بیکار ہوئے ہیں نہ ہونگے۔ ہم کو اغیار کی چالبازیاں گوارا ہیں مگر برادرانِ وطن کی یہ حرکتیں روا نہیں رکھ سکتے

(۱۲) ہندوؤں کی مخالفت یا دشمنانِ ملک کی؟

ملکی معاملات میں قومی اور سیاسی حیثیت کے لحاظ سے ہندو قوم اور مسلم قوم دونوں ہماری نظر میں ایک ہیں۔ ہم دونوں اقوام اور ان کے قومی اور سیاسی حقوق کو یکساں طور پر واجب احترام سمجھتے ہیں۔ اگر کسی کا ملکی حکومت میں مقابلۃً زیادہ اثر دیکھتے ہیں تو ہم کو دونوں اقوام میں باہمی تنفر بڑھنے اور تباہ کن مناقشات قائم رہنے کا خطرہ نظر آنے لگتا ہے۔ اور ہم بیشک صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں اور اُن لوگوں کی مخالفت کرتے ہیں جو حکومت کے اندر اپنا قومی تفوق قائم رکھنے کی دھن میں ملک کی عام حالت پر غور نہیں کرتے اور جن کو ہم فی الحقیقت فرقہ پرست اور دشمنانِ ملک سمجھتے ہیں۔ ہمارا یہ اظہارِ خیال ہندو قوم کے خلاف ہرگز نہیں ہے بلکہ فرقہ پرست اور دشمنانِ ملک ہندو افراد کے خلاف ہے۔

دیکھئے ایک مقام پر ایک فونڈیشن کمیٹی انگریزوں کے زیر اثر کام کرتی ہے۔ سینکڑوں ملازمین اس میں رکھے جاتے ہیں اور ہر مذہب اور ملت کے لوگ لئے جاتے ہیں۔ اب یہ کمیٹی ایک میونسپل کی شکل میں تبدیل ہوتی ہے اور ہندوؤں کے زیر اثر ہو جاتی ہے۔ جس روز ہندوؤں کا اثر اس پر قائم ہوتا ہے اسی روز بالتخصیص مسلمان ملازم علیحدہ کر دیئے جاتے ہیں اور آج اس کے ہزاروں ملازمین میں شاید تین یا چار مسلمان ہوں۔

دیکھئے ایک ہندو کسی محکمہ کا انچارج کیا جاتا ہے وہ ماتحت افسروں کی جن کا تقرر انتخاب

اور امتحان یا مقابلہ سے کیا جاتا ہے بھرتی کرتا ہے سب سے اول وہ کلرکوں میں سے جو نوے اور پچانوے فیصدی ہندو ہیں خاص منظوری حاصل کرکے بہت سے افسر مقرر کر دیتا ہے۔ جن میں ایک مسلمان غالباً لیا جاتا ہے پھر باہر والوں کو انتخاب کے ذریعہ سے بھرتی کیا جاتا ہے جن میں نام کے لیے ایک دو مسلمان بھی لے لیے جاتے ہیں۔

ہم اگر ان ذمہ دار ہندوؤں کے طرز عمل پر مفصل تبصرہ کریں اور یہ دکھائیں کہ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ ہر معاملہ میں کیسی کیسی بدسلوکی کی ہے تو ہمارا اظہار خیال کن معنوں میں ہندوؤں کی مخالفت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور کن معنوں میں ایسے معاملات پر جو ملک کے لیے سخت مضر ہیں پردہ ڈالنا ملک کی خدمت ہے۔ اہل بصیرت خود انصاف سے بتا دیں کہ ایسے ہندوستانی افسر قوم پرست ہندو ہیں یا ملک کے بدترین دشمن۔ کیا یہ لوگ جو بڑے بڑے ڈگریاں لیے بیٹھے ہیں۔ اور آئی۔ سی۔ ایس بھی اتنا نہیں سمجھتے کہ ملازمتوں کا پورا اثر انتظامی معاملات میں رعایا پر پڑتا ہے اور جس طرح یہ ایک شخص سے دار ایک معاملہ میں دوسری قوم کے افراد کو ذلیل کرتا ہے۔ کیا یہ درجنوں افسر ہر معاملہ میں جو ان سے متعلق ہو دوسری قوم کے افراد کو نقصان نہیں پہنچا سکتے؟ اور کیا وہ قوم جس کے ایک ہی دو نمائندے ہوں اور وہ بھی اس کے زیر اثر ایسی حالت میں حکومت ملک سے انصاف کی توقع کر سکتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ تباہ نہ ہو جائیگی۔؟ ہم کو بھی بے اصول اخبار نویس کا نصب العین انہی کے الفاظ میں اخبار کو تجارتی لائن پر چلانا اور ترقی کرتا ہوا ہے ایسے اظہار خیالات کو اپنی ناسمجھی کی وجہ سے مخالف معنوں میں سمجھے تو یہ اس کی ناسمجھی ہے اور ہم کو اس سے کچھ سروکار نہیں ہم سمجھتے ہیں کہ جس طرح اور بہت سے معاملات ہماری بدنصیبی سے ہماری راہ میں روڑے اٹکا رہے ہیں ایسے اخبارات بھی ملازمتوں اور دیگر کاروبار کی قلت کی وجہ سے قائم کر لیے گئے ہیں۔ یہ مشکلات ہمیشہ رہنے والی نہیں ہیں اور ہم ہرگز مایوس نہیں۔

(۱۳) حکومت کی خوشامد کیا ہے؟

فرقہ پرست ہندوؤں کی فرقہ پرستانہ جدوجہد سے حکومت ہند پر ہندو قوم کے ناروا تفوق قائم ہو جانے سے دیگر اقوام کو جو مصائب پیش آتے ہیں اسکا انکشاف کچھ نہ کچھ آئے دن اخبارات سے ہوتا رہتا ہے۔ اخبارات کو نہ دیکھئے۔ اپنے اپنے مقام پر حقیقت کی عینک لگا کر خود دیکھ لیجیے۔ اگر آپ نہ دیکھیں اور ملک کی حالت پر رحم نہ کھائیں تو یہ آپ کا فعل ہے۔

ملکی حکومت میں ایک قوم کے تار و تفوق قائم کرنے کا ذمہ دار کون ہے۔ کیا ہندو ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسکی ذمہ دار حکومت ہے جو اپنے وعدوں کو، کہ وہ دونوں قوموں کو ایک نظر سے دیکھے گی اور ملک میں انصاف کا سکہ رواں کریگی بھول گئی۔ اگر ہم اس خیال سے کہ ہمارے مالک نے ملک کا انتظام حکومت برطانیہ کے ہاتھوں میں دیدیا ہے اور وہی ہر بات کی ذمہ دار ہے اس سے اپیل کریں کہ

"تو خود غرض فرقہ پرستوں کی ڈکشنری میں ملک پرستی کے معنی نہ دیکھ۔ ملک کی حالت پر، ملک کی اقوام پر، ملک کے اکابر پر، ملک کے افراد پر، ملک کے اخبارات پر خود نظر ڈال اور ملک پرستی کے معنی انہی اعلانوں کے الفاظ میں تلاش کر تو یہ ہماری التجا کن معنوں میں حکومت کی خوشامد ہے؟

تجار لوگ صحیفہ نگار نہیں بن سکتے۔ حکومت کی خوشامد، جی حضور، فرقہ پرست، ملک پرست کے الفاظ کو جا بجا کالموں میں ٹھونس دینا صحیفہ نگاری نہیں ہے۔ بیشک ہم حکومت کی مخالفت کے مروجہ فیشن کو نہایت معیوب اور مضرت رساں سمجھتے ہیں۔ ہمارے خیال میں اس مروجہ فیشن کو چھوڑ کر اگر افراد و اقوام ملک کی اصلاح کا فیشن اختیار کیا جائے تو بہت مفید ہو۔ مگر ملک پرست اس فیشن کو کب پسند کرنے والے ہیں اس فیشن میں انکے باطنی اغراض و مقاصد کے حصول کی جھوٹی امیدیں کب باقی رہینگی۔"

بے سرا راگ

اکثریت کہتی ہے کہ حکومت کو مناسب نہیں جو ہمارے باہمی معاملات میں مداخلت کرے (وہ تو صرف اکثریت کا تفوق قائم کرانے کے لئے قائم ہوئی ہے!) اقلیت کہتی ہے کہ حکومت کی یہ شان نہیں کہ کسی اقلیت کو اکثریت اور خود غرض اور اقلیت کی دشمن، اکثریت کے رحم پر چھوڑ دے۔ سوراجی کہتے ہیں کہ حکومت برطانیہ کا سنگ بنیاد 'پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو' کے اصول پر قائم ہے۔ اقوام ہند مسلمان، عیسائی، سکھ، پست ہندو اقوام وغیرہم کہتی ہیں کہ ہم کو ایک نہ سمجھو علیحدہ علیحدہ سمجھو اور ہمارے حقوق کا تحفظ کرو۔ نام نہاد اکثریت حکومت کے رویہ کی اس لئے مخالفت کرتی ہے کہ حکومت کی مداخلت سے اسکا مطلب سعدی دیگر است والا مضمون بہت بے نتیجہ ہوا جاتا ہے۔ کوئی خدا کا بندہ اس نام نہاد اکثریت سے یہ نہیں کہتا کہ

تو حکومت کی مخالفت کے بجائے جسمیں بہت سے خطرے ہیں اقلیت کو اچھے سے
زیادہ حکومت میں حصہ دیکر مضامنہ کیوں نہیں کر لیتی۔ کیا انکو کسی نے منع کیا ہے کہ
سوراجی پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کے اصول کو حکومت کے سر منڈھتے ہیں اور اس سے بہت
گھبراتے ہیں مگر اکثریت کے جھوٹے اصول کو کہ "ہندوستان ہندوؤں کا" اس کے حکومتی ناروا
تفوق اور زور کو توڑ کر غلط نہیں کرتے۔ اور نہیں چاہتے کہ اس اصول کو غلط کر کے تمام اقوام ملک کو
مطمئن اور متحد کر دیں۔

اگر یہ اکثریت اور یہ سوراجی آج ضرورت کے وقت بھی اپنی وسیع النظری کا اظہار نہیں
کر سکتے تو خود مختاری کے وقت کون ان سے رواداری کی توقع رکھ سکیگا۔ ایک آدمی اور قوم کو
حکومت پر الزام رکھ دینا بہت آسان ہے مگر ان الزاموں پر غور کرنا بہت دشوار ہے اگر ان
لغویات کے بجائے حکومت سے رعایا کی تکالیف دور کرانے کی انتھک جدوجہد جاری رکھے اور کوشش
جاری رکھے کہ ہندوستانی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اکثریت اور اقلیت کے جھگڑے کو
چھوڑ دیں اور حکومت اختیاری کی صلاحیت پیدا کریں تو بہت بہتر ہو مگر انکا تو مقصد ہی کچھ
اور ہے۔ اگر ہندو اور سوراجی سوراج حاصل کر بھی لیں تو انکو ان اپنے خیالات کے ساتھ کہ
"ہندوستان ہندوؤں کا ہے" راج کر نہیں سکتے۔ مسلمان گو کمزور ہیں قلیل التعداد ہیں منتشر ہیں
اپنے اکابر کے ستائے ہوئے ہیں لیکن کہیں مرتبہ پھر اپنی پرانی شان کے موافق انکو پیدا کرینگے بشرطیکہ
دل سے اور ہمت سے ہے نہ کہ مشق سے اور تھیا رول سے۔

دوسروں کی بابت ہم کو حق نہیں کہ کچھ کہیں مسلمان ان ہندوؤں اور ان سوراجیوں کو خوب سمجھتے
ہیں اور جب تک پورا اطمینان نہیں کر لیتے وہ ان کا ہر گز اعتبار نہ کرینگے۔ مسلمانوں کو نہ کسی اکثریت
سے سروکار ہے نہ سوراجیوں سے وہ اپنے حقوق ذمہ دار حکومت سے لے کر رہیں گے اور حکومت
کو لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کا تمام و کمال تحفظ کرے خواہ وہ موجودہ حالت میں اپنے خیال اور
کسی نہج پر اپنا تعلق جوڑے رکھے یا اس کو خدا پر چھوڑ دینے کے لئے آمادہ ہو۔

---

(۱۳) حکومت اور اسلامی اکثریت و اقلیت

تیری یاد میں بت سیفا مجھ کو کل نہ آئے خدا کرے۔ جو نصیب ہو کبھی بیٹھنا تو جگر میں درد اٹھا کرے
مسلمان سوراجی اپنی حالت کو دیکھیں اور ہندو سوراجیوں سے اسکا مقابلہ کریں۔ مسلمانوں میں

بعض دو فرقے ہیں۔ سنی اور شیعہ ان دونوں فرقوں میں جو تو تو میں میں رہتی ہے کیا یہ ہے انکی اسلامی شان ہے۔ اللہ پاک انکی حالت پر رحم فرمائے۔ اگر اسلام کی وقعت انکے نزدیک کوئی شے نہیں تو دنیا ہی کی خاطر اپنی حالت پر نظر کریں۔ ہندوؤں میں جو فرقے ہیں وہ فرقے نہیں ہیں بلکہ وہ مختلف مذاہب ہیں۔ اگرچہ سب متحد ہو سکتے ہیں اور ایک دوسرے سے حالانکہ اکثر عقائد میں ہولناک تعصب نہیں رکھتے تو کیا مسلمان جو دنیا کے لئے انسانی نمونہ اور سبق بنا کر آئے ہیں آپس میں شیر و شکر نہیں ہو سکتے اور کیا یہ فرقے اپنے وجود قائم رکھنے کے لئے کسی غیر مسلم کے دست نگر ہو سکتے ہیں۔

ہمارے ایک مولانا [illegible] سے یہ دریافت کرنے کے خواہشمند ہیں کہ سرحدی شیعہ سنیوں کے جھگڑوں میں انگریزوں نے شیعہ اقلیت کی مدد کی یا نہیں۔ اس سوال کو دیکھ کر شیعہ اور سنی مختلف معنوں میں اس کے معنی سمجھیں گے۔ اور باہمی تنفر اور بڑھ جائیگا۔ گورنمنٹ برطانیہ پر اس سوال کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ وہ اپنی وضع بات قائم کئے بغیر کسی معاملہ میں مداخلت نہیں کر سکتی۔ بہتر یہ تھا کہ ہمارے مولانا خود یہ غور کرتے کہ شیعہ اقلیت نے انگریزوں کی مدد کیوں لی اور کیوں لی۔

ہمارے خیال میں اگر ملا محمود جو اکثریت کے لیڈر ہیں اقلیت کی بھی چھوٹی بڑی ضرورتوں پر چشم پوشی کرتے ہوئے بہترین سلوک روا رکھتے تو اکثریت اس کو یہ خیال کرنے کی ہمت کرتی نہ کسی دوسری قوت سے مدد کی خواہشمند ہوتی۔ اکثریت اکثریت ہے اور اقلیت اقلیت۔ اکثریت کی اکثریت خود اس کے استحکام کی ضمانت ہے۔ اقلیت کو اکثریت کی وسیع النظری دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اکثریت کے مراعات جو اقلیت کے لئے فقط [illegible] کی طرح بہتر ہو سکتے۔

ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ پھر اکثریت اپنے مقابلہ کی اقلیت سے کیوں دست و گریبان ہے۔ ہندوستان میں یہی حال ہے۔ ہندو اکثریت بھی اپنے زعم میں مسلم اقلیت کا خیال نہیں کرتی اور ہندو راج کے فکر میں غلطاں و پیچاں ہے۔ اگر مسلم اقلیت حکومت برطانیہ سے کچھ مدد حاصل کرے تو اس کی جوابدہ ہندو اکثریت ہوگی نہ کہ مسلم اقلیت۔ اسی طرح اس سوال کا جواب کہ حکومت برطانیہ نے شیعہ اقلیت کی مدد کی یا نہیں ملا محمود سے دریافت کرنا چاہئے۔

یہ مشکل ہے مگر قائم ہونے سے بہتری کی امید ہو سکتی ہے۔ اقلیت پر الزام رکھنا اس کے مددگاروں سے جواب طلب کرنا اور اکثریت سے کچھ نہ کہنا سخت معذرت رسانی ہے۔ آج اسپر کوئی غور نہ کرے کل اس کے نتائج خود آنکھیں کھول دینگے۔ اللہ پاک رحم فرمائے۔

(۱۵) ایک مسلمان ممبر کونسل اور فلسفہ ملازمت

مخالفت کے زوروں پر ہمارے جنگجو سیاسی رنگروٹ اپنی ذاتی سمجھ کو بھی چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ایک ممبر کونسل صاحب جلسہ سے دریافت کرتے ہیں کہ ملازمتوں پر کتنے آدمیوں کی "پرورش" ہوتی ہے اور پھر خود ہی بتاتے ہیں کہ ڈیڑھ فیصدی کی پرورش ہوتی ہے۔ ہمارے نئے لیڈر ملازمت کے فلسفہ کو کیا خوب سمجھے۔ سبحان اللہ

؎ گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا است ۔۔۔ کار طفلاں تمام خواہد شد

حضور والا! یہ افراد کی پرورش کا معاملہ نہیں ہے۔ اس میں قومی فنا و بقا کا راز پوشیدہ ہے۔ کیا خوشحال ہندو قوم جو ہر قسم کا کاروبار ہاتھ میں لئے ہوئے ہے۔ اس ڈیڑھ یا سوا فیصدی کی پرورش کیلئے ملازمتوں پر قبضہ کئے ہوئے ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس ڈیڑھ فیصدی سے حکومت، جس پر قومی نشو و نما منحصر ہے، اس کے ہاتھ میں آجاتی ہے۔ اسی ڈیڑھ فیصدی کے اغلب حصّہ پر فائز ہونے کی وجہ سے اسکی ہر بات پر حکومت سر تسلیم خم کر دیتی ہے اور آج وہ اپنے کو مضبوط رکھتے ہوئے ہمارے رنگروٹوں کے دنیا کو کرتب دکھا رہی ہے۔ مخالفت کی ضد یا شہرت کی ہوس میں ملکی یا مذہبی ذمہ داری کو ضرر پہنچانا اور مخصوص لوگوں کے خصوصیت کے ساتھ گھڑے ہوئے فقرے استدلال میں پیش کرنا سمجھدار انسان کا شیوہ نہیں ہے۔ ملازمتوں اور کونسلوں کا وہ فلسفہ نہیں ہے جو ہمارے فاضل ایل۔ ایل۔ بی سمجھتے ہیں۔

---

(۱۶) مسلمان کن دو پاٹوں کے بیچ میں ہیں؟

اکثر مسلمان کہتے ہیں کہ مسلمان دو پاٹوں کے بیچ میں پیسے جاتے ہیں۔ ایک پاٹ ہندو قوم ہے اور دوسرا پاٹ حکومت۔ یہ بالکل غلط ہے۔ مسلمان ان پاٹوں کے اندر پیسنے والے نہیں ہیں جن دو پاٹوں کے اندر پیسے جاتے ہیں وہ ایک حکومت نواز مسلم پاٹ ہے اور دوسرا ہندو نواز مسلم پاٹ۔ اور ان پاٹوں کے اندر سے مسلمانوں کا سلامت نکلنا دشوار ہے۔ کاش مسلم اکابر انگریزوں اور ہندوؤں سے اپنے نفسوں کی خاطر معاملہ کرنے سے پیشتر اول اپنی قوم کی خاطر باہمی اتحاد کی فکر کریں۔ انتشار کی حالت میں اگر وہ خلوص نیت کے ساتھ بھی اپنی جان و مال قربان کر کے ملک کو فائدہ پہونچانا چاہیں گے تو یہ ناممکن ہوگا۔ اگر ہمارے اکابر ملت، ملک کے سچے ہمدرد ہیں تو سب جھگڑوں کو چھوڑ کر اول اپنی ایک آواز بنائیں اور اپنی تمام جد و جہد جبتک یہ مقصد حاصل نہ ہو۔ اسی تک محدود کریں۔

مسلمان کہدیں

مسلمانٔ ایسے واسطے مسلمان کہدیں کہ ہم اُن افراد کو جو خطابوں پر مرتے ہیں، جو دولت پیدا کرنے اور صدارتی کرسیوں پر رونق افروز ہونے کی آرزوئیں رکھتے ہیں ذلیل سمجھتے ہیں۔ وہ ہماری رہبری کا اپنے حصول مقاصد کی خاطر جھوٹا نام نہ لیں۔ ہم بلا رہبر کے اللہ کے بھروسہ پر رہیں گے۔ جو سلوک چاہیں موتی لال ہمارے بھائی بن کر ہمارے ساتھ کریں۔ اور جو چاہے منصف حق شناس اور زبردست حکومت کرے۔ ہم فنا ہو کر دنیا کو حق و باطل میں امتیاز کرائیں گے۔ اور ہماری یہ شکست حقیقتاً عظیم فتح ہوگی جسکے بعد ہم انشاء اللہ قدرت سے تنفذ رنما پائیں گے۔

---

(۱۷) موت لوگے یا تپ!

ہمارے بعض اکابر یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ نہرو سفارشات سے لکھنؤ پیکٹ کے جیسے مراعات بھی کمزور مسلمانوں کو نہیں ملتے، یہ فرماتے ہیں کہ آل پارٹیز دہلی تجاویز کے مقابلہ میں مسلمانوں کو نہرو سفارشات سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے۔ خوب۔

اجی حضور آپ ہی موت پیش کرتے ہیں اور آپ ہی تپ۔ آخر ہم اس موت یا تپ میں سے کسی کو ترجیح دیکر کیوں قبول کرلیں۔ ہم نے کیا قصور کیا ہے۔ انگریزوں کے حوالہ ہم نے سلطنت کردی کیا یہ قصور اس سزا کو حق بجانب قرار دیگا؟ اپنی سلطنت اور حکومت میں ہم نے اپنے ہندو بھائیوں کی آبادی اپنے سے نہائی نہ کی کیا یہ قصور اس سزا کو حق بجانب قرار دیگا؟

ہمدردو! ہم تمہارے ہاتھ سے نہ موت لیتے ہیں نہ تپ۔ تم یہ مصائب ہم سے کیوں منظور کراتے ہو دیکھو اور عبرت حاصل کرو کہ ہندوؤں کے بے لوث اور مخلص خدمتگذار اُنکو اکثریت کے پردے میں جو اسی غرض سے ڈالا گیا ہے، رکھ کر نہ موت دکھلاتے ہیں نہ تپ۔ یہ موت اور تپ تم اپنے لئے اپنے پاس رکھو۔ ہم ہندوستان بھر کے لئے ایک اصول "معقول" "قابل عمل اصول" خود غرضیوں کو توڑنے والا اصول، ہندو مسلمانوں میں ہر جگہ یکسانیت کا سلوک کرنے والا اصول، اور مادر ہند کو دائمی آزادی دلانے والا اصول "ہندو مسلم مساوات" چاہتے ہیں تم اسپر عملدرآمد کیوں نہیں کرتے اس اصول سے ہندوستان بھر میں رفتہ رفتہ امن چین قائم ہوگا اور ہم بھائی بھائی ہوکر اطمینان کے ساتھ رہیں گے۔

(۱۸) مسلمان اور فرقہ پرور تباہ کن تحریکیں

نہرو رپورٹ منوانے کے لئے مہاتما جی نے برطانیہ جیسی زبردست حکومت کو کمزور بنانا شروع کر دیا۔ اور اُن قومی مظاہروں کو جو ۳۱ دسمبر ۱۹۲۹ء کے بعد دکھانا تھا (دکھایا گیا تھا) فروری ۱۹۲۱ء ہی میں دکھانا شروع کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جیسی حکومت ہو ویسی ہی اُس کی رعایا بنتی ہے۔ حکومت پُرامن مظاہروں کو جائز قرار دیتی ہے۔ رعایا پُرامن مظاہروں سے چپکے چپکے ایک خاص اسپرٹ ملک بھر میں ہماری تباہی کے لئے پیدا کر رہی ہے۔

حکومت کو اور مہاتما جی کو اپنے اپنے افعال کا اختیار ہے۔ مسلمان کمزور ہیں وہ نہ کسی سے دوستی کے قابل ہیں نہ دشمنی کے۔ وہ دیکھ چکے کہ نتیجہ دو قوتوں کے درمیان میں پِٹ کر تباہ ہو گیا۔ اگر مسلمان اپنا قومی وقار قائم کرنا چاہتے ہیں تو ان فرقہ پرور نام نہاد قومی تحریکوں میں جو ہندو اپنی تجارت اور اپنے اثرات کو فروغ دینے کے لئے ہماری تجارت اور ہمارے اثرات خاک میں ملا کر قائم کرتے ہیں ہرگز شریک نہ ہوں۔ مسلمان دیکھ چکے کہ ہماری قربانیوں سے ہندو اپنی قوم کو فائدہ پہنچاتے ہیں مسلمانوں میں اگر کچھ بھی حمیت ملی ہے تو فرقہ پرستی کے جھوٹے الزام کا جو اُن پر ہر بات میں رکھا جاتا ہے اپنی خاموشی سے پورا جواب دیدیں۔

مسلمان سمجھ لیں کہ جو دو چار مسلمان لیڈر بن کر میدان میں آتے ہیں وہ اپنے اغراض اور نمود کی خاطر قومی اغراض اور قومی نمود کی پروا نہیں کرتے مسلمان یاد کر لیں کہ اُن کو پچھلی قربانیوں کا جو ہندوؤں سے کہیں زیادہ تھیں کوئی معاوضہ نہیں ملا۔ ہندوؤں نے اس انتشار میں اپنی اکثریت اور ناروا اکثریت حکومت کے ہر شعبہ میں قائم کر لی جس کا نام قوم پرستی رکھا گیا۔

مسلمان یاد کر لیں کہ ایک محترم مولانا نے ایک مسلمان اعلیٰ عہدیدار سے جس کی تنخواہ پر بہت سے مسلمانوں کا دار و مدار تھا یہ کہا تھا کہ۔

"اگر تو آج سرکاری نوکری چھوڑ کر نہ آئے گا تو ہم شام کا کھانا تناول نہ کریں گے۔"

مسلمان عہدیدار نے مولانا کو مخلص لیڈر سمجھ کر معہ آٹھ دس اور مسلمانوں کے نوکری چھوڑ آیا اور اپنی سب آرزوؤں کو مولانا کی شام کی مرغن غذا کے لئے قربان کر دیا۔ مگر مولانا نے آج تک اپنی غلطی کے اعتراف میں ان غریب مسلمانوں کو بے موت مار کر ایک وقت کی مرغن غذا بھی نہ چھوڑی۔

بدیشی کپڑوں کے جلانے میں بدیشی تجارت اور گاندھی فرمس کو فائدہ ہے۔ اور ہم کو نقصان جو

کپڑا ملوں میں بکتا ہے اُس کی قیمت ہندوستانی تجارت ہی کے پاس جو کپڑا اُس کے بجائے خریدا جائیگا اُس کا فائدہ کچھ ولایتی تاجر یا انگلستان کی قوم کو ہوگا۔

ہندوؤں کی قومی تحریکیں اور قومی ذہنیتیں نہ مسلمانوں کی تجارت دیکھنا چاہتی ہیں نہ آزادی بلکہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہی وہ ہندوستان کے مالک ہیں۔ اُن کے سوا جو کوئی اور ہے وہ فرقہ پرست ہے یہ چھوٹا اور خود غرضانہ خیال اُنکے دماغوں سے اُس وقت تک نہ نکلیگا۔ جب تک کہ ہم مسلمان انہیں جیسے نہ بن جائیں یا اسی طرح کا سلوک اختیار کریں کہ اُن کی قوم پرستی کے معنی خود اُنکو نہ سمجھا دیں۔

---

(۱۹) ہندو اور مسلمانوں کی تحریکیں

ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہندو بھائی اپنی تحریک کو با اثر بنا لیتے ہیں اور جو بھی تحریک وہ اُٹھاتے ہیں وہ ملکی اور قومی تحریک کہلائی جاتی ہے۔ مسلمانوں کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ نہ وہ اپنی کسی تحریک کو با اثر بنا سکتے ہیں نہ اُن کی کوئی تحریک قومی اور ملکی تحریکوں میں شمار کی جاتی ہے۔

اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہندو ہی مادر ہند کے فرزند ہیں اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مسلمان اقلیت میں ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اُن کی تحریکیں فرقہ وارانہ حیثیت رکھتی ہیں۔ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ مسلمان لیڈروں میں وہ خلوص نہیں۔ وہ ایثار نہیں۔ وہ یکجہتی نہیں۔ وہ قومی درد نہیں۔ جو ہندوؤں میں نمایاں ہے۔ ہندوؤں میں مسٹر گاندھی۔ پنڈت مدن موہن۔ ڈاکٹر مونجے۔ وغیرہ ہم گو مختلف الخیال ہیں۔ مگر درحقیقت سب ایک ہیں اور بے لوث۔ اُن کو اپنی قومی بہبود کی دھن ہے۔ کسی کو کسی پر فوقیت قائم کرنے کی فکر نہیں۔ یہی تو وجہ ہے کہ ایک دوسرے کی تحریک کے خلاف پروپیگنڈے نہیں پھیلاتا اور سب اپنی تحریکوں سے مسلمان قوم کے برباد کرنے کی تدبیریں نکالتے اور اُن کو کارگر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

دیکھو اور بغور دیکھو

جب مسلمان اپنے حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں تو چاروں طرف سے اُن پر فرقہ پرستی کا الزام یکساں دلائل کے ساتھ لگایا جاتا ہے۔ مگر جب ہندوؤں کی ہر شعبہ میں اکثریت قائم کرکے ہندوؤں کے حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے تو کوئی ان کو فرقہ پرستی کا الزام نہیں لگاتا۔ سوامی اچھوتانند جب ہند و پست اقوام کے حقوق کا حکومت سے علیحدہ تحفظ چاہتے ہیں تو کوئی قوم پرست اسکی مخالفت

نہیں کرتا۔ بلکہ کونسلوں کے ذریعہ سے سوراجی ہی ان کی نمایندگی منجانب گورنمنٹ لازمی قرار دلا کر دوسروں کا حق بھی اپنی قوم کے لئے غصب کراتے ہیں۔ تنار دھانند میموریل لاجپت رائے میموریل۔ تلک میموریل قائم کرنے کے لئے سب آمادہ ہیں اور ان کو قومی میموریل جتاتے ہیں۔ مگر سرسید میموریل محسن الملک میموریل اور وقار الملک میموریل قائم کرنے کے لئے کوئی آمادہ نہ ہوگا نہ ان کو قومی میموریل سمجھے گا۔

مسلمان لیڈر

اس کے مقابلہ میں اب مسلمان لیڈروں کو دیکھئے۔ ان میں کئی قسم کے لیڈر ہیں۔ اول وہ جنہوں نے کچھ فارسی اُردو اور عربی پڑھکر اخباری مضامین لکھنا اور تقریر کرنا سیکھ لیا اور ایک اخبار کھانے کمانے کے لئے نکال لیا لیڈر بن گئے۔ اُن کی تہذیب۔ اُن کے اخلاق۔ اُن کے تکبر اُن کے خلوص اور ایثار کے خود گواہ ہیں۔ مجھے ضرورت نہیں۔ جو اپنا ذاتی تجربہ پیش کرکے اُن کا ماتم کروں۔ دوسری قسم کے لیڈروں میں وہ حضرات ہیں۔ جو اپنی بیرسٹریوں اور ڈاکٹریوں کے پیشوں کو فروغ دینے دینے کی فکر دن میں رہتے ہیں۔ تیسری قسم کے لیڈروں میں وہ لوگ ہیں جو پریزیڈنٹی وغیرہ کے عہدوں کے متمنی ہیں۔ چوتھی قسم کے لیڈروں میں وہ بزرگ ہیں جو چند دلوں کے لئے مدیں سوچتے رہتے ہیں۔ غلطان اور پیچان رہتے ہیں۔ ایک دو کے سوا میں نہیں جانتا کہ ہم بدنصیبوں میں کوئی گاندہی۔ مالوی مونجے وغیرہم جیسا مخلص اور بے لوث لیڈر ہو۔ اور افسوس یہ ہے کہ یہ ایک دو مخلص لیڈر بھی اس انتشار میں کارآمد نہیں ہو سکتے۔

ہمارے لیڈروں کے خلوص میں چونکہ خامی ہے اس لئے نہ وہ کسی رائے پر قائم رہ سکتے ہیں نہ دلیری کے ساتھ کوئی خدمت انجام دے سکتے ہیں جیسی ہوا دیکھتے ہیں اپنے اپنے اغراض کے موافق ویسا ہی رنگ اختیار کرلیتے ہیں۔ طبقہ علماء اپنی ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد بناتا ہے اور بات بات پر استدلال میں کلام پاک کی آیتیں اور احادیث اپنے مرضیوں کے موافق کھینچتا پڑتا ہے۔

کانگریسی مسلمان دیکھتے ہیں کہ کانگریس میں ہندوؤں کی زبردست اکثریت ہے اور اُن کی شمولیت محض برائے نام ہے مگر ان میں اتنی جسارت نہیں کہ اپنی قومی آواز اس انجمن میں موثر بنانے کے لئے ہندو مسلم مساوات کا مطالبہ کریں۔ اُن کو ڈر ہے کہ اگر ایسا حق بجانب سوال کرتے ہیں تو اُن پر فرقہ پرستی کا الزام لگایا جاتا ہے اور وہ صدارت کی امیدواری سے خارج ہوئے جاتے ہیں۔ قوم ڈوبے تو ڈوبے۔ مگر وہ حضور لارڈ اروِن کے ساتھ مسٹر پٹیل کی پارٹی میں ضرور شریک ہوں۔ خواہ انکو کوئی منہ نہ لگائے۔ ہندوؤں جیسا خلوص اُن میں ہو یا نہ ہو۔ مگر اُنکی

کاٹ شہید دن میں داخل ضرور ہو جائیں اُن کی قوم فرقہ پرست کہلائے مگر وہ قوم پرست ضرور نہیں
ایسی حالت میں ہم کو اپنے نام نہاد خود ساختہ لیڈروں کو لیڈر سمجھنا اور یہ توقع رکھنا کہ وہ ہماری
اور ہمارے ملک کی خدمت کر سکتے ہیں اور اُنکی خدمت ہمارے لئے مفید ہو سکتی ہے۔ فعل عبث ہے ہمارا
فرض ہے کہ ہم با آوازِ دہل کہدیں کہ ہمارا کوئی لیڈر نہیں۔ ہمارا وہی لیڈر ہوگا جو اپنے ذاتی اغراض کو
چھوڑ کر ہماری خدمت کے لئے آمادہ ہو۔ اور جب تک ایسا لیڈر ہم میں کھڑا نہیں ہوتا ہم موجودہ
حکومت ہی کو اپنے نقصان کا ذمہ دار سمجھیں گے۔

---

(۳۰) فرقہ پرست کون ہے؟

کیا وہ لوگ قوم پرست ہیں جو انتظامی معاملات میں جن کا تعلق اقوام سے ہے نہ کہ افراد
سے ہر لوٹ پھیر میں حکومت کے اندر اپنی اکثریت قائم رکھ کر دوسری قوم کو غلام بنانے کی فکر کریں!
کیا وہ لوگ قوم پرست ہیں جو غیر مسلم کا دو تہائی حصہ کُل اپنے قبضہ میں رکھیں اور پسماندہ اقوام کے
نام سے دراںحالیکہ اُن کا شمار اپنے میں کر چکے ہوں اور دراںحالیکہ اُن کے ووٹ سے فائدہ اُٹھا چکے
ہوں اُس حصہ پر جو حکومت نے "سیفٹیں قائم رکھنے کے لئے" اپنے پاس رکھ چھوڑا ہو قبضہ کر لیں؟
کیا وہ لوگ فرقہ پرست ہیں جو نجس کہنا گوارا کرتے ہیں مگر اسٹیشنوں پر مسلمان بسکٹ مسلمان سگرٹ
پان، مسلمان مٹھائی کی آوازیں قائم نہیں کرتے ؟ کیا وہ لوگ فرقہ پرست ہیں جو کسی کے کہنے میں آکر
"قوم" کی خاطر اپنی واحد درسگاہ میں آگ ~~لگا دیتے ہیں!~~

ہندوؤں کا اکثریتی زور جو چاہے اُن سے کہلوائے مگر حقیقت یہ ہے کہ ہندوؤں سے زیادہ فرقہ پرست
اور فرقہ پرور قوم دنیا میں کوئی نہیں۔ مسلمان نہ کبھی فرقہ پرست رہے ہیں نہ کبھی آئندہ ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ ہندوؤں
کی دیکھا دیکھی یا ہندوؤں کی دست درازی کی وجہ سے اُنہوں نے یہ طے کر لیا ہے کہ وہ اپنے حقوق کو آئندہ پامال
ہونے نہیں دیں گے خواہ اُن کو اس کے لئے کچھ کیوں نہ کہا جائے۔ تجربہ نے اُن کی آنکھیں کھول دیں اب فرقہ پرستی
کی جھوٹی آوازوں سے وہ غفلت میں پڑنے والے نہیں۔

ہم کس مپرسی کے عالم میں اپنی زندگی کے دن بسر کر رہے ہیں اور آج ان آوازوں کا جواب اپنی منشا کے موافق نہیں
دیسکتے۔ اللہ پاک ہمارے مسلمان لیڈروں کو سمجھ دے کہ وہ لیڈری میں شہنشاہیت کی تمنا نہ رکھیں اور وفادار خدمتگزار کی حیثیت
سے اپنے ملک اور قومی ضروریات کا احساس کرتے ہوئے حق بات کہیں اور پھر خدا کے فضل سے کسی کا خوف نہ کریں...

(۲۱) ہم کو اتفاق نہیں

ایک فاضل مسلمان ایڈیٹر اخبار میرے چند نوٹ شائع فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

"آپ کے بعض خیالات سے بالخصوص کانگریس کے متعلق ہم کو اتفاق نہیں ہے"

یہ تو میں جانتا ہوں کہ ہماری قوم میں ابھی تک ایسے تنگ نظر بزرگ موجود ہیں جو وطنی محبت کے جذبات میں اپنی قومیت فنا کرنے پر آمادہ نہیں۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ حضرات جبکہ میں یقینی دلائل پیش کرتا ہوں مجھ سے اختلاف رکھنے کا بلا دلیل اظہار کیوں فرماتے ہیں۔

میں نے کانگریس کے متعلق کیا عرض کیا ہے۔ یہی کہ کانگریس میں ہندو مسلم مساوات قائم کر دی جائے یا پھر اس کا نام "نیشنل کانگریس" نہ رہے۔ اس میں کون سی بات اختلافات کے قابل ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ کانگریس میں دال بھاتی نہیں گلتی جس سے میرا یہ منشا ہو کہ میرے ہندو بھائی اپنے حصے سے محروم ہو جائیں۔ اس میں انڈے اور مرغی تقسیم ہوتے ہیں جس سے میرا یہ منشا ہو کہ میرے مسلمان بھائیوں کو مرغن غذائیں ملیں۔ مسلمان وہی سچا خدمت گذار ہے جو پیٹ پر پتھر باندھ کر اور تمام فکروں کو چھوڑ کر خدمت کرے۔

کانگریس اپنے کو ہندوستان کے سیاسی حقوق کے تحفظ کی نگران ظاہر کرتی ہے۔ یہ سیاسی حقوق ہندو مسلمان دونوں سے یکساں تعلق رکھتے ہیں۔ پھر کیا وجہ کہ ایک قوم کو کثرت رائے کی رعایت سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے اور دوسری قوم کو کبھی اقلیت کا طعنہ دیا جائے اور کبھی اُس کے حقوق کی حمایت کرنے کو فرقہ پرستی کے نام سے بدنام کیا جائے۔

---

(۲۲) مقاطعہ جوئی

وطن پرستوں کی مقاطعہ جوئی نے خواہ اُنکی ہٹ حق بجانب ہو یا نہ ہو ہم کو سخت مضطرب کر دیا ہے۔ ہمارے ملک کے نونہال اور مخلص خدمتگذار اگر اسی طرح ملک پرستی کے جوش میں خود کشیاں کر کے اپنی جانیں دینگے تو ہم کس کے سہارے پر ملک کی سچی خدمت کریں گے۔ ان مخلص نونہالوں کا صبر اُن اکابر پر پڑے گا جو اپنی فرقہ پرستی کی دھن میں ملک کی صحیح رہبری نہیں کرتے یا جو اپنی نفس پرستیوں کے خاطر ان فرقہ پرست رہبروں کی جھوٹی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔

نہرو جی سے کون کہے کہ حکومت میں زبردست اکثریت کا تفوق رکھنا اور مسلمانوں میں مزید انتشار پیدا کرنے کے لئے نام نہاد آل انڈیا مسلم نیشنل پارٹی کا سنگ بنیاد رکھوانا انکی فرقہ پرستی ہے اور ملک کے لئے سخت مضر۔

انصاری جی سے کون کہے کہ اپنے مطلب میں غریب مریضوں کی بلا فیس نبض دیکھنے کے لئے تھوڑا سا وقت علیحدہ کر دینا اور انکی صحت درست کرنا جو کل ملک پر حکومت کرینگے پالیسیوں میں اپنے لئے وقت برباد کرنے سے بہتر ہے۔

آزاد جی سے کون کہے کہ سوامی جی، لالہ جی، مالوی جی، وغیرہم جیسا سچا قومی درد پیدا کریں اور اتحاد بین المسلمین کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ مولانا لوگوں کا یہی مقدم اور مقدس فرض ہے اور اسی میں ملک کے بہبود کے رموز پوشیدہ ہیں۔ اگر ہمارا یقین نہیں اور سوامی جی اور لالہ جی آج موجود نہیں تو مالوی جی وغیرہم سے جو آل انڈیا نیشنل کانگریس کے صدر رہ چکے ہیں اور ملک پرستوں میں سچے ملک پرست مشہور ہیں دریافت فرما کر تحقیق کرلیں۔

اگر یہ سچے وطن پرست اس طرح اپنی جانیں ضائع نہ کریں تو ممکن ہے انکو اپنی رفتار پر ایکدن غور کرنے کا موقعہ ملے اور یہ سمجھ لیں کہ حکومت کی مخالفت کے مقابلہ میں اہل ملک کی اصلاح کرنا انکے لئے مقدم ہے اور یہی مادر وطن کی سچی خدمت ہے۔ سچے قوم پرست اپنی جانیں دیں اور فرقہ پرست و نفس پرست دشمنان ملک لیڈرین کر مزے اڑائیں یہ ہماری پھوٹی ہوئی قسمت کے کرشمے ہیں کاش ہماری حکومت اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں ملک کے دشمنوں کا استیصال مقدم سمجھے۔

(۳۴) انگریزوں کی ہندو نوازی

ہم نے سنا ہے کہ ایک مقتدر انگریز نے فرمایا کہ شیخ محمد امین صاحب بیرسٹر مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے کے وقت گائیں ذبح کر دینے کی تجویز پیش کرکے مسلمانوں کو مشتعل کرتے ہیں۔

صاحب بہادر کا اس نتیجہ پر پہنچنا ناممکن نہیں ہے کیونکہ مسٹر ہندو باہمی صلاح مشوروں کے بعد حکام کو مسلمان مفسدوں کی طرف سے بدظن کرنے میں اپنی پوری قابلیت صرف کر دیتا ہے اور جو بات انکی مرضی کے خلاف ہوتی ہے اسکو مسٹر ہندو بھائی جو صاحب بہادر کے پاس جاتا ہے ایک مخصوص اور معینہ انداز میں بیان کرتا ہے۔

بیرسٹر صاحب کے خلاف ہندو بھائیوں کا یہ پروپیگنڈا محض اس لئے نہیں ہے کہ موصوف اسلام کی خوبیاں متواتر پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں بلکہ زیادہ تر اس لئے ہے کہ بیرسٹر صاحب کا پلیٹ فارم پہ کھڑا ہونا ہی انکے مذہب کی حقیقت کو ان کے ہم مذہبوں میں ظاہر کر دیتا ہے جسکو پوشیدہ رکھنا پھر ان کو دشوار نظر آنے لگتا ہے۔

میں ہندو بھائیوں کے باجے کا جو کہ انکی ہی تہذیب پر چھوڑ کر ہرگز بری نظر سے نہیں دیکھتا نہ میرا یہ خیال ہے کہ ان کے باجوں سے مسلمانوں کی نماز میں کچھ فرق آ سکتا ہے مگر اس سلسلہ میں گایوں کے ذبح کرنے کے متعلق دو باتیں جن پر صاحب بہادر اور ہر منصف مزاج کو غور کرنا چاہیئے غور کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اوّل یہ کہ یہ خیال بیرسٹر صاحب ہی کا ذاتی خیال ہرگز نہیں ہے بلکہ مسلمانان ہند نے عاجز آ کر یہ روئیہ نکالا ہے جس کا اظہار اخبارات میں ہو چکا ہے اور جس کا محض تذکرہ بیرسٹر صاحب اکثر فرما دیتے ہیں دوسرے یہ کہ ہندو بھائیوں کی ہٹ دھرمی کے جواب میں مجبوراً با دل ناخواستہ یہ روئیہ نکالا گیا ہے۔ کاش ہمارے "خیر خواہ جانبدار" صاحب بہادر اور ہندو بھائی اس باجہ کی نئی ایجاد کے فلسفہ پر بھی کچھ غور کر لیں۔

بیرسٹر صاحب کی فاضلانہ تقریریں میں نے سُنی ہیں اور میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ آپ کی تقریر متانت اور سنجیدگی سے ہمیشہ لبریز سطحیں اور قلوب پر اثر پیدا کرنے والی ہوتی ہے جس میں ایک لفظ منافرت پیدا کرنیوالا قابل اعتراض نہیں معلوم ہوتا۔ جو بات حقیقتاً قابل اعتراض اور منافرت رساں سمجھی جا سکتی ہے وہ محض جناب کی ذات ہے جو پلیٹ فارم پر نمودار ہو کر ہندو مت اور اسلام میں تصفیہ کر دیتی ہے۔

ہم اپنے ہندو بھائیوں کی خوشنودی کی خاطر بیرسٹر صاحب کو ضرور مشورہ دیتے کہ آپ گوشہ نشینی اختیار کریں اور حق کی حمایت کے لئے اپنے مذہبی فرض کو خدا کے نام پر چھوڑ دیں مگر افسوس ہم اس ترکیب سے بھی اپنے ہندو بھائیوں کو خوش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ بیرسٹر صاحب ہی کی ایک ہستی ایسی نہیں ہے جس نے اسلام کی حقانیت کی تصدیق پیش کرائی ہے۔ ایسی اور ان سے بڑی صدہا ہستیاں لنڈن کے فضل سے ایسی بہت ہیں جن کا پلیٹ فارم پر کھڑا ہونا اسلام کی حقانیت کی تصدیق کرتا ہے اور جو ہندوستان ہی جیسے ملک میں نہیں ہیں بلکہ تمام ترقی یافتہ ممالک میں موجود ہیں۔ جن کی تقاریر سننے کے لئے دیگر غیر مسلم بھائی جو ہندو بھائیوں سے زیادہ تعلیم یافتہ محقق اور سمجھدار ہیں۔ ہمہ وقت مشتاق رہتے ہیں۔

افسوس ہے کہ صاحب بہادر باجوہ کے فلسفہ پر غور فرمائیں اور حضرت یوسفؑ کی حالت کا برادران یوسف کے بیان سے اندازہ نہ لگائیں۔ انہیں صاحب بہادر کی سمجھ کا قصور نہیں ہے۔ ہندوستان کی آب و ہوا ہی کا اثر ہے۔ ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد۔ بہت سے مسلمان بزرگ بھی ایسے ہیں جو مشترکہ رائوں سے کونسلوں اور اسمبلی کی صدارت وغیرہ جیسے عہدے حاصل کرنے کی خاطر یوں ہی یا معقولیت اول قول کہنے لگتے ہیں۔ مادی قوتوں کے ماننے والوں کے لیے حق گوئی کی اہمیت کچھ وزن نہیں رکھتی جو لوگ خدا کی قدرت اور موت پر ایمان رکھتے ہیں وہ ہی حق گوئی کے نتائج کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور وہ ہی لوگ انشاء اللہ تعالیٰ ایک روز دکھا دینگے کہ حق و باطل کی حقیقت خود بخود کس طرح نمودار ہو جاتی ہے اور قدرت و قوت اور مطلب پر اربابِ کس طرف ہیں۔

---

(۲۴) مسلمان اور کانگریس

پھر بہکے

کانگریس کے رویہ کو اچھی طرح دیکھ کر اور سمجھ کر ہمارے مسلمان کانگریسی اکابر اس کو علیحدہ مسلم حقوق کے تحفظ کی تدابیر کرنے لگے۔ مگر ہم کو صدمہ ہوتا ہے کہ یہ چند حضرات پھر قدم قدم پر کانگریس ہی کو یاد کئے جاتے ہیں اور یکسوئی طبیعت اور اطمینان قلب کے ساتھ مسلم تنظیم اور تحفظ حقوق کی طرف اب بھی دل سے توجہ نہیں کرتے۔

کانگریس حقیقت میں ہندوؤں کی مخصوص انجمن ہے اس نے ہندوؤں کو زندہ اور مسلمانوں کو مردہ قوم بنا کر اپنی اصلیت روز روشن کی طرح خود دنیا پر واضح کر دی ہے۔ اسکو آل انڈیا نیشنل کانگریس کہنا صریحاً غلط ہے۔ جب تک مسلمان اس سے علیحدہ رہے یہ اپنا مخصوص کام علیحدہ کرتی گئی۔ اور جب مسلمان اس میں شامل ہوئے۔ اس کے ہندو اراکین نے اپنی دور اندیشی سے فوراً ہندو مہا سبھا اس کے پہلو بہ پہلو کھڑی کر دی۔ مسلمانوں کو اس ہندو کانگریس سے کسی وقت بھی کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس نام نہاد آل انڈیا نیشنل کانگریس نے ہندوؤں کو بجز فائدہ کے کبھی کوئی نقصان اور مسلمانوں کو بجز نقصان کے کبھی کوئی فائدہ پہنچایا ہے؟ ہرگز نہیں۔

اگر مسلمانوں کو فی الحقیقۃ اپنے ملک اور اپنی قوم کا درد ہے تو وہ بھی اپنی لیگ کو زندہ لیگ بنائیں اور عقیدت پرستیاں، خود غرضیاں، اور مصرت رساں لغو اختلافات کو چھوڑ دیں۔ کوئی

قوم دوسری قوم کے سامنے پر رہ کر کبھی نشو نما نہیں پا سکتی۔ افسوس اس قوم پر جو اپنی انجمن کو تباہ کر کے دوسروں کی انجمن میں اپنی نجات تلاش کرے اور اپنی کمزوری اور انتشار کا علاج مقدم نہ سمجھے۔

ہمارے چند اکابر جو آج پھر مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ وہ کانگریس میں جوق در جوق شامل ہوں۔ فی الحقیقۃ سخت غلطی پر ہیں۔ افسوس ہے کہ تجربوں کے بعد بھی وہ کانگریس کے اصلی مقصد کو نہ سمجھ۔ مان لیا کہ ہم اُن کے حکم سے آٹھ کروڑ کے آٹھ کروڑ کانگریس میں شامل ہو گئے تو کیا فائدہ؟ وہ بائیس کروڑ کے بائیس کروڑ اس میں شامل ہو کر اپنی کثرت رائے سے وہی کریں گے جو اُن کے مقاصد ہیں اور اس جھگڑے میں بجز اس کے کہ مسلمانوں کو اور نقصان پہونچے کوئی فائدہ ملک یا ملت کا نظر نہیں آتا۔

اخبار جمہور پھر غور کرے

مسلمانوں کے مقاطعۂ کانگریس کے ارادوں پر اخبار جمہور لکھتا ہے کہ کانگریس میں مسلمان ہی رہ سکتے جو اُس کو اپنی علیحدگی سے نقصان پہونچائیں گے، نقصان سے غالباً اس کا منشا انگریزی راج کی بقا اور اکثریت یا ہندو راج کے خیال کی فنا ہے۔ اس اخبار نے ملک پرستی کی آرزو میں اس کانگریس کو حقیقتاً سمجھا ہی نہیں۔ کانگریس کی نفس کچھ بھی نہیں تھی۔ چند سال پہلے کچھ مسلمانوں ہی نے اپنی شرکت سے اسے ابھار دیا تھا۔ مگر افسوس کہ اس ابھرنے نے اپنی ہیبت سے انھی کی قوم کو یا ان کی قوم کے بزدل افراد کو خوفزدہ کر دیا۔ آج ہم اپنے اکابر کی ہلکی ہلکی باتیں سن کر رنج محسوس کرتے ہیں۔ کاش یہ ہمارے بزرگ مسلم لیگ کو اسی پیمانہ پر کھڑا کرانے میں اتنی جد و جہد کریں تو پھر اس کانگریس کی اہمیت ان پر خود بخود ظاہر ہو جائے۔

آگے چلکر اخبار مذکور لکھتا ہے کہ "جب تک مسلمان کانگریس ہی کے پلیٹ فارم سے نہرو رپورٹ کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کریں گے، ہندوؤں پر اُن کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔" گویا ہماری بقا اور فنا ہندوؤں ہی کے اثر پر منحصر ہے۔ افسوس ہماری قومی جمعیت ہماری نا سمجھی اور بزدلی کے باعث ہم سے بالکل رخصت ہو رہی ہے۔ آج ہماری مسلم لیگ اگر ہمارے اکابر کی غفلت سے مردہ نہ ہوتی تو ہم دکھلاتے کہ یہی کانگریس کہہ دیتی کہ۔

"اقلیت کو ملک کا دستور اساسی بنانے کا زیادہ حق ہے"

اور اُس کو ہرگز اتنی ہمت نہ ہوتی کہ ہندو قوم کا پورا تحفظ کرتے ہوئے مسلمانوں کے تحفظ حقوق کو نظر انداز کر دیتی یا ان کی ترمیموں کو اس نخوت کے ساتھ ٹھکرا دیتی۔ ہماری صدائے احتجاج میں قوت کی ضرورت ہے۔

یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ ہندوؤں پر اسکا اثر پڑیگا یا نہیں۔ ہندو خود ہمارے اثر کے محتاج ہیں وہ تنہا کچھ نہیں کر سکتے!

موقر اخبار جمہور بالاخر اس نتیجہ پر پہونچا ہے کہ کانگریس سے علیحدہ ہو کر مسلمان گھر کے رہیں گے نہ گھاٹ کے! حیرت ہے کہ ہندو تو اپنی کانگریس اور اپنی تنہا آواز سے گھر والے بھی بنجاویں اور گھاٹ والے بھی مگر مسلمان اپنی تنہا آواز سے کچھ اور کہیں کے نہ رہیں یہ منطق ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر مسلمان کانگریس کا نام لینا چھوڑ دیں تو دنیا میں اوسکا نام لیوا کوئی نہ ہو اور جمہور کے اس خیال کی کہ مسلمانوں کی علیحدگی سے ہندوؤں پر اثر نہیں ہو سکتا۔ ملک کا بچہ بچہ خود تردید کرے۔

کانگریس کے متعلق ہمارا خیال

کانگریس کے ہندو نواز رویوں کو دیکھ کر ہم اس کو آل انڈیا نیشنل پارٹی ہرگز تصور نہیں کرتے ہمکو اس سے ہرگز توقع نہیں کہ یہ کسی غیر ہندو فرقہ کی حسیات کا کبھی احترام کرے گی۔ اس انقلاب انگیز اور تشویش کے دور میں جب یہ مسلمانوں کی آواز کا احترام نہیں کرتی تو آئندہ یہ جو کچھ کرنیوالی ہے خود ظاہر ہے۔

مسلمان فی الحال اس سے الگ رہیں اور یہ کہہ کر کہ کانگریس کے دستور العمل میں یہ دفعہ بڑھا دی جائے کہ

ممبروں میں ہندوؤں کی تعداد مسلمانوں کی تعداد سے کسی وقت میں زیادہ نہ ہوگی
اور اس کے صدر ہندو مسلمان باری باری سے ہوتے رہیں گے۔

اس کی طرف سے بالکل خاموش ہو جائیں اور اپنے انتشار اور اختلافات کو جنہوں نے انکو اس حالت پر پہونچایا ہے دور کرنے کی خدا کے واسطے جد و جہد کریں اور اپنی لیگ کو پوری قوت کے ساتھ اس کے قائم کرنے والے کے منشاء کے موافق دوبارہ اور ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیں۔

۱۴۔ حصول سوراج کیلئے تین عمل

(۱) عمل اتحاد

صاحب صدر بلگام کانگریس نے حصول سوراج کے لئے تین عمل تجویز کئے ہیں جن پر کاربند ہونیکی

سخت تاکید فرمائی ہے۔ اولؔ ہندو مسلم اتحاد۔ دومؔ چھوت چھات کا انسداد۔ سومؔ ترویج چرخہ۔ قبل اسکے کہ ہم اپنی توقوں کو ان تجاویز پر صرف کریں ہم کو یہ دیکھنا ضروری ہے۔ کہ یہ عمل ہم سے ممکن بھی ہیں یا نہیں تاکہ ہم کو وہ بدترین نتائج بھگتنا نہ پڑیں جو ہم ترک موالات سے بھگت چکے ہیں۔ سب سے اول ہم اہم ترین عمل یعنی ہندو مسلم اتحاد کو دیکھتے ہیں۔

اس مسئلہ کی جانچ بہت سی شکلوں میں کی جاسکتی ہے۔ مگر اختصار کی وجہ سے میں اسکو صرف اُن چند شکلوں پر جانچتا ہوں جو بالکل صریح اور سمجھ میں آنے والی ہیں اور جن پر ہر دو گروہوں کو توجہ کرنا ضروری ہے۔

مذہبی اختلافات

ہندو اور مسلمان دونوں مذہبی لوگ ہیں اور کثرت سے جوشیلے اور کٹر۔ اُن کے مذہب ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ادنیٰ افراد میں ہندو یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ مسلمان اُس کے برتن کو چھوئے یا اُس کے قریب سے گذر جائے۔ مسلمان یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ ہندو مسجد کے سامنے باجہ بجائے (خوش قسمتی سے ہم وزن مقابلہ اس مستقبل کے لئے غور کرنے پر بھی نہ مل سکا) تعلیم یافتہ لوگوں میں ہندو گاؤکشی کا چرچا سننا گوارا نہیں کر سکتا مسلمان بھی بت پرستی کا جاری رہنا نہیں دیکھ سکے گا۔ سیاسی حضرات اور ممبران میونسپل بورڈ وغیرہ میں ہندو گائے کے گوشت پر جو کھانے میں صرف ہوتا ہے ٹکس لگانا تجویز کرتا ہے مسلمان اسکے جواب میں گائے کے پیشاب پر جو پینے کے صرف میں آتا ہے ٹکس لگانا تجویز کرے گا۔ افسوس۔ اس مذہبیت اور کٹرپن کے دور کرنے کی دو ہی شکلیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو ہندو مسلمان سیاسیات کی خاطر مذہبی جذبات کو چھوڑ دیں یا رواداری کی تعلیم حاصل کریں۔ مذہبی جذبات کا چھوڑ دینا تو ناممکن امر ہے۔ ہاں رواداری سیکھ جانا ممکن ہے۔ مگر جب دونوں گروہوں کے لیڈر سیاسیات کی آڑ میں اپنے اپنے مذہبی ایجنڈے دوسروں کے مذہبی اغراض کو پامال کرتے ہوئے نکالنے کی کوشش کیا کریں گے تو اس سے لوگوں کو کچھ اور ہی سبق ملا کریں گے۔ اور وہ منزل سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔ وہ اتحاد جو گاؤکشی بند کرنے یا مسئلہ خلافت طے کرنے کے لئے قائم ہو اتحاد نہیں ہو سکتا۔ ہم نے بہت دیکھا کہ کانگریس کے والنٹیروں اور ذمہ دار اراکین نے آہستہ آہستہ مگر مستعدی کے ساتھ اتحاد کے نام سے ترک موالات ہی کے زمانہ میں گاؤکشی کے انسداد کی ہر ممکن طریقہ پر کوششیں کیں اور اپنے اپنے مذہبی اغراض کو ہر پلیٹ فارم سے پیش کیا جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

طرز معاشرت اور رسم و رواج۔ ہندو اور مسلمانوں کی طرز معاشرت اور رسم و رواج جُدا ہیں

جن میں زمین و آسمان کے اختلافات ہیں یا پاجامہ کے مقابلہ میں دھوتی، ترکی ٹوپی کے مقابلہ میں فلٹ کیپ وغیرہ وغیرہ - گو نہایت خفیف - مگر یہ تو واقعات ہیں جن سے ہمارے طبائع کا میلان اور باہمی خوشگوار تعلقات قائم ہونے کی دشواریاں ظاہر ہیں اس بات سے کہ مسلمان فلٹ کیپ عام طور پر اوڑھتے ہیں کچھ بھی تسکین نہیں ہو سکتی - جبکہ ہر ایک ہندو بالخصوص شمالی ہند میں ترکی ٹوپی کو دوسری نظر سے دیکھتا ہے ہمارے تیوہار ترک موالات کے زمانہ میں آپس میں فسادات اور خونریزیوں کے باعث ہوئے ہیں جن میں لیڈر بھی اپنے اپنے گروہوں کی طرف جھک گئے - اُردو ہندی کی بحث بلا کسی ضرورت کے ایسے وقت بھی چھڑتی رہی جبکہ دونوں گروہوں میں اتحاد کے چرچے تمام ملک میں پھیلے ہوئے تھے -

فرقہ وار جانبداری

ہندو اور مسلمانوں کے اطوار و عادات جداگانہ اور عجیب ہیں - اُنکے لئے فرقہ وار جانبداری کا چھوڑنا دشوار ہے - مہاتما جی جیسی مشہور عام غیر جانبدار ہستی بھی اس سے مستثنا نہیں - اسما ہی بلکہ کانگریس میں اُن رزولیوشنوں کا جو مسلمانوں کے حق میں مفید ہوتے خارج از بحث یا نا منظور کر دینا اور محض اُن رزولیوشنوں کا داخل اور پاس کرنا جو مخصوص ہندوؤں کے مفید اور مسلمانوں کی تحقیر کے باعث ہوں دارالامرا اور دارالعوام کے ہندو ممبران کے متعصبانہ اور خود غرضانہ رویوں اور مسلمانوں کی جنہوں نے قومی پارلیمنٹ کی یکطرفہ کارروائیوں کو خاموشی کے ساتھ دیکھتے رہنا گوارا کیا، پست اندازی اور صلح جو طبیعت کا پتہ لگتا ہے - لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا - کہ نیشنل پارلیمنٹ نیشن کی بجز اُس گروہ کے جس کی اس میں کثرت ہو، کوئی خدمت انجام دے سکیگا - اور اُس کو اس لئے ہرگز مناسب نہیں کہ وہ ہندو مسلم اتحاد کا جس میں دونوں گروہوں کے فوائد کا یکساں ملحوظ رہنا ضروری ہو بیڑا اُٹھائے -

سیاسی حالت

ہندو اور مسلمانوں کی سیاسی حالتیں بھی جداگانہ ہیں - ہندو سمجھتے ہیں کہ وہ اس ملک کے موروثی باشندے ہیں اور یہ کہ مسلمانوں نے اُن کو جبر سے فتح کیا ہے - مسلمان سمجھتے ہیں کہ وہ ہندوؤں سے کم دعویدار نہیں ہیں بلکہ مادر وطن کے اونسے زیادہ جائز دخیلکار ہیں - دونوں اتحاد کیلئے نہایت موثر اپیل کرتے ہیں - لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنے مذہبی - معاشرتی اور سیاسی پروگرام بنانے اور ایک دوسرے پر غالب رہنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں - شدھی اور سنگھٹن کی اہل ہنود کو جبکہ وہ دوسروں سے ہر حیثیت میں زبر ہوں، ضرورت لاحق ہونے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی - اس رویّہ سے غیر جانبدار شخص بھی یہی کہیگا کہ ہندو مسلمانوں سے اُن مظالم کا بدلہ لینے کی فکر میں ہیں جو اُن کے خیال میں

مسلمانوں کی حکومت میں اہمیت نازل ہوئے ہیں۔ جب سیاسی حالات اور تعصبات ایسے ہوں تو مسلمانوں کی خاموشی خوشگوار نتائج پیدا نہیں کر سکتی۔

علاج توازن

ہندو اور مسلمانوں کے وزن بھی مختلف ہیں۔ اتحاد کے لئے خواہ گروہوں کے متعلق ہو یا افراد کے متعلق ہر فریق کا مساوی الوزن ہونا نہایت ضروری اور لازمی ہے۔ مالدار اور غریب، بڑے اور چھوٹے، زبردست اور زیردست کا اتحاد ناممکن ہے اگر سیاسی لیڈر فی الواقع اتحاد کے دل سے خواہشمند ہوتے تو یقیناً وہ دونوں گروہوں کو برابر کرتے یا کم از کم برابر ہونے کی صورتیں نکالتے جبکہ وہ جانتے تھے کہ کوئی گروہ کسی خاطر اپنے اپنے فرقہ وارانہ فوائد کو نظر انداز نہیں کر سکتا لیکن انہوں نے اس کی مطلق پروا نہ کی اور جداگانہ نیابت کی بری طرح سے مخالفت کی یا جداگانہ نیابت کو آبادی کی نسبت پر قائم کرنے کی تجویزیں پیش کیں جس کی وجہ سے قلیل التعداد گروہ روز بروز کمزور ہوتا چلا گیا اور اتنا موقع بھی نہ پا سکا جو کھڑا بھی ہو سکتا۔ انہوں نے سود در سود کے نام سے کمزوروں کی جائدادوں کا زبردست کے ہاتھ لگ جانا آزادی سے جاری رکھا اور اس پر بھی ایسے تجاویز نکالتے رہے جس سے کہ گوشت وغیرہ کی تجارت جو دنیا بھر کے لئے روا ہے اور جس سے کمزور کچھ کما لیں ان کے ہاتھ میں نہ رہنے پائے انہوں نے قلیل التعداد گروہ کے اور گھٹا دینے کے لئے تحریک شدھی کو با وجود یکہ وہ مقدس وید کی تعلیم کے خلاف ہے باتفاق پسند کیا اور پر زور تائید کی اور ساتھ ہی ساتھ کثیر التعداد اور قوی تر گروہ کو اور بڑھانے اور قوی کرنے میں اپنی تمام قوتیں صرف کر دیں۔ ایسی حالت میں کمزور قلیل التعداد گروہ فی الواقع ہندوستان میں بحیثیت حصہ دار کے اپنی بقا جاری رکھنا چاہتا ہے تو ان کے زبانی اعلانوں اور خود غرضانہ پیدا کردہ اصولوں پر ہرگز بھروسہ نہیں کر سکتا۔

---

(۲) چھوت چھات کا انسداد

قبل ہندو مسلم اتحاد پر جہاں عام نکتہ نظر سے بحث کر چکا ہوں دوسرا اصل جو حصول سوراج کیلئے ضروری سمجھا گیا ہے وہ چھوت چھات کا انسداد ہے جس پر انصاف کے ساتھ اب نظر ڈالتا ہوں۔

چھوت چھات سناتن دھرم کا جو قدیمی ہندو مذہب ہے ایک اہم ترین اصول ہے اور یہ اتنا قدیم ہے جتنا کہ ہندو دھرم۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ ہندوستانی لوگ ایسے مذہبی ہیں کہ وہ زمین و آسمان کی اندرونی

کسی چیز کی خاطر ذرہ برابر بھی اپنے مذہبی اصول سے نہیں ہٹ سکتے اُن کے لئے اُن کے مذہب ہر شے سے زیادہ قیمتی اور مقدم ہیں اور سوراج حد سے حد اُس کے مابعد۔

اگر زمانہ حال کے رفارمر سیاسی اغراض کے لئے اُسکی اہمیت غیر سناتنی تعلیم کی رو سے کم کرانا چاہیں تو اُنکا اثر سناتن دھرمیوں پر ہرگز نہیں پڑ سکتا۔ سناتن دھرمی حضرات مسئلہ شدھی سے زیادہ اس میں سخت ثابت ہونگے۔ چند راجاؤں، پنڈتوں، یا رفارمروں کی مثالیں یا اُنکی کوششیں سناتن دھرمیوں کو کسی دنیوی یا سیاسی فائدہ کے خاطر ایک انچ نہیں ہٹا سکتیں۔ سوامی شردھانند جی کا یہ فرمانا کہ مسلمان حکمرانوں نے اپنے ذاتی اغراض کے لحاظ سے ہندوؤں میں اچھوت ذاتوں کی ایجاد کی ہر کسی سناتن دھرمی کے عقائد میں ذرہ برابر گڑبڑ پیدا نہیں کر سکتا۔ جن حضرات نے ہندو مذہب کی تواریخ پڑھی ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔ کہ چھوت چھات مسلمانوں کے عرب میں نمودار ہونے سے ہزارہا سال پیشتر اہل ہنود میں سری رامچندر جی اور سری کرشن جی کے زمانوں میں رائج تھی۔ اُن کو واقعات سے معلوم ہوگا کہ سری رامچندر جی نے چند خدمات کے صلہ میں بھیل اور کیوٹ لوگوں کو اس سے مستثنیٰ فرمایا تھا۔ سری کرشن جی کی وجہ سے گوالوں کو اس سے نجات ملی تھی۔ کوروؤں کے زمانہ میں جو چیتیا چمار کا قصہ ہوا تھا وہ بھی نظر سے گزرا ہوگا وعلیٰ ہذا۔

وہ لوگ جو مسئلہ آواگون پر اعتقاد رکھتے ہیں اس بات پر مجبور ہیں کہ جنم بدلنے کے لئے انسان کی زندگی کے مختلف مدارج علی الترتیب اعمال قائم کریں اور فی الحقیقت اُن کو ایک درجہ اچھوت کا بھی رکھنا لازمی ہے۔ دنیا ان اچھوت اقوام پر افسوس کرتی ہے۔ اہل ہنود بھی افسوس کرتے ہیں لیکن زبانی ہمدردیوں یا حصول سوراج کے لئے اس کے انسداد کو ضروری سمجھتے اور شور و شیون برپا کرنے سے ان اقوام میں مزید زیادتی ہو جانے کا اندیشہ ہے انکی درستی اور ان کی تعداد میں کمی محض انسان کے افعال پر منحصر ہے۔ اچھوت اقوام یقیناً علیحدہ نہیں بنائی گئی ہیں یہ خود حضرت انسان کے افعال قبیحہ کی ساختہ پرداختہ ہیں اور ان میں کمی کرنا یا ان کو بالکل معدوم کرنا اسی طرح ممکن ہے کہ سیاسی اور مذہبی لیڈر لوگوں کو رواداری۔ باہمی محبت۔ صفائی قلب ایمانداری اور حق گوئی کی تعلیم دیں اور لوگ خود بھی اپنے دوسرے جنم کا خیال کرتے ہوئے اپنے کردار پر غور کریں۔ اگر سوائے اس طریقے کے کسی اور طریقہ پر ان اچھوت اقوام کی درستی کی کوشش کی جائیگی تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ مذہب اور عقائد سے مخالفت کر رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ پاپ کے مرتکب ہونگے اور ان اقوام میں بجائے کمی ہونے کے اور بیشی ہو جائیگی مسئلہ آواگون چونکہ سچا ہونا چاہئے وہ اپنا کام کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مسلمان اس گہری ہمدردی سے جو اس تحریک سے بظاہر نمایاں ہے بخوبی واقف ہیں اور اس کو اچھی طرح محسوس کر رہے ہیں۔ سناتن دھرمی حضرات بھی سیاسی نکتہ نظر سے اس کی اہمیت کم نہیں کر سکتے۔ لیکن پرہیزگاری اور مذہبی پابندیاں جن کا ترک کر دینا چھوت چھات کے انسداد میں لازمی ہے ایسی چیزیں نہیں جن کو نظر انداز کر کے قدیمی دھرم کی بیخکنی کی جائے۔ اُن لوگوں سے جنہوں نے اس پرہیزگاری کی حفاظت کی خاطر اپنے خیالوں میں طرح طرح کے مظالم جابر مسلمانوں کے زمانہ میں برداشت کرنا گوارا کئے ہیں۔ یہ توقع ہرگز نہیں کی جا سکتی کہ وہ ضعیف مزاج حکمرانوں کے زمانوں میں کسی ریفارمر کے اشاروں یا کسی ڈیلیگیٹ کے پروپیگنڈے پر سوراج کی خاطر اس کو قربان کر دیں۔

---

(۳) چرخہ

تیسرا عمل جو حصول سوراج کے لئے تجویز فرمایا گیا ہے، وہ دیسی کپڑے کا استعمال ہے۔ ہم نے اپنے خیالات کا اکثر اظہار کیا ہے۔ حصول سوراج کے لئے ہندو مسلم اتحاد ہی کی ضرورت ہے اور یہ اتحاد تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ اکثریت کا زعم اور اقلیت کا ہراس اصول مساوات سے توڑ دیا جائے۔

چھوت چھات کے انسداد اور چرخہ کے عمل ہندو قوم کی معاشرتی اور اقتصادی فلاح کے لئے نہایت مفید ہیں۔ مگر جب تک کمزور اور پست مسلمانوں کی کمزوری اور پستی دور کرنے کی اسی سرگرمی کے ساتھ مہاتما جی دل سے کوشش نہ کریں گے اور ملک سے کوشش نہ کرائیں گے۔ یہ دونوں عمل ملک کے لئے مفید نہیں ہو سکتے۔

ہندوؤں کا فائدہ ملک کا فائدہ نہیں ہے۔ ہندوستانیوں کا فائدہ ملک کا فائدہ ہے۔ کاش نام نہاد نیشنلسٹ قومیت کے معنوں کو سمجھیں اور اپنی خود غرضانہ فرقہ پرستیوں سے ملک کو تباہ نہ کریں۔ فرقہ پرستی فرقہ پرستی ہے۔ اگر بائیس کروڑ لوگ ایک زبان ہو کر فرقہ پرستی کو قوم پرستی کہنے لگیں اور آٹھ کروڑ لوگوں کو حقیر کیا ڈالیں تو دنیا کے نزدیک یہ فرقہ پرستی قوم پرستی نہیں ہو سکتی۔ دنیوی حکومت جن کا نصب العین ملک پر قبضہ قائم رکھنا ہو۔ جس کو اپنا اقتدار کا عقدات کی تکمیل اور یک آہنگی کے احترام ہی میں نظر آتا ہو۔ اپنے اغراض کی خاطر کسی طرف ہو جائے۔ زمانہ اور زمانے والے بتا دیں گے کہ باطل قائم رہنے والا نہیں ہے اور وہی کام ملک اور قوم کے لئے مفید ہو سکتا ہے جو خود غرضیوں سے پاک ہو اور جس میں ملک اور اقوام ملک کے حسیات کا پورا احترام کیا جائے

۴۳۔ حصول سوراج کیلئے کونسا عمل؟

پاس وفا تو آج تک اپنی زبان سے نہ تھی
ایک نہ ایک طرز ستم کے ساز ہیں

مہاتما گاندھی نے جو تین عمل حصول سوراج کے لئے تجویز فرمائے ہیں اور پھر آپ ملک والوں سے عمل کرانا چاہتے ہیں اور عمل کرا رہے ہیں' اہل ملک ان کا مطالعہ فرمائے۔

میں اپنے مضمون ما سبق میں تبصرہ کر چکا ہوں اور یہ وضاحت کے ساتھ دکھا چکا ہوں کہ ہندو مسلم اتحاد کا خیال کرنا اور اس کے لئے مخصوص تدابیر اختیار نہ کرنا' اس پر عمل پیرا ہونے سے گریز کرنا ہے اور یہ کہ ان کا پروگرام حیات اور چرخہ کے عمل ہندو قوم ہی کے لئے خصوصیت کے ساتھ مفید ہیں یا ہندی قومیت کے نقطہ نظر سے ہم کو یہ عمل بہت گرے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ اس پر عمل پیرا ہونے سے ہندی قوم کے سوراج کی توقع رکھنا فضول بات ہے۔ اب میں خلوص نیت کے ساتھ اپنے پانچ عمل مہاتما جی اور ملک کے شیدائی حضرات کے لئے نہایت ادب کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔ فرقہ پرستی اور قوم پرستی اپنے اپنے خیالات سے خود بخود ظاہر ہو گی انصاف شرط ہے۔ ہندی قومیت بنانے کی یہ تدبیریں نہیں اگر کہ ہم غیر ملکی حکومت سے' ذرا سا بھی اس کی ضرورت ہی محسوس کرتے جاتے ہوں' دست و گریبان رہیں اور ہندوستان کی ایک قوم کا بہبود مد نظر رکھیں اور ملک کی دیگر اقوام کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں۔

ہم حصول سوراج کے لئے جو پانچ عمل تجویز کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) ہندو مسلم تنظیم' اتحاد بین المسلمین اور ہندو مسلم اتحاد۔

(۲) حکومت اور سیاسی اختیارات میں ہندو مسلم مساوات۔

(۳) ملک میں ایک زبان۔ اردو عام فہم اور مشترکہ زبان ہونے کی وجہ سے سہولت کے ساتھ عام ملکی زبان قائم ہو سکتی ہے اور بلا تردد قابل ترجیح ہے۔

(۴) مہاتما جی دست درازیوں اور ہندو مذہبی تعصبات کا عام انسداد۔

(۵) غریب مسلمانوں کے جو دو آنوں کی واپسی' بر آمد غلہ کی روک تھام اور پیر کیدر کا پرچار۔ تنگ نظر ہندوستان کا لیڈر اور دنیا کی سب سے بڑی ہستی وہی ذات ہو سکتی ہے جو اپنی فرقہ پرست

کہ قوم پرست وسیع نظر بنائے اور اپنے ہر عمل میں دیگر اقوام کا ویسا ہی لحاظ رکھے جیسا کہ اوس کو خود اپنی قوم کا خیال ملحوظ رہتا ہے۔ اپنی فرقہ وارانہ اغراض کے لحاظ سے مہاجنوں کی دست درازیوں سے جن سے اوس کی قوم کو فائدہ پہونچتا ہو اور دیگر اقوام کو نقصان، نظر انداز کر دینا یا قابل انسداد نہ سمجھنا اور محض چھوت چھات کا انسداد جس سے مہاجنی دست درازیوں کو اور تقویت پہونچتی ہو نصب العین قرار دینا ہمارے نزدیک بدترین فرقہ پرستی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ملک پرستی کے جھوٹے نام سے فرقہ پرستی کرنا سخت معیوب ہے۔ اپنے فرقہ وارانہ اغراض کے خاطر میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو دنیا کی سب سے بڑی ہستی کا کام نہیں ہو سکتا۔ ملک پرست یہ نہیں کر سکتا کہ ملک پرستی کے نام سے اپنی قوم کی اصلاح میں تو منہمک رہے مگر دیگر اقوام کو اپنی اپنی خود اصلاح کرنے کے لئے چھوڑ دے۔

قوم پرستو! ٹھہرو! قوم پرستی کو سمجھو اور خلوص کے ساتھ ہندی قوم کی خدمت کرو۔ اسی میں تمہاری فرقہ وارانہ بہبود اور ہمارے عزیز ملک کی نجات پوشیدہ ہے۔ بس۔ کسی کے سب سے بڑی ہستی بنجانے یا کسی کو مخصوص اغراض کی خاطر اپنی جا بیجا ایک آواز بنا کر سب سے بڑی ہستی پکارنے سے ہندی قوم نہیں بن سکتی۔ نہ ملک کا اس میں فائدہ ہے۔ دنیا تمہاری آوازوں کی گونج سے آج ہاں میں ہاں ملانے لگے مگر یہ ہاں میں ہاں ہمارے لئے بعد میں مفید نہوگی۔

۲۳۔ ہندو بھائیوں سے راز و نیاز

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

ہندو بھائیو! ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ تمکو اپنی قوم اور ملک کا سچا درد ہے۔ خود غرض لیڈروں کا تو ذکر نہیں۔ تمہارے بڑے لیڈروں کی اکثریت فی الحقیقت تمہاری قوم کی اور اسی نقطہ نظر سے ملک کی نہایت خلوص کے ساتھ خدمت کرتی ہے۔ یہ تمہارے سچے لیڈر تمہاری خدمت کو دولت کمانے، اپنے بیٹوں کو فروغ دینے، اور کونسلوں کی ڈپٹی پریزیڈنٹی حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بناتے۔ وہ فقیرانہ زندگی میں اپنا فخر سمجھتے ہیں، تمہاری خدمت ہی اُنکا پیشہ ہے جس کو وہ اپنے ایثار اور خلوص سے خود فروغ دیتے ہیں، وہ کونسل اور اسمبلی کی صدارت کے مقابلہ میں تمہاری بے لوث اور خالص خدمت ہی میں اپنی سچی عزت دیکھتے ہیں۔ اور جس جگہ بھی تم اُن کو مامور کر دیتے ہو وہ کسی حال میں تم کو وہاں پر کبھی نہیں بھولتے۔ ہم کو بیشک رشک ہے اور ہم اپنی بدنصیبی پر افسوس کرتے ہیں کہ ہم میں ایسے مخلص

خدمتگزار بہت کم ہیں جو ہماری کمزور قوم اور پیارے ملک کے ان ہی جذبات کے ساتھ خدمت کریں۔

بھائیو! ہم جانتے ہیں اور تم بھی جانتے ہو کہ جو شخص اپنی قوم کا دوست نہیں وہ کسی دوسری قوم یا متحدہ قومیت کا کیا دوست ہوگا وہ تو فقط اپنے نفس کا دوست ہے۔ ہم سمجھتے ہیں اور تم بھی سمجھتے ہو کہ جس بیفکرے کو اپنے گھر میں اتحاد کی فکر نہ ہو جو اپنے باہمی اتحاد کا کبھی بھولے سے بھی نام نہ لیتا ہو وہ بھلا اقوام میں اتحاد کا خلوص دل سے کب خواہاں ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ ہم اپنے انتشار کیوجہ سے اسپر غور نہ کریں یا تم اپنے عارضی فوائد کے خیال سے کچھ نہ کہو۔ ہم کہتے ہیں اور تم بھی کہو گے کہ جو شخص غریب بھائیوں کی خدمت نہ کرے اور محض مالداروں کا فیس لے کر علاج کیا کرے وہ مصیبت زدگان ہند کا ہمدرد ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جس شخص کے خلوص، خدمات اور ایثار کا کبھی ذکر تک نہ سنا ہو وہ طوفان میں ہماری کشتی کا ناخدا بن کر کیسے کھڑا ہوگا۔ تم تو معتقد ہو ایسے بزرگ کو ناخدا بنا کر ممکن ہے پار ہو جاؤ۔ ہم کو یہ لالچی ناتجربہکار ناخدا ضرور ڈبو دے گا۔

اس میں شک نہیں کہ تمہارے مخلص خدمتگزاروں نے اپنے عیش و آرام چھوڑ کر اپنے کثیر آمدنی والے پیشے چھوڑ کر غیر اقوام کی نکتہ چینیوں سے لاپرواہ ہو کر تمہاری خلوص کے ساتھ خدمت کی ہے اور تمکو ہر طرح مضبوط کر دیا۔ آج ہندوستان میں، باوجودیکہ تم کثیر التعداد ہو تم ہی دولت میں، تجارت میں، تعلیم میں، عزت میں، اور ہر شعبے میں سب سے ممتاز ہو۔ تم ہی سب سے زیادہ متحد ہو اور تم ہی میں سب سے زیادہ اپنی قوم کا درد ہے۔ اگر شدھی اور سنگھٹن اپنی رفتار پر جاری رہتے تو آج یقیناً ہندو راج کا سنگ بنیاد قائم ہو چکا ہوتا۔

یہ تو جو کچھ ہے وہ ہے اپنا اپنا مقدر۔ حسد اور رشک سے کیا فائدہ۔ غور طلب اب یہ امر ہے کہ اس قسم کے خدمات جن میں محض تمہارا فائدہ مد نظر ہو تمہارے اور ملک کے لئے حقیقتاً مفید ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ میں جہاں تک غور کرتا ہوں یہی سمجھتا ہوں کہ اس قسم کے خدمات سے ہم دونوں کو اپنے ملک کے اندر ہمیشہ کے لئے غلامی کا ٹیکہ لگا لینا ہوگا۔ نہ تمہاری قوم ہی سرسبز ہوگی نہ ملک ہی آزاد ہوگا۔

بھائیو! غور تو کرو تمہارے اکابر کا یہ کہہ دینا کہ مسلم حقوق کا تحفظ فرقہ وارانہ سوال ہے کہاں تک حق بجانب ہو سکتا ہے۔ ہم تم دونوں مذہبی لوگ ہیں اور اپنے اپنے مذاہب پر سختی کے ساتھ قائم رہتے ہوئے اپنی اپنی قومیت کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور یہ بالکل سچ ہے خواہ کوئی کچھ کہے کہ ہم دونوں اپنے مذاہب کے مقابلہ میں سوراج کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ واقعات بتاتے ہیں کہ تم حکومت میں اپنا تفوق چاہتے ہو اور ہم حکومت میں تمہاری اکثریت کی وجہ سے فروغ نہیں پاتے۔ اور یہ اکثریت اور اقلیت کے نقشے ہم میں خلوص پیدا

نہیں ہونے دیتے۔ ایسی حالت میں اگر قلیل التعداد مسلمان اپنے حقوق کا تقاضا کرتے ہیں تو تم کس منہ سے اس کو فرقہ وارانہ جذبات قرار دو گے؟ میں دیگر مضامین میں وضاحت کے ساتھ دکھا چکا ہوں کہ تمہارے اکابر اس جرم کے ہم سے کہیں زیادہ خود مرتکب ہیں۔ بہرحال اگر تم آج بتاؤ کہ حکومت کے اندر اپنے آستین کا مہرہ روزانہ نظر رکھتے ہوئے الیکشن کبھی تم نے ہماری کمزوری دیکھتے ہوئے ہمارے ساتھ کوئی برادرانہ سلوک کیا ہے تو کل ہی سے ہم کہنے لگیں گے کہ تم واقعی مادر ہند کے سپوت ہو اور ہم اس کے دشمن' اور تمہارے الزام کو حق بجانب تسلیم کر کے اپنے مطالبوں سے دستبردار ہو جائیں گے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر سر سید تمہارا رویہ دیکھ کر ہمارا اپنا انتظام نہ کر گیا ہوتا تو ہم کو آج تمہاری اکثریت کے تلاطم سے کوئی خبردار کرنے والا بھی نہ ہوتا۔

بھائیو! ابھی وقت ہے تم غور کرو۔ ہماری زندگیوں کے ساتھ اپنی زندگیاں تلخ نہ بناؤ۔ جب تک تم اس ملک میں ہو ہم بھی ضرور رہیں گے۔ یہاں کے مالک بن کر رہیں گے۔ تم اپنی تنگ نظری کے باعث حکومت میں اپنے سے زیادہ حقوق جس کے ہم ہر طرح مستحق ہیں ہم کو نہ دو مگر مساوات سے ہرگز انکار نہیں کر سکتے۔ اور تم دیکھو گے کہ یہی مساوات آج افاقے کے بعد ہمارے تمہارے تصفیہ کا پہلا نقطہ ہوگا۔ تم دیکھ چکے اور دیکھو گے کہ باوجودیکہ ہمارے اکثر بھائی تمہارے ساتھ رہے اور تمہارا ایک بھائی بھی کبھی ہمارے ساتھ نہ ہوا تمہارے خاموش حربے کسی موقعہ پر کامیاب نہ ہو سکے۔ یہ اور بات ہے کہ ان حربوں سے ہم تمہارے ساتھ غلامی کی زنجیر میں اور زیادہ جکڑ گئے۔

بھائیو! تم اکثریت میں ہو پنڈت موتی لال وغیرہ ہم پنجاب اور بنگال کے مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ "آبادی کی کثرت تحفظ حقوق کی خود ایک ضمانت ہے" ذرا سوچو کیا یہ ضمانت پنجاب اور بنگال کے ہی حدود میں محدود ہے اور کیا یو پی' مدراس' بہار وغیرہ میں آبادی کی کثرت تحفظ حقوق کی ضمانت نہیں ہے۔ ذرا اچھے دل سے سوچنے کی ضرورت ہے۔

اگر آبادی کی کثرت تحفظ حقوق کی حقیقتاً خود ضمانت ہے تو پھر تم ان صوبوں میں جہاں تمہاری اکثریت ہے اپنا حکومتی تفوق کیوں چاہتے ہو۔ اگر تم ڈبل ضمانت کے خواہشمند ہو تو کیا ہم ایک ضمانت کے بھی خواہاں نہ ہوں۔ اب بتاؤ کہ فرقہ وارانہ جذبات پیدا کرنے کا حقیقتاً" کون ملزم ہے اور ہم تمہیں کیسے بھروسہ کریں۔

ہم کہتے ہیں کہ ہم تم دونوں مادر ہند کے خدمتگزار ہیں۔ دونوں خوش و خرم رہ کر اس کی خدمت کریں اکثریت اور اقلیت کے سوال کو چھوڑ دیں یہ ہی جھگڑوں کا آلہ ہے اور حقیقتاً حکومت میں جہاں

قومی اور ملکی معاملات میں ہم جاتے ہیں آبادیوں کی کثرت اور قلت کا لحاظ رکھنا نہایت لغو ہے۔ تم نہیں چاہتے کہ تقسیم بنگال ہو، تم نہیں چاہتے کہ سندھ علیحدہ ہو۔ تم کسی طرح نہیں چاہتے کہ ہمارے اکثریت والے صوبے بڑھنے پائیں۔ ہر جگہ اپنی ہی اکثریت قائم رکھنا چاہتے ہو۔ آخر اس کا کیا مطلب ہے۔ اگر تم ہر دس جگہ فوقیت رکھنا چاہتے ہو تو ہم آٹھ جگہ بھی تم پر فوقیت رکھنے کا خیال کیوں نہ کریں؟ اگر تمہاری نیت بد نہیں تو یکسانیت کے ساتھ ہر جگہ رہنا کیوں نہیں چاہتے۔ ذرا ہم کو سمجھا دو تمہاری معقول بات ہم یقیناً مان لیں گے۔

بھائیو! دیکھو جب تک ہندوستان بھر کے لئے ایک اصول قائم نہ کرو گے ہماری حصول آزادی کے متعلق جدوجہد سب بیکار رہیگی ہوائی بات ہے۔ تمہارے اکابر بخصوص دہنا میں ان سنی ٹھہراتے ہیں ہمارے بزرگ تمہاری تقلید کو ملک کی خدمت سمجھتے ہیں۔ غور کرو اگر اکثریت اور اقلیت کا سوال قائم رکھا گیا تو کہیں نہ کہیں جھگڑے ضرور ہوا کرینگے اور یہ جھگڑے اگر ایک جگہ بھی اٹھے تو ملک بھر میں آگ لگا کریں گے۔ ہم تم کسی جگہ کبھی خوش نہ رہ سکیں گے۔ فرقہ وارانہ نظر سے یہ اکثریت اور اقلیت کا سوال تم کو کتنا ہی مستحسن معلوم ہو۔ متحدہ ہندی قومیت کے لئے سم قاتل ہے۔

یہ ضرور ہے کہ میں قلیل التعداد قوم کا ایک فرد ہوں اور تم میرے مخلصانہ سچے مشورہ کو دوسری نظر سے دیکھو گے مگر میں یقین دلاتا ہوں کہ جس وقت تم انصاف کے ساتھ اس معاملہ پر غور کرو گے تو تم مادر ہند کی خاطر ـــــ یا اپنی خاطر اپنی فرقہ وارانہ تنگ نظری کو چھوڑ کر میرے ہمخیال ہو جاؤ گے اور کہنے لگو گے کہ پنجاب، بنگال اور سندھ وغیرہ کے ہندو اسی سلوک کے مستحق ہیں جو سی پی، بمبئی، مدراس یوپی وغیرہ کے مسلمانوں کے ساتھ برتا جا سکتا ہے۔ تم خود کہنے لگو گے کہ ہندوستانیوں کی یہ تہذیب نہیں ہے کہ بتاؤ میں یکسانیت قائم کرنے کے لئے ہندو مسلمان صوبوں کو اپنے اپنے تفوق کے لحاظ پر بنا بیٹھیں۔ کہیں تم کو ہمارے رحم پر چھوڑیں، کہیں ہم کو تمہارے رحم پر۔ آخر ہم نے تم نے کیا قصور کیا ہے۔

بھائیو! اٹھو اور اپنے اکابر کو سمجھاؤ۔ ہمارے اکابر تقلید کے عادی ہیں۔ خود بخود تقلید کرنے لگیں گے۔ تمہارے اشارہ کی دیر ہے۔

۲۴- ہمارا ہندوستان

رائٹ آنریبل سر جان سائمن کی خدمت میں التماس

جناب والا۔

میں شکر گذار ہوں جناب پریسیڈنٹ و سیکرٹری نیز جملہ اراکین انجمن اصلاح المسلمین سہارنپور کا جنہوں نے مہربانی فرما کر میرا انگریزی رسالہ "ریئلٹی" اپنی شاندار عرضداشت کے ساتھ آپ حضرات کے روبرو پیش کر دیا اور مجھکو قوی امید ہے کہ جناب والا اور جناب کے فاضل شرکا ہمارے واجبی مطالبہ پر گہرا غور فرمائیں گے۔ اسی میں ہمارے پیارے ملک کی حقیقی فلاح کے رموز پوشیدہ ہیں۔ ہم کوئی رعایت نہیں چاہتے محض انصاف کے خواستگار ہیں۔ میں جناب سکریٹری صاحب انجمن مذکور کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے انجمن کی اس عرضداشت کے چھپوانے اور ملک کے ہر گوشہ میں اس کو تقسیم فرمانے کی تکلیف گوارا فرمائی۔

انگریزی راج میں رعایا کو کیا تکلیف ہے اور کیوں؟

میں مختلف مضامین میں وضاحت کے ساتھ عرض کر چکا ہوں کہ انگریزی راج نے ان اصولوں کو چھوڑ دیا جن پر ان سے پیشتر شاہان و راجگان ہمیشہ عمل پیرا رہے۔ جو ہندوستان کی سرزمین کے لئے خصوصیت کے ساتھ موزوں تھے۔ انگریزوں نے دفتری تعلیم رائج کی اور اس کو عام کر دیا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ تیس کروڑ انسان دفتری تعلیم سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ وہ جانتے تھے کہ ہندو راجاؤں نے بجز برہمنوں کے اور کسی کے لئے یہ تعلیم عام نہیں کی۔ انگریزوں نے ملازمتوں میں برہمن چھتری - بنئے - بقال سب یکساں طور پر داخل کر لئے اور انہی دفتری اعلیٰ تعلیم کا معیار تقرری کے لئے قائم کر دیا۔ انگریزوں نے فرقہ وارانہ حقوق کے تحفظ کی خاطر نیابت میں تناسب آبادی کا مضحکہ خیز اور لغو معیار اکثریت کی خواہشات کے موافق تسلیم کر لیا۔

ہندوستان انگلستان جیسا ملک نہیں ہے۔ جہاں انسانوں کے لئے بجز تجارت اور ملازمت کے اور کوئی کام ہی نہ ہو۔ ہندوستان انگلستان جیسا ملک نہیں۔ جہاں انسانوں کو سیاسی ڈپلومیسیوں ہی کی طرف نگاہ رکھنے کا موقعہ رہے۔ ہندوستان میں نوے فیصدی لوگ ایسے ہونگے جن کو نہ ملازمتوں سے سروکار ہے نہ سیاسیات سے دلچسپی نہ ان کی طرف توجہ کرنے میں ان کی فلاح ہے۔ عام فلاح اس طرح ہرگز نہ ہوگی کہ انسان بڑے بڑے لیڈر اور بڑے بڑے عہدیدار بن جائیں۔ یہ ہر انسان کے لئے ہرگز ممکن نہیں۔ عام فلاح اس طرح ہو سکتی ہے کہ ہر انسان اپنے اپنے طرز معاشرت کے موافق ترقی کرے اور حکومت اس کی مددگار رہے۔

پچھلے طرزِ عمل کی تبدیلی سے موجودہ راج میں جو انقلاب پیدا ہونا لازمی تھا پیدا ہو لیا۔ ہر انسان کے دل میں لیڈر بن جانے اور اعلیٰ ملازمت حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہو گئی۔ خواہ وہ اُس کا اہل ہو یا نہو۔ اس کشمکش میں لوگوں نے اپنے قدیمی پیشوں کو چھوڑ دیا۔ اور اکثر نے چھوٹے چھوٹے معاوضوں کی خاطر بڑی بڑی ترقیوں کو قربان کر ڈالا۔ اور ہزاروں لاکھوں مختلف الخیال لیڈر بن گئے۔ دفتری تعلیم کی بھرمار۔ ملازمتوں کی قلت تدریجی کاروبار سے نفرت اور زمین و آسمان کے سیاسی اختلافات نے ملک میں تلاطم بپا کر دیا۔ حکومت غیر ملکی ہے اس کو ہماری تباہی و بربادی کی پروا نہو۔ اپنی بدنامی کا خیال نہو۔ اپنی حکومت کی فکر نہو۔ ہمارا پیارا ملک بیشک اس کے طرزِ عمل سے فتنہ و فساد کا گھر بن گیا۔ ہماری ضرب المثل سچائی پر۔ ہمارے اعلیٰ اخلاق پر۔ ہماری لاجواب تہذیب پر۔ ہمارے مشہور تمدن پر ہماری قابل رشک تندرستی پر اور ہماری ہر قابل فخر شئے پر اس تبدیلی سے بہت بڑا اثر پڑ گیا۔ اب ہمارا اللہ ہی مالک ہے۔ جناب کا فرض ہے کہ انگریزی راج کی برکتوں کے ساتھ ان تباہ کن خرابیوں پر بھی خصوصیت کے ساتھ نظر رکھیں۔

ملازمتیں

میرے رسالہ مذکور الصدر سے جو جناب کی خدمت میں پہنچ چکا ہے واضح ہو گا۔ ملازمتوں میں جہاں معینہ دستور العمل پر کام کیا جاتا ہے مقابلہ کے امتحانوں کی ضرورت عبث ہے۔ ملازمتوں کے لئے وہ لوگ مخصوص کر دینا چاہئیں جو راجاؤں اور بادشاہوں کے زمانوں میں مخصوص تھے۔ اور ان کو وہ تعلیم دیجاوے جو انتظام کے لئے مفید ہو۔ بقیہ افراد کو ان کے پیشوں اور کاروباروں کے موافق ایسی تعلیم دیجاوے جس سے وہ معراج ترقی پر پہنچکر اپنے ملک کو دنیا میں ممتاز بنا دیں۔ رعایا پرور حکومت کے لئے یہ امر ضرور قابل ملامت ہے کہ وہ طبقہ جو ملازمتوں کا عادی ہوا......... ان سے محروم رہکر دربدر مارا مارا پھرے۔ اور وہ طبقہ جو دوسرے پیشوں کا عادی ہو دفتری تعلیم حاصل کر کے ملازمتوں کی دھن میں پڑ جاوے اور ان مقابلوں میں ناکام رہکر نہ ادھر کا رہے نہ اُدھر کا۔

تناسب آبادی

کونسلوں اور لوکل باڈیز میں جو تناسب آبادی کا معیار فرقہ وارانہ نیابت کے لئے رکھا گیا ہے وہ نہایت لغو ہے۔ میں نے اس کی غیر واجبیت پر کافی سے زیادہ روشنی رسالہ مذکور الصدر میں ڈال دی ہے۔ تازہ ترین مثالوں سے میں پھر اس کی لغویت جناب پر واضح کرنا چاہتا ہوں۔ کمیشن بائیکاٹ رزولیوشن یو۔ پی کونسل میں پیش کیا جاتا ہے۔ تمام مسلمان ممبران دو چار

کا ذکر نہیں جو کوئی سیاسی اہمیت نہیں رکھتے اور جو اپنی لنڈ اس رائے رنگ میں تلاش کرتے ہیں) تمام انگریز ممبر اور چند ہندو ممبر سب مل کر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ مگر محض بقیہ ہندوؤں کی کثرت رائے سے یہ رزولیوشن پاس ہو جاتا ہے۔

یہ معاملہ حکومت سے بھی تعلق رکھتا ہے اور یہ اتفاق ہے کہ سب مسلمان اور سب انگریز مع چند ہندوؤں کے ایک ہو جاتے ہیں مگر اس پر بھی یہ متحدہ گروہ بقیہ ہندوؤں کے مقابلہ میں ناکامیاب ہوتا ہے۔ اب جناب ذرا غور فرمائیں کہ اس وقت جبکہ کوئی معاملہ مخصوص مسلمانوں کے نفع نقصان کا درپیش ہو اور کوئی ہندو اُنکا حامی نہ ہو تو کیا حشر ہو؟

کیسا انصاف

یہ کیسا انصاف ہے اور یہ کیسی جمہوریت ہے کہ ایک قوم کا زیر انحصار لیکہ ہر دو بڑی اقوام کی قومی ضروریات بالکل مساوی اور یکساں ہوں۔ اپنی اکثریت کا کونسلوں اور لوکل باڈیز میں رکھنا روا سمجھا گیا ہے۔ ہم اس معاملہ کو جناب ہی کے انصاف پر چھوڑتے ہیں۔

فریادِ چمن

فریادِ جنوں اور ہر طائرِ بسمل کی فغاں اور
صحرا کی زباں اور ہر گلشن کی زباں اور

ہم کون ہیں اور ہم کیا ہو گئے؟

ہم وہ ہیں جنہوں نے مساوات، تہذیب، اخلاق، مروت، ہمدردی، خلوص، ایثار، شجاعت، سخاوت، وغیرہم جیسے اوصاف کا، جو بنی نوعِ انسان اور اشرف المخلوقات کے جوہر ہیں، دنیا کے سامنے اپنے عمل سے مکمل نقشہ پیش کیا، جنہوں نے دنیا بھر میں عدل و انصاف کے ساتھ اپنا سکہ چلایا، اور جنہوں نے مختلف اقوام کے ساتھ اپنے باہمی تعلقات سے یہ دکھلا دیا کہ ہم حقیقتاً" ربّ العالمین کے بندے اور رحمۃ للعالمینؐ کے پیرو ہیں۔ ہم وہ ہیں جنہوں نے اس ہندوستان میں اپنے خلوص اور خدمتگزاری سے ہندوؤں کو اپنا گرویدہ بنایا جس کی گواہی اس نفسا نفسی کے زمانہ میں بھی آج ہندو بھائی اُن مسلمانوں کے سامنے جو قبروں میں سو رہے ہیں، خود پیش کیا کرتے ہیں۔ ہم وہ ہیں جنہوں نے مادرِ ہند کو زینت دیکر دنیا میں قابلِ رشک بنایا اور اُس کے بدنما اور وحشیانہ مراسم کا اُس کے موجودہ باشندوں کے حیات کا پورا لحاظ کرتے ہوئے اُسکی حرمت قائم رکھنے کے لئے حتی الامکان سدباب کیا، جنہوں نے اپنی کمزوری اور ہمسایوں کی ریشہ دوانیوں کو محسوس کرتے ہوئے مادرِ ہند کے امن و امان قائم رکھنے کیلئے اپنی حکومت کو برطانیہ کے حوالہ کر دیا۔

ہم اب کیا ہیں؟ ہر ایک دیکھتا ہے، بھائی بھائی کا رفیق نہیں، باپ بیٹے کا، بیٹا باپ کا پرسانِ حال نہیں، سب اپنے اغراض کے بندے ہیں، تہذیب، اخلاق، مروت، ہمدردی، خلوص، ایثار، سخاوت، شجاعت کے نام باقی رہ گئے۔ اسی کے ساتھ ساتھ رہی سہی عقل کو بات بات پر کبھی موالات اور کبھی ترکِ موالات، تعلقات اور کبھی ترکِ تعلقات قائم کرکے اپنے مذہب کا مضحکہ اُڑاتے ہیں۔ غیروں کا کیا ذکر آپس میں ایک دوسرے کو کافر سمجھ کر اچھوت اقوام اپنے

میں بناتے ہیں، ہندوؤں سے جھوٹے خلوص کے اظہار میں حد اعتدال سے بڑھ کر فتنہ و فساد کے اسباب مہیا کرتے ہیں۔ خلافت اور مخصوص جمعیۃ العلماء قائم کرکے باہمی نفاق بڑھاتے اور ہندوؤں کو مشتعل کرکے اُن سے شدھی اور سنگھٹن جاری کراتے ہیں اور لیڈر بن جانے کے لئے ہم میں ہر طرف خانہ جنگیاں بپا کراتے ہیں، اپنے قول اور وجاہت کو اپنی حماقتوں سے ہندو بھائیوں کے حوالے کرکے اب حکومت وقت سے جھوٹی بیزاری کا اظہار کرکے ہم کو دنیا بھر میں پریشان کراتے ہیں، بائیکاٹ وغیرہ جیسی بیہودہ رسمیں ہم کو سکھاتے اور جھگڑوں میں ڈالکر اپنا رنگ اختیار کی محفلوں میں جا جاتے ہیں۔

ہماری یہ حالت کیوں ہوئی؟ - یہ نہایت مختصر خاکہ اپنے ماضی اور حال کا پیش کرتے ہوئے ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان خود اُن اسباب پر غور کریں جن کی وجہ سے ہم عروج سے پستی کو اور کمال سے زوال کو پہونچ گئے۔ ہم اُن لوگوں میں نہیں ہیں جو دوسروں پر اپنی موجودہ حالت کا الزام رکھکر صبر کرلیں، ہم کو انگریزوں اور ہندوؤں سے ہرگز یہ توقع نہیں ہوسکتی کہ وہ ہمارے لئے وہ کام کریں گے جو ہم خود اپنے مذہبی تعصبات کی بنا پر اپنے خود غرضانہ مقاصد کے حصول کے خاطر اپنی غفلت کے باعث، اپنی گرفتاریوں کے سبب سے اپنے بہبود کے لئے نہیں کرسکتے۔ ہم اپنے ہی اکابر پر اسکا الزام رکھتے ہیں اور اس میں ہم بالکل حق بجانب ہیں انکے باہمی تعصبات خود غرضانہ رفتار اور ناعاقبت اندیشانہ رویوں ہی نے رفتہ رفتہ ہم کو اس حالت پر پہنچا دیا اور آج ہم اس چکر میں ہیں کہ اپنی گذر بسر کے لئے ہندوؤں سے اطمینان چاہیں یا انگریزوں سے؟ اللہ اکبر

انگریزوں سے یا ہندوؤں سے؟ - یہ تفکرات کہ انگریزوں سے مانگیں یا ہندوؤں سے، آج اُن لوگوں کو در پیش ہیں جن سے کل ہندو اور انگریز خود مانگا کرتے تھے اور جن کو آج کوئی فرقہ پرستی کا الزام دیکر ٹھکرا دیتا ہے، اور کوئی کمزور سمجھ کر منھ نہیں لگاتا۔ کسقدر عبرت کا مقام ہے۔ ہم انگریزوں سے مانگیں یا ہندوؤں سے۔ ہم جانتے ہیں کہ اُسوقت تک ہم کو کوئی کچھ نہ دے گا جب تک ہم لینے کی صلاحیت اپنے میں نہ پیدا کرلیں، مانگنے کی فکر تو ہم لوگوں کو ہے مگر اُن وجوہ پر ہم غور نہیں کرتے جن کی بنا پر ہم سائل بن گئے، اُن حرکتوں پر غور نہیں کرتے جن کی وجہ سے ہماری وقعت کم ہوتی جارہی ہے۔

ہم آئے دن عرض کرتے رہتے ہیں کہ ہمارا نفاق و انتشار ہم کو تباہ کررہا ہے اور جبتک ہمارے اکابر تمام جھوٹی اور بیکار سرگرمیوں کو ایک حد تک محدود کرکے باہمی اتحاد و اتفاق قائم نہ کرائیں گے

وہ ملک اور قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکتے ۔ موجودہ حالت میں نہ انگریز ہماری حمایت کریں گے نہ ہنود ہماری و تعصب' اور ہم ایسی حالت میں اپنا ہی قدم ترقی کے میدان میں آگے بڑھا لینے سے نہ رکیں گے بلکہ ہندو اُنکو کبھی اپنے انتہا سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کریں گے۔

شریف لیڈر - ہمارے لیڈر ایک دوسرے پر فوقیت قائم کرنے کے لئے اپنا اپنا خلوص اپنے اپنے خدمات ۔ اپنے اپنے ایثار پیش نہیں کیا کرتے۔ کیونکہ اُن کی بدنصیبی سے یہ باتیں اُن میں بہت کم ہیں۔ وہ ہماری صحافت کو ذلیل اور ہم کو بد تہذیب بنانے کے لئے اپنے اپنے اخباروں میں ایک دوسرے کی زر پرستی ۔ تکبر ۔ غداری ۔ خود غرضی ۔ ناعاقبت اندیشی کی' جو اُن میں خصوصیت کے ساتھ نمایاں ہیں' بلا رو رعایت قلعی کھولتے ہیں اور اپنی شرافت سے جس کو اسلام کے ساتھ ہماری بدنصیبی سے وابستہ کیا جاتا ہے' وہ وہ کہتے ہیں جو بھٹیارے بھی کہتے ہیں پیش کرینگے ۔ ہمارا کوئی لیڈر ایسا نہیں جس پر اُس کے مخالفین نے اُس کی غلط کاریاں واضح نہ کی ہوں اور جو ایک حد تک مصدقہ نہ ہوں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمان سب ایک ہیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی مانتے ہیں کہ آبائی طرز معاشرت' عادات' وخصائل بھی شامل ہو کر ذہنیتوں کو یکساں نہیں رہنے دیتے یہی وجہ ہے کہ بھٹیار ان کلال دھنوں ۔ جُلاہوں ۔ وغیرہم میں گو وہ جید عالم اور ممتاز لیڈر بھی بن جائیں کچھ خاندانی روایات کا اثر ضرور باقی رہتا ہے۔ اس ہی بنا پر مسلمانوں میں شریف اور رذیل کی تقسیم ہوئی ہے ۔ ورنہ سب ایک ہیں۔

شریف عالم اور شریف لیڈر دوسرے عقیدے کے مسلمانوں کے خلاف اپنے گروہ کو مشتعل اور متعصب بنانے کے لئے جھوٹے روایات اور گندا لٹریچر کبھی فراہم نہیں کرسکتا نہ اپنے کو پیغمبر سمجھ کر کسی کے رسم و رواج اور عقاید کے استیصال کے لئے کھڑا ہوگا' نہ وہ اپنی شخصیت کو نمایاں کرنے کے لئے ڈیلومیسیوں میں قرآن پاک کی آیات جابے جا چسپاں کرتا پھرے گا ۔ وہ ایک وقت کسی کو پیغمبر اور دوسرے وقت فتنہ پرداز اور مفسد بنانے نہ کھڑا ہوگا ۔ شریف عالم اور شریف لیڈر باہمی رواداری ۔ خلوص ۔ محبت ۔ یگانگت ۔ عام مسلمانوں میں پیدا کرنا' مسلمان آوارہ بچوں کو تعلیم کی طرف مائل کرنا' ہر غیر مسلم سے دوستانہ سلوک کرنا' حاکم و محکوم میں محبت پیدا کرانا اپنا واحد مقصد سمجھیگا ۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی تبلیغ اپنا مقدس فرض اور تہذیب اخلاق انسانیت اور اخوت کی تعلیم دینا اپنا کام ۔ شریف عالم اور شریف لیڈر اسلام کی آڑ میں عقائد پرست تحریکوں ۔ دیگر اقوام کی تقلید ۔ اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہنے کی حرکتوں کو عام

مسلمانوں کے لیے مہتمم ہوگا - وہ مذہبی تعلیم کے بہانے کسی سے جھگڑا فساد میں اور چھوٹی منافرت کا اظہار کرکے اپنے مذہب کو ذلیل نہ کرائے گا۔ وہ اپنے مخصوص فرو عی مسائل پر زور نہ دیگا۔ دلوں اور نورکشی کے لیے مخصوص اخبار اپنے ساتھ نہ رکھیگا۔ سب اخبار اس کے اخبار ہوں گے - اور وہی دنیا میں سب سے بڑا محسن شمار کیا جائے گا۔

خدام قوم - حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قوم کا خادم قوم کا سردار ہوتا ہے۔ لیکن قومی خدمت حقیقتاً ایک ایسی قابل رشک عزت ہے جس کا دعویدار سردار بن جاتا ہے اپنے کو ظاہر کرکے اپنے اپنی غرض کے موافق فائدہ اٹھاتا ہے۔ بنے کو کوئی خادم قوم بنے، خادم وہ قوم ہے جو نیک ہو اور قوم بنجانے سردار وہی ہے جو قوم کی خدمت خلوص اور ایثار کے ساتھ انجام دے۔ جو اس خدمت کو ذریعہ ہر دلعزیزی اور شہرت پر منحصر نہ کرے جو اس خدمت کو اپنے پیشہ کے فرائض اپنے عہدہ اور نائب عہدہ کی تنخواہ حاصل کرنے اور خطاب لینے کا ذریعہ بنائے - رئیس الاحرار بنے قابل ترین ہوگا ایسی ہی رائے کہ قوم کی بہبود کا واحد ذریعہ سمجھے۔ شیخ الاسلام بنے مگر اپنے کو پیغمبر اسلام نہ سمجھے حاذق الملک بنے مگر اپنے کو مسیحا تصور نہ کرے۔ کسی سے بیزار ہو مگر اس کو قوم سے بیزار کر کے کسی کا دست نگر ہو مگر قوم کو اس کا دست نگر نہ بنائے۔ اگر خادم قوم میں یہ باتیں ہوں تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ سردار قوم نہیں ہے، ہاں اگر یہ باتیں اس میں نہیں تو وہ قوم کا خادم نہیں اپنے نفس کا غلام اور قوم و ملک کا دشمن ہے۔

خدام قوم کی بہکی چالیں ہمارے خدام قوم ہندو مسلم اتحاد کے دلدادہ ہیں اس اتحاد کی خاطر اپنے حقوق قربان کرنے کے لیے آمادہ ہیں، مگر اپنے ہی فرقوں میں اتحاد قائم کرلینے اور باہمی تعصبات کے دور کرنے کی انکو فکر نہیں - اسلام پر یہ خدام اسلام کا کیسا ظلم ہے، کیا اللہ پاک اور اس کا رسول یہ نہیں دیکھتے؟

مسلمان جمعیۃ العلماء بناتے ہیں، اس میں معدودے چند فرقوں کے مخصوص علماء کو شامل کرکے بقیہ فرقوں کے علماء کو جو کم از کم انھیں جیسا علم، دل، دماغ اور درد رکھتے ہیں - اس جمعیت کی شرکت سے محروم کرکے جمعیت کی طرف سے بیزاری رکھنے کے لئے آمادہ کرتے ہیں - اس مخصوص جمعیت العلماء کے محترم اراکین ان فرائض الدین سے غافل ہوکر جو جمعیت العلماء سے خصوصیت کے ساتھ متعلق ہوں سیاسیات ملک پر جو محض چالبازیاں ہیں اور جن کا انکو بالکل تجربہ نہیں اپنی فضیلت ختم کرنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

بہتر ہے مسلمان جو اپنی ہی اصلاح نہیں کر سکتے دنیائے اسلام کی اصلاح کے لئے ہماری کمزوری دیکھتے ہوئے خلافت کمیٹی قائم کر کے انگریزوں کو ہماری طرف سے بدظن کرتے اور انکو ہم سے خلاف کرا کے ہمارے تباہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں، درانحالیکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ خلافت کمیٹی سے وہ مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور یہ دیکھ چکے ہیں کہ ترک اس کے مضر اثرات محسوس کر کے اس سے دستبردار ہو گئے۔ مسلمان اپنی لیگ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے

اسلام کے خلاف وہ خنجر بکف ہوئے — وحدت کا دل کیا وہ دوپارہ کہ ہائے ہائے

کمزور کرتے اور اغیار کی انجمن کو اپنی نام نہاد شمولیت سے مضبوط کرتے ہیں۔ مسلمان اپنی قوم کو اس طرح منتشر اور کمزور اور اغیار کی قوت کو زبردست بنا کر دست سوال دراز کرتے ہیں اور ٹھکرائے جانے پر بھی اپنی رفتار پر قائم ہیں۔ مولانا خورشید نے کیا درد انگیز نوحہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں۔

بر لاسکے مال پہ وہ گزارا کہ ہائے ہائے — نام اس طرح ڈبویا ہمارا کہ ہائے ہائے
عز و وقار قوم ڈبونے کے واسطے — ہگلی پہ یوں سفینہ اتارا کہ ہائے ہائے

مسلمان جب آل مسلم کانفرنس منعقد کرتے ہیں تو ایک دو مسلمان نوابصاحب، ایک دو مسلمان مولانا، ایک دو مسلمان بیرسٹر، ایک دو مسلمان رئیس، اس فعل کو فرقہ پرستی سے تعبیر فرما کر اپنی نام نہاد قوم پرستی کے اظہار کے لئے اس کے خلاف پروپیگنڈے پھیلاتے ہیں۔ وقس علی ہذا۔

انگریزوں سے مانگیں یا ہندوؤں سے۔ اب میں پھر اس بحث پر آتا ہوں کہ "ہم انگریزوں سے مانگیں یا ہندوؤں سے"۔ جو مسلمان انگریزوں سے مانگنا چاہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ انگریز ہمارے برابر والے ہیں اور حاکم وقت ہونے کی وجہ سے ہم سے بڑے بھی ہیں اُن سے مانگنے میں ہم کو کچھ عار نہیں مگر ہندوؤں سے جو خود ہماری طرح دست نگر ہیں؟ جو بغیر ہماری مدد کے اپنے لئے بھی کچھ نہیں کر سکتے، اور جن پر ہم حکمران رہ چکے ہیں ہمارا مانگنا عبث ہے۔ جو مسلمان ہندوؤں سے مانگنا چاہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ انگریز دغاباز ہیں کچھ دینے دلانے والے نہیں، ہندوؤں سے ملکر ہم ان کو نکال دینگے (پہلے بھی نکال چکے ہو) اور پھر ہندوؤں سے نپٹ لیں گے (ہندو سنگھٹن اور مسلم نفاق تصفیہ میں خاطر خواہ مدد دینگے)

اب جواب سنئے! انگریز دوست مسلمانوں کے دلائل کا تو ہم نے ابتک کوئی معقول جواب سنا نہیں مگر ہندو دوست مسلمانوں کے دلائل کا جواب اکثر سنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے مان لیا کہ انگریز کچھ دینے دلانے والے نہیں مگر اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی سمجھتے ہیں۔ کہ ہمارے

تعلقات اُنکے دنیا بھر میں وابستہ ہیں' اگر ہم اُنسے تعلقات توڑتے ہیں تو اُنکا کچھ نقصان ہو یا نہو' ہمارا بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ ہم پھر کسی منھ سے اُن سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر ہم ہندوستان کے خود بادشاہ ہوتے تو کابل کی آج مدد کرتے تم ہمارے ملک کے بادشاہ ہو ہماری طرف سے کابل کی مدد کرو' نہ ہم اُن سے ترک تعلقات کی حالت میں کسی امداد کی توقع ہی کر سکتے ہیں بلکہ یہ ممکن سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارے ترک تعلقات کے توڑنے ہمیشہ کے لئے بند کر دینے کو دنیا بھر میں ہم کو کمزور کرا دیں' دوسرے یہ کہ ہم رب العالمین کے بندے ہیں' رحمۃ للعالمینؐ کے پیرو' ہم کو اپنا وجود قائم رکھ کر اللہ کی وحدانیت اور رسولؐ کی رسالت پھیلانا ہے اور یہی ہمارا دنیا میں واحد کام ہے۔ ہمارے لئے ہرگز یہ شایاں نہیں کہ ہم دنیوی معاملات میں در انحالیکہ اپنے ہی اندرونی اتحاد اور استحکام سے غافل ہوں کسی غیر مسلم سے ترک تعلقات کے خالی ڈھول بجا کر مخاصمت پیدا کریں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی راستبازی سے دوسروں کی دغابازی کو توڑنے کی کوشش کریں۔

ہماری موجودہ حالت ۔ مسلمان اپنے اکابر کی بدنصیبی سے منتشر ہیں' اُن کا آج کوئی لیڈر نہیں جو شخص اُنکی رہبری کو کھڑا ہوتا ہے وہ اپنے ذاتی اغراض و مخصوص مذہبی عقائد ساتھ رکھتا ہے کہ ہندو بھائی اپنی خوش نصیبی سے متحد ہیں اور خوشحال' اُن میں بہت سے مخلص اور بے لوث لیڈر ہیں جن کو نہ چندہ کی دُھن ہے نہ اپنی مالی حالت کا تردد' جن کی غذا قومی خدمت ہے' جو محض ہندو ہیں' نہ سناتنی نہ سماجی' نہ جین نہ بُدھ وغیرہ' جو سیاسیات ملک میں وہ باتیں اختیار کرتے ہیں جو اُنکے ہر فرقہ کے لئے یکساں مفید اور دلچسپ ہوں وہ طرز عمل اختیار نہیں کرتے جو کسی مخصوص فرقہ یا فرقوں ہی سے متعلق ہو' وہ اپنے قلیل التعداد فرقوں کا سیاسیات میں اُتنا ہی لحاظ رکھتے ہیں جتنا کہ کثیر التعداد فرقوں کا' اور اپنی مجموعی قوم کو حکومت میں معیار قابلیت اور تناسب آبادی جیسے لغو اصول' اپنی اکثریت اور علمی فوقیت کو دیکھتے ہوئے قائم کرا کے فائدہ پہونچاتے ہیں۔ ان جیسے متحد اور بیدار لوگوں سے ہم جیسے بیکس اور منتشر لوگوں کا اتحاد کرایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے ۔

ہندو جو شیر ہوں تو مسلماں ہوں شکر دونوں میں اتفاق کا رشتہ بڑھائے جا

ہندو تو بے شک شیر ہیں مگر مسلمان کب شکر ہیں' کوئی قسم شکر کی ہم نے ایسی نہ دیکھی نہ سُنی جسکی مختلف شکلیں۔ گڑ' راب' شیرا علیحدہ علیحدہ کر کے شکر میں دکھائے جاتے ہیں' اس خانہ ساز شراب کا لطف مسلم کو نہیں آ سکتا۔

جو چند دنوں ہی پر خدمت کا انحصار رکھے خدمتگزار نہیں ہو سکتا۔ ہر وہ شخص جو محض غذا اور اعلیٰ لباسوں کا خواہشمند ہو اور جو قومی خدمات پر اپنے متعلقین کی پرورش کا دار و مدار رکھتا ہو قومی خدمتگزار نہیں ہو سکتا ہر وہ شخص جو اپنی شہرت کا اپنے پیشہ کو فروغ دینا چاہے، جو ان خدمات سے خطابات اور عہدے حاصل کرنے کی فکر رکھے اور جو ملک کے حالات سے بے خبر ہو کر اپنی رائے کو اپنے معاونین کی مرضی پر چھوڑ دے قومی خدمتگزار نہیں ہو سکتا قومی خدمتگزار وہی ہوگا جو قومی خدمتگزار بنکر میدانِ عمل میں گامزن ہوگا جو اسی ایک پیشہ کو اپنا پیشہ، اسی ایک عہدہ کو اپنا عہدہ، اسی ایک عزت کو اپنی عزت سمجھے گا، جو اس خدمت میں معاوضہ لینے کے خیال کو حرام ٹھہرائیگا اور جو اپنی قوم کے مفلس ترین انسان جیسی غذا، جیسا لباس اور جیسی حالت بنانے کے لئے آمادہ ہوگا۔ پس ایسے ہی لوگ قوم کی خدمت کر سکتے ہیں، اور انہیں کو ہم اپنا لیڈر اور مخلص قومی کارکن سمجھ سکیں گے۔ یوں حشرات الارض کی طرح کوئی اپنے منہ میاں مٹھو بنا کرے۔

نفس پرستوں اور خود غرضوں کا آجکل یہ حال ہے کہ اگر کوئی خدا کا بندہ خلوص کے ساتھ بہت خدمت کرنے کو کھڑا ہو تو اُس کے خلوص کو شبہ کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے کہ یہ سرکاری جاسوس ہے سرکاری خزانہ سے اس کی پرورش ہوتی ہے، اُسکے مخلصانہ خدمات میں ضرور اثر ہوتا ہے اور اس اثر کو منافقانہ کہہ کر "خالص قومی کارکن" کے حسد اور بغض کی آگ اپنے سینوں میں مشتعل کرتے ہیں، افسوس تو یہ ہے کہ اس ذلیل شبہ کے ساتھ وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ سرکاری خزانہ کے روپیہ پیسے سے اگر کوئی اپنے نفس کی پرورش کرے تو اُس سے بدرجہا بہتر ہے جو اپنی مفلس قوم یا یتیموں، بیواؤں کے روپیہ کو بجائے درانحالیکہ نفسی خدمات دونوں حالتوں میں مخلصانہ اور سچے قومی خدمات کے لئے یکساں مضر ہیں۔

ملک کے متعلق ہمارا مشورہ۔ ہماری رائے ہے کہ ہندوستان کی بہبود کے لئے بجائے ہندو کانگریس کے ایک سچی کانگریس بنائی جائے جس میں ہندو مسلمانوں کی مساویانہ اور دیگر اقوام کی موثر نمائندگی ہو۔ اس نیشنل کانگریس کے تحت میں ہندو مسلمان اور دیگر اقوام کی فرقہ وارانہ سیاسی انجمنیں قائم ہوں جو .... اپنے اپنے مختلف العقائد گروہوں کی مساویانہ اور موثر نیابت اپنے اندر نہایت فراخدلی کے ساتھ قائم کریں۔ اور ان فرقہ وارانہ انجمنوں کی شاخیں اچھی ترتیب اور ترکیب کے ساتھ صوبوں، شہروں، قصبوں اور مواضعوں میں کھولدی جائیں۔ ہمارا خیال ہے کہ جب تک ہماری مکمل اصلاح نہ ہوگی۔ ہمارا کوئی کام نہیں بن سکتا اور مکمل اصلاح کے لئے ہم کو لازم ہے کہ ہم ہر قوم، ہر فرقہ اور ہر گروہ کے حسیات کا یکساں احترام کریں

حکومت برطانیہ کے متعلق ہماری رائے۔ جب تک ہندو مسلمانوں کے تحفظ کی مستحکم تدابیر نہ اختیار

کر لیا ہیں، جب تک ان دونوں میں اعلیٰ رواداری قائم نہ ہو جائے حکومت برطانیہ کا اپنے پورے اقتدار سے یہاں قائم رہنا ضروری ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ اس حکومت کو اپنے لئے مفید بنانے کی خاطر اس سے سچا کوآپریشن رکھیں۔ حکومت بیشک ہمارے جذبات کا احترام نہیں کرتی، اس کی اس زمانہ میں ذمہ دار حکومت ہی نہیں ہے بلکہ ہماری ہندو مسلم ذہنیتیں اور ہمارے پریشان خیالات اور مفسدہ انگیز تحریکیں بھی ہیں، ہم حکومت کو اپنی مرضی کے موافق نہیں بنا سکتے، مگر اپنی ذہنیتوں، اپنے خیالات اور اپنی تحریکوں کو ضرور اپنے لئے مفید بنا سکتے ہیں، اور جب ہم اس مقصد میں کامیاب ہو گئے تو موجودہ حکومت بھی ہماری مرضی کے موافق ہو سکتی ہے۔ نان کوآپریشن وغیرہ جیسی تحریکیں ہماری موجودہ حالت میں ایک مقتدر حکومت کو کسی طرح مغلوب نہیں کر سکتیں۔ ان حرکتوں سے ضدیں اور بڑھینگی اور ملک کو اور زیادہ نقصان پہونچتا رہے گا۔

ہم کو امید ہے کہ ہمارے وہ لیڈر جو اپنے کو ملک کا مخلص خدمتگزار سمجھتے ہیں ہمارے ان عاجزانہ مشوروں کو غور سے پڑھیں گے۔

فریادِ چمن کا مقصد

مجھے کام کیا ہے رکوع سے مجھے ہوش کب ہے سجود کا
کسی نقش پا کی تلاش ہے جو جھکا ہوا ہوں نماز میں

میں نے جو فریادِ چمن ناظرین کرام کے سامنے پیش کی ہے، اس سے ہرگز میرا یہ منشا نہیں کہ میں اپنے کسی مخدوم یا ملک و قوم کے لیڈر کا مقابلہ کروں تمہیدی شعر ؎

از یادِ جنوں اور ہر بلبل کی فغاں اور   صحرائی زباں اور ہر گلشن کی زباں اور

میں بجز اس کے کہ ؏ مطلع میں جا پڑی ہے سخن گسترانہ بات۔ اور کوئی بات نہیں۔ میں لیڈر نہیں ہوں جو کسی لیڈر سے لڑوں اور کسی کی ممتاز شخصیت پر حسد کروں۔ میں جانتا ہوں کہ ؎

سفر ہے عدم اور ہستی کا اتنا۔ مسافر ادھر سے ادھر ہو گیا ہے

زندگی چند روزہ ہے۔ نہ دنیا میں آدمی ہمیشہ رہے گا نہ اس کی دنیوی لیڈری اور عارضی وجاہت باقی رہیگی۔ روح ہے اور اس کے عقائد اور اعمال اور اس کا اللہ بس۔ جو کچھ اپنی کمزوریوں میں قوم اور بدنصیب ملک کی حالت دیکھ کر میرا دل لرز لرز کر مجھ سے کہتا ہے اپنے بھائیوں کو سنا دیا کرتا ہوں۔ میرے سامنے کیا وہ کھلے واقعات نہیں جن سے بلا خوف تردید اپنے ایک لفظ کی تائید کروں، کیا

ہندی قومیت کے معنی

اب ہندی قومیت کے معنی بھی سُنئیے۔ بظاہر ہندی قوم میں ہندوستان کی تمام قومیں شامل ہیں مگر حقیقتاً اکثریت والی قوم ہی اپنے کو ہندی قوم سمجھتی ہے۔ جہاں کہیں اور جس رنگ میں ہندو قوم کے استحکام کا ذکر ہوگا وہاں لفظ "قوم" ہندی قوم کا مرادف ہے، مگر مسلم قوم کے استحکام اور تحفظ کا تذکرہ جب ہوگا تو یہی لفظ قوم جماعتی اور فرقہ وارانہ معنوں میں بنایا جائیگا۔ قوم کے یہ معنی تو اعلیٰ ہندی سیاسیات میں لگائے جاتے ہیں، ادنیٰ ہندی سیاست میں ہندوؤں کے یہاں قوم کے معنی اعلیٰ ذات ہندو، اور مسلمانوں میں جمعیتہ العلماء اور جمعیتہ خلافت کے اراکین اور اُنکے پیرو شمار کئے جاتے ہیں۔

نظام حکومت میں ہندو مسلمانوں کا داخلہ معیار تناسب آبادی اور معیار قابلیت پر قائم کیا گیا ہے مگر افسوس یہ لغو اصول بھی "ہماری لاٹھی اور ہماری بھینس" والے اصول کے مقابلہ میں قائم نہیں رکھا جاتا۔ یہ ہے ہندی قومیت جس کی آزادی کے لئے ایک قوم پرست شاعر فرماتے ہیں۔

آزادی وطن کا پھریرا اُڑائے جا ہندوستان کے نام کا ڈنکا بجائے جا

ہندو بھائی ان لغو اور مسلم کش معیاروں (تناسب آبادی اور قابلیت) پر بھی اپنے زور میں قائم نہیں رہتے اور اس سے بھی بدتر سلوک مسلمانوں کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں، میں نے صدہا مثالیں اس کی تائید میں پیش کی ہونگی۔ آئے دن ہم دیکھتے ہیں کہ اُن حرکات پر جو ممنوع ہیں اور جو اپنی عادت کے موافق حکومت کے کافی نگہداشت پر بھی ہر دو اقوام کے افراد کیا کرتے ہیں۔ اکثریت والے اپنے دفتری اکثریت کے زور میں ہر زد سے محفوظ رہتے ہیں، مگر اقلیت والے افراد ذرا ذرا سی بات پر جالا اگر وہ اپنی اقلیت کی وجہ سے ایک حد تک مخالف بھی رہتے ہیں سخت نقصان اُٹھایا کرتے ہیں، میں نے اس کی مثالیں پیش کی ہیں، ہر مقام پر ناظرین خود دیکھتے اور محسوس کرتے ہونگے "تناسب آبادی کا معیار ملک کیلئے مضر ہے۔" کونسلوں اور ملازمتوں میں اکثریت اور اقلیت کا لحاظ رکھنا صرف اقلیت ہی کے لئے مہلک نہیں ہے بلکہ اس سے نظام ملک اور انصاف جو حکومت برطانیہ کا وعدہ ہے، کسی حالت میں قائم نہیں رہ سکتا۔ میں نے عرض کیا ہے کہ اکابر ملک اور حکومت اقوام ملک کے ساتھ عدل و انصاف سے سلوک کرنے کے لئے حکومت میں مسلم مساوات قائم کریں اور اس کے معقول دلائل پیش کئے ہیں جنکی مؤقر اخبارات نے تائید کی ہے۔ دیگر اقوام کے متعلق مرتے وقت "مشرق" کا ایڈیٹر حکیم برہم مرحوم کیا اچھا فیصلہ فرما گیا ہے جس سے تمام مزید مباحث ختم ہو جاتے ہیں۔ وہ فرماتا ہے

"آخری عمل ہمارا یہ ہے کہ ہندو مسلمان دو ہی قومیں اس ملک کی نیابت کر سکتی ہیں، اور جتنی قومیں ہیں وہ انہیں دائروں کے اندر رہینگی۔ مثلاً اچھوت، سکھ ہندوؤں سے الگ نہیں ہو سکتے، عیسائی، پارسی، یہودی مسلمانوں سے باہر نہیں جا سکتے۔ جھگڑے مٹنے کی ایک ہی شکل ہے، نہ ہندو مسلمانوں کو اپنا غلام بنانے کی فکر کریں۔ نہ مسلمان ہندوؤں کو اپنے زیر اثر رکھنے کی تدبیر سوچیں، اس کے خلاف اگر رائے زنی کی جاتی ہے تو نہرو کمیٹی کی رپورٹ دوائے درد دل نہیں ہو سکتی نہ کامل آزادی کا ریزولیوشن کچھ اثر انداز ہو سکتا ہے، جتنا چاہو کاغذ سیاہ کر لو، جتنا چاہو بک ڈالو"۔

کاش اکابر ملک و ملت اس مخلص محب وطن کے الفاظ کو تعصبات کا چشمہ علیحدہ کر کے پڑھیں،

مسلمان خدمتگزاروں کا خلوص۔ وہ بڑے اور چھوٹے قومی کارکن جو کل چندے جمع کرنے کے لئے ہر شہر اور قصبہ میں کھڑے ہوئے فرماتے تھے کہ "ہم قوم کے مخلص کارکن ہیں" اور اسی بنا پر کوئی صدر، کوئی نائب صدر، کوئی سکرٹری، کوئی جوائنٹ سکرٹری اور کوئی خزانچی بنا تھا آج جب چندوں کا زمانہ نہیں ہے یہ بھی غائب ہیں۔ معلوم نہیں کہ چندوں کے ساتھ ساتھ انکا خلوص کہاں غائب ہو گیا۔ یہ مخلص قومی کارکن اس سے بخوبی واقف ہونگے کہ قوم کو انکے خدمات کی ازحد ضرورت ہے جس کا انحصار چندوں ہی پر نہیں ہے۔ ہم ہر شہر میں دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے بچے دن بھر سڑکوں پر کھیلتے اور آوارہ پھرتے ہیں، کیا یہ خدمت مخلصانہ قومی خدمت نہیں ہے کہ ان کو آوارگی سے روکا جائے، کیا یہی بچے کل قوم کے مخلص کارکن بننے والے نہیں ہیں؟

ہمارے یہ مخلص قومی کارکن، ہندوؤں کے ساتھ اکڑ اکڑ کے چلنے میں اپنا فخر سمجھتے ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے کہ وہ ہندوؤں کی نظروں میں بہت ذلیل ہیں، ہندو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت سرپرستی ہی مقدم سمجھتے ہیں، ہندوؤں کے بچے یا تو مدرسوں میں پڑھتے ہیں یا ایک پیسے کی چیز بیچنے بنانے کی تعلیم اپنے گھروں پر حاصل کرتے ہیں، ہندو ان مسلمانوں کو جن کے بچے آوارہ پھرتے ہیں، اور جو اپنے بچوں کو خراب کرتے ہوں کب عزت کی نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں۔

خدمتگزار کون ہو سکتا ہے؟ ہر وہ شخص جو سرکاری جیلخانوں میں جنت کی سیر کر آیا خدمتگزار نہیں ہو سکتا، ہر وہ شخص جو چندوں ہی پر خدمت کا انحصار رکھے خدمتگزار نہیں ہو سکتا۔ ہر وہ شخص

وہ ذاتی تجربے نہیں جن کو لکھ کر قوم کو خون کے آنسو رُلاؤں۔ چند دن کا رونا بیشک نہیں ہے جس سے لوگوں کو اپنا ہمزبان بناؤں۔

میں کہہ سکتا ہوں کہ آج ہمارا کوئی مخلص لیڈر نہیں۔ میں سُن چکا ہوں کہ ہمارے لیڈر کھجور کے بوریوں پر بیٹھتے تھے، جھونپڑوں میں رہتے تھے، محنت مزدوری کرتے تھے، روکھی سوکھی کھاتے اور موٹا جھوٹا پہنتے تھے، رانڈوں یتیموں اور ناداروں کی خدمت ان کے پروپگنڈے تھے اور قوم کی خوشحالی ان کی جے کے نعرے، ہر دلعزیزی اور باہمی میل جول ان کی تفریح، خلق اللہ کی خدمت ان کا واحد مشغلہ، دعا ان کے اعزا و احباب کے لئے ان کے تحائف وہ کسی سلطان، امیر یا وزیر کی مہمانی کے متمنی نہ رہتے تھے، خود سلاطین ان کی قدمبوسی میں عزت دارین سمجھتے تھے لیکن ہائے میں اپنے آجکل کے لیڈروں میں جو کچھ دیکھتا ہوں وہ اس کی بالکل ضد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم عروج سے پستی اور کمال سے زوال پر اُترے چلے آ رہے ہیں۔ بس

کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ وہ باتیں انہیں زمانوں کے ساتھ تھیں۔ میں مسلمان ہوں یہ نہیں مان سکتا میرا عقیدہ ہے کہ اسلامی تعلیم اور یہی رہبری قیامت تک ہر زمانہ کے لئے یکساں مفید ہے اور مجھ کو یقین ہے کہ اگر ہمارے لیڈران بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے کی تھوڑی سی بھی کوشش کریں تو ہمارا بیڑا پار ہے۔

کاش ہمارے لیڈر اس معروضہ پر توجہ فرمائیں اور ڈپلومیسیوں اور خودغرضیوں کو اپنے نخوت پرست دماغوں اور دلوں سے نکال کر وفادار مخلص خدمتگار کی طرح خدمت کے لئے کھڑے ہوں اور سب سے پہلے دیگر مسائل کو ایک حد تک محدود رکھ کر

اتحاد بین المسلمین

کی صحیح معنوں میں کوشش کریں۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کون خادم قوم اس کار خیر کے لئے خلوص نیّت کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اور بے چینی کے ساتھ اس مقدس بزرگ کی زیارت کا انتظار کرتا ہوں۔
اس بحث پر ناظرین کرام میرے رسالہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضور وائسرائے ہند غور فرمالیں

یہ تو ہم سمجھنے لگے ہیں کہ حکومت برطانیہ نے اپنے پچھلے اعلانوں کو اپنے استحکام پر بالائے طاق رکھدیا، اور اکثریت کے فرقہ وارانہ خواہشات پر سر تسلیم خم کر لیا ہے مگر ہم حکومت کو مطلع کرنا چاہتے ہیں کہ اگر اوس نے اکثریت کے فرقہ وارانہ خواہشات کے موافق ہمارے حقوق کا تحفظ نکیا تو ہم اپنے تباہ ہونے سے پیشتر ملک کو تباہ کر دینگے۔

ہز ایکسیلنسی لارڈ اروِن بالقابہ کو اختیار ہے وہ چاہے ہندوستان کو برطانیہ عظمیٰ کا مرتبہ دلائیں یا نو آبادیات کا مگر اون کو ہماری منتشر، بیکس اور مظلوم قوم کی حالت دیکھکر ہمارا پورا تحفظ اول کرا دینا لازمی ہے۔

رسالہ ملنے کے پتے :-

محصول ڈاک از خریدار

دفتر اخبار "مشرق" گورکھپور — دفتر اخبار "ہمت" لکھنو

ٹکٹ بھیجکر چسپاں

جناب شیخ محمد عسکری صاحب رئیس سہارنپور — جناب خانصاحب محمد مقصود علیخان صاحب کیلاپور ریاست (سہارنپور)

۳۹۴ ۳۰۱۴۲۳

۲۵۱۳۲۰

۳۳۴۷۴

Date	No.	Date	No.